ڈائجسٹ

اوستا محمد بلوچستان

ماہنامہ حق باھوؒ

جنرل
پرویز مشرف نمبر

فرزندِ مشرق

جنرل پرویز مشرف

آستانہ عالیہ حضرت سلطان باھوؒ

فرمان باھوؒ

نام فقیر تنہاں دا باھوؒ قبر جنہاں دی جیوے ہو

حق باھوؒ ڈائجسٹ اوستا محمد بلوچستان

سرپرست اعلیٰ

★ صاحبزادہ سلطان غلام میراں ★

حق باھوؒ کالونی خوشاب روڈ

جھنگ

فروغ علم و ادب کے سلسلے میں پیش پیش

ناصر سلطان خان دُرانی انچارج مجلس ادارت حق باھوؒ ڈائجسٹ Tel: 0471-614059

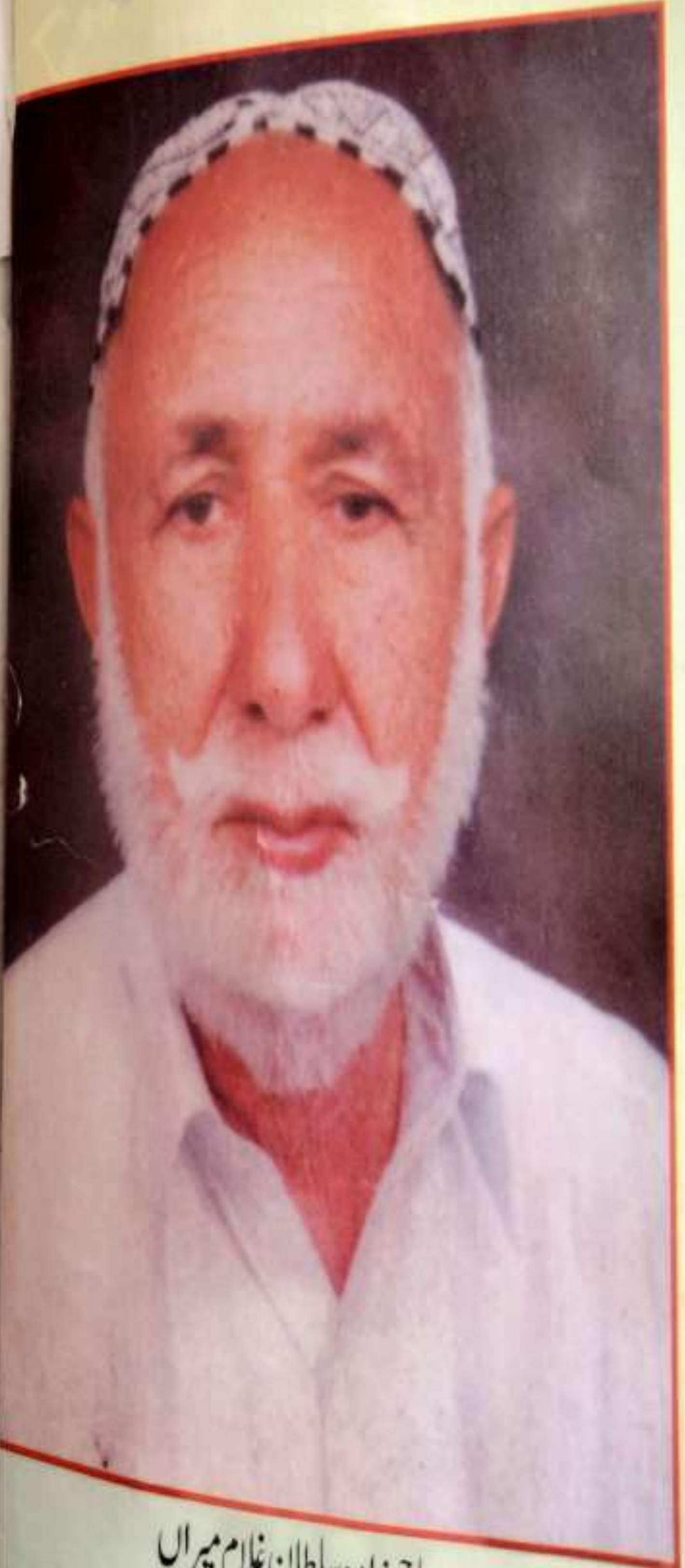

صاحبزادہ سلطان غلام میراں

آستانہ عالیہ حضرت سلطان باھوؒ

فرمان باھوؒ

[illegible] ناں باھوؒ بھانویں لال ہووین [illegible]

حق باھوؒ ویلفیئر سوسائٹی (رجسٹرڈ)

صدر

★ صاحبزادہ سلطان غلام میراں ★

حق باھوؒ کالونی خوشاب روڈ جھنگ

سماجی سرگرمیوں میں پیش پیش

ناصر سلطان خان دُرانی جنرل سیکرٹری حق باھوؒ ویلفیئر سوسائٹی Tel: 0471-614059

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق باھوؒ ڈائجسٹ اُوستا محمد بلوچستان

شمارہ 2002ء

صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نمبر

زیر سرپرستی

صاحبزادہ سُلطان غلام میراں

چیئرمین ڈسٹرکٹ کوارڈینیشن کونسل برائے رفاعی ادارہ جات جھنگ

انچارج مجلس تحقیق وتنقید
پروفیسر ڈاکٹر سلطان الطاف علی

انچارج مجلس مشاورت
پیر سید محمد سراج گیلانی

انچارج مجلسِ ادارت
ناصر سلطان خان دُرانی

انچارج مجلس شعر وادب وامور خواتین
پروفیسر کوثر سلطانہ

انچارج مجلسِ باھوؒ نامہ واسلامی امور
صاحبزادہ خالد سلطان قادری

انچارج مجلسِ سرکولیشن
صاحبزادہ سکندر سلطان

انچارج طباعت ونشر واشاعت
صاحبزادہ ڈاکٹر عابد سلطان

انچارج اشتہارات
صاحبزادہ شکیل سلطان

بیرونِ ملک معاونین

- سید غلام مرتضٰی شاہ ہمدانی (امریکہ)
- راشد محمدی (لاس اینجلس)
- راجہ بنارس خان (لندن)
- پیر ظفر اقبال علوی (برمنگھم)
- راجہ شبیر حسین (ابوظہبی)
- محمد عاصم خان درانی (مسقط)
- حاجی محمد اشرفؒ • حاجی محمد لطیفؒ • حاجی محمد طفیل (سعودی عرب)

نوٹ > حضرت سخی سلطان باھوؒ کے فیضانِ نظر کے صدقے حق باھوؒ ڈائجسٹ قارئین کی خدمت میں مفت پیش کیا جاتا ہے

ناشر	صاحبزادہ سلطان غلام میراں
کتابت	حیدر کمپیوٹر کمپوزرز [illegible] جھنگ صدر فون-0471-623480
مقام اشاعت	اُوستا محمد بلوچستان
مقام طباعت	

برائے رابطہ

☆ درگاہِ سلطانی حق باھوؒ کالونی اُوستا محمد بلوچستان

☆ بارہ دری دربار حضرت سلطان باھوؒ ضلع جھنگ

☆ حق باھوؒ بنگلہ سریاب روڈ کوئٹہ شہر

☆ حق باھوؒ کالونی خوشاب روڈ سب تحصیل 18 ہزاری جھنگ

☆ پٹھان منزل دُرانی سٹریٹ نمبر 2 چوہدری کالونی جھنگ شہر فون-0471-614059

اظہارِ تشکر

ہم تمام احبابِ اہلِ قلم کے دِلی طور پر شکر گزار ہیں۔ جنہوں نے علم وادب کے سلسلے میں مجلّہ حق باھوؒ ڈائجسٹ کو اپنی تحریریں، کلام، مقالہ جات اور آراء ارسال فرمائیں ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ آئندہ بھی فروغِ علم وادب کے لیے تعاون کرتے رہیں گے۔ اور ہم ایسے ہی آپ کی علمی وادبی خدمات کے لئے کوشاں رہیں گے۔ (انشاء اللہ)

منجانب> ادارہ حق باھوؒ ڈائجسٹ اُوستا محمد ضلع جعفر آباد بلوچستان

ترتیبِ مشمولات

شمعِ فروزاں

فرمانِ باری تعالیٰ، فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ فرمانِ باھوؒ — 8

پیغامِ قائداعظمؒ۔ پیغامِ علامہ اقبالؒ۔ پیغامِ سلطان غلام میراں۔ — 9

عقیدت

عنوان	مصنف	صفحہ
حمد	صاحبزادہ رفعت سلطان	10
نعت	معین تابش	11
معراج شریف	مہر محمد ریاض سیال	12
سلام	تمکنت المنتہیٰ ہاشمی ایڈووکیٹ	18

مطلع

عنوان	مصنف	صفحہ
اداریہ	صاحبزادہ سلطان غلام میراں	19

اہم شخصیات

عنوان	مصنف	صفحہ
General Pervez Musharraf	Sahibzada Sultan Ghulam Miran	22
فرزندِ مشرق جنرل پرویز مشرف	صاحبزادہ سلطان غلام میراں	25
جنرل پرویز مشرف: ارضِ پاک کے تحفظ کی ضمانت	ناصر سلطان خان دُرانی	28
صاحبزادہ سلطان غلام میراں: خانوادۂ حضرت سلطان باھوؒ کا بطلِ جلیل	ناصر سلطان خان دُرانی	34
صاحبزادہ سلطان غلام میراں ایک اولوالعزم شخصیت	سید اظہار حسین بخاری	38

باھوؒ نامہ

عنوان	مصنف	صفحہ
حق باھوؒ	ملک مسعود اعوان	40
حضرت سلطان باھوؒ	ناصر سلطان خان دُرانی	41
فرمودات باھوؒ از تصنیفات باھوؒ	صاحبزادہ خالد سلطان القادری	44
ابیاتِ باھوؒ مع ترجمہ وتشریح	پروفیسر ڈاکٹر سلطان الطاف علی	47

مقالات ومضامین

تصوف اور وحدت ملت	پیر سید محمد سراج گیلانی	84
شکاریات	صاحبزادہ سلطان غلام میراں	86
حشرات (انشائیہ)	پروفیسر غلام شبیر رانا	89
بجلی (انشائیہ)	پروفیسر شفیع ہمدم	92
اردو غزل پر چند باتیں	پروفیسر ناصر عباس نیر	95
زندہ ہے پاکستان تو ہم سب زندہ ہیں	ناصر سلطان خان درانی	98
اردو مزاحیہ شاعری پر ایک نظر	پروفیسر صفدر علی شاہ	104
اقبالؒ اور انسانی ہستی کی حقیقت	پروفیسر قمر سلطانہ	114
اقبال ہمہ گیر شخصیت	شمشاد سلیم	117
23 مارچ کا پیغام	عابدہ کلثوم	119
دو قومی نظریہ بنائے پاکستان	طاہرہ اشرف شاد	120
موجودہ حکومت کی غریب پرور اور عوام دوست پالیسیوں پر عمل کی ضرورت ہے	چوہدری مقبول حسین سہو	122
حاجی عمر حیات پولیس انسپکٹر	سید اظہار حسین بخاری	125
سید منیر حسین شاہ گستاخ بخاری	(انٹرویو) حق باہُوؒ ڈائجسٹ	127
ماں	اسماء عباس	130

شعر و سخن

یادِ اقبالؒ	سید علی کوثر جعفری	131
کشمیر	پروفیسر فرخ گیلانی	132
زلف	مہر محمد ریاض سیال	133
غزل	ظفر سعید	137
غزل	نواز محمود	138
غزل	محمد انیس انصاری	139
غزل	عابد خورشید	140

غزل	احمد نسیم	141
غزل	ذوالفقار احسن	142
کمزوری	نصرت عثمانی	143
محبت کیا ہے؟	عباس علی بزمی	144
غزل	سجاد بخاری	145
جشن آزادی	محمد یامین ساحر	146
غزل	ریاض ناصر	149
غزل	خالد محمود خالد	150
غزل	اختر عباس خان ایڈووکیٹ	151
جنگ اور محبت	گستاخ بخاری	152
دیدہ ور	مہرین عباس	153
غزل	عامر عبداللہ	155
غزل	طارق اقبال	156
دختران وطن کے نام	انتخاب از عاصمہ یوسف	157

مشاورت

ہیپاٹائٹس (بی) کالا یرقان	ڈاکٹر محمد طارق ممتاز (چلڈرن سپیشلسٹ)	160
...ی آنکھیں-والدین کیلئے لمحہ فکریہ	پروفیسر ڈاکٹر محمد رمضان (آئی سپیشلسٹ)	164
شاہ ولی اللہ کا اصطلاحی تصوفی طریقہ علاج	پروفیسر حاجی محمد حیات (سائیکالوجسٹ)	166

تبصرے

تلخ لب (ایک جائزہ)	پروفیسر کوثر سلطانہ	169
...نیا طور نئی برق تجلی	جنرل سیکرٹری حق باہُو ویلفیئر سوسائٹی	173
حق باہُو سوسائٹی کا قیام و سرگرمیاں		
مختلف ذرائع سے ملنے والی خبریں		
تقریب 23 مارچ 2002ء	حاجی عبدالحمید قریشی	181

---o---

ارشادِ باری تعالیٰ

خدا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے لوگ جو انصاف پر قائم ہیں۔ وہ بھی گواہی دیتے ہیں کہ اس غالب حکومت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

(سورۂ آل عمران۔ آیت ۱۸)

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اہل دوزخ میں سے ایک شخص سے کہا جائے گا کہ زمین میں جو کچھ ہے اگر وہ تیرا ہو جائے تو کیا تُو اس کو دوزخ کی سزا کے بدلے دے دے گا وہ کہے گا ہاں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھ سے اس کی نسبت بہت کم چاہا تھا۔ میں نے تجھ سے اس وقت وعدہ لیا تھا کہ تُو اپنے باپ حضرت آدمؑ کی پیٹھ میں تھا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا لیکن تُو نے پھر بھی اس کا ارتکاب کیا۔

(بخاری و مسلم شریف)

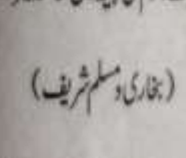

فرمانِ باھوؒ

فقیر ہونا کوئی آسان کام نہیں۔ فقر میں بہت بڑے بھید ہیں۔ صاحب جمعیت و فنا فی الذات فقیر کشف و کرامات کے بے جمعیت مقامات و درجات سے گزرا ہوا ہوتا ہے۔ اللہ بس۔ باقی ہوس۔

(اسرار قادری۔ ص ۳۶)

پیغام قائداعظمؒ

یاد رکھیے پاکستان کا قیام ایک ایسا واقعہ ہے جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ یہ دنیا میں سب سے بڑی اسلامی سلطنت ہے۔ اور اگر ہم نے دیانتداری کے ساتھ کام کیا تو یہ بھی سال بہ سال شاندار ترقی کرتی رہے گی۔ مجھے اپنے عوام پر کامل بھروسہ ہے اور یقین ہے کہ ہر موقع پر وہ اسلام کی تاریخ، شان و شوکت اور روایات کے مطابق عمل پیرا ہوں گے۔

پیغام علامہ اقبالؒ

ہو کوہ و بیاباں سے ہم آغوش و لیکن
ہاتھوں سے ترے دامن افلاک نہ چھوٹے

پیغام سلطان غلام میراں

یکم محرم الحرام سے 11 محرام الحرام تک دربار حضرت سلطان باھوؒ پر اہل سنت کا عالمی روحانی اجتماع اور ساتھ ہی گڑھ مہاراجہ شہر میں اہل تشیع کا مذہبی جم غفیر آپس میں بھائی چارے کی ایک زندۂ جاوید حقیقت ہے۔ ان عالمی اجتماعات کی روشنی میں تمام مسلمانوں کو سبق سیکھتے ہوئے پاکستان میں اسلام کے نام پر مذہبی منافرت پھیلانے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

صاحبزادہ رفعت سلطان

حمد

بخشا جلال تُو نے رُخِ آفتاب کو
تُو نے دیا جمال شبِ ماہتاب کو

تا حشر مل سکے گی نہ جس کی کوئی مثال
رُتبہ دیا وہ تُو نے رسالت مآبؐ کو

نرگس کو تُو نے ذوقِ نظارہ عطا کیا
تُو نے لطافتوں سے نوازا گلاب کو

کیا شان ہے کہ تُو نے حرم میں یہ لطفِ خاص
پیدا کیا امامِ جلالت مآب کو

وارفتہ خیال ہوں میں دل گرفتہ ہوں
تُو کر عطا سکون میرے اضطراب کو

ہے وجہ تجھ سے تیرے کرم کی ہے آرزو
میں جانتا نہیں ہوں حساب و کتاب کو

رفعتؔ فقیر کو ترا دیدار ہو نصیب
کیا بات ہے ملے جو یہ تعبیر خواب کو

---- o ----

معین تابش (حق باھُوؒ گولڈ میڈلسٹ)

نعت

لبوں پر مدحتِ خیر الوریٰؐ سے پھول کھلتے ہیں
سماعت میں درُودوں کی صدا سے پھول کھلتے ہیں

دمِ تحریر میری سوچ کی بنجر زمینوں میں
خیالِ نُورِ عینِ آمنہؓ سے پھول کھلتے ہیں

کھلے گُلہائے خُورشید و قمر تو کہکشاں بولی
ضیائے نقشِ پائے مصطفیٰؐ سے پھول کھلتے ہیں

خیالِ ماسِوا دل سے نکالا تو کھلا ہم پر
سرِ گلشن خزاں کے انخلا سے پھول کھلتے ہیں

ازل سے ہے یہی دستورِ گلزارِ تیقّن کا
رسولِ ہاشمیؐ کی اقتدا سے پھول کھلتے ہیں

رہی بادِ بہاری بے اثر جس مزرعِ دل پر
وہاں تابشؔ مدینے کی ہوا سے پھول کھلتے ہیں

---- o ----

مہر محمد ریاض سیال (حق باھوؒ ایوارڈ یافتہ)

معراج شریف

جبریلاؑ عرش نوں ڈھوب ڈھبا، اج آمد کملی والےؐ دی
جتنا لُوا سگدائیں لُوا، اج آمد کملی والےؐ دی
نہ بیٹا ہے نہ بیٹی ہے، نہ مائی باپ نہ بیوی ہے
نہ میرا رشتے دار کوئی، نہ میرا حصے دار کوئی
میں اللہ ہاں میں کلّھا ہاں، میرا کون اے ہور میں کے کرنَن
نہ کھاندا ہاں نہ پیندا ہاں، نہ خرچہ ہے بیماری دا
میں ہر جاہ تے ہاں ہر ویلے، نہ بھاڑا خرچ سواری دا
ہر برگ امر دا تابع ہے، نہ ڈر طوفان انہاری دا
کائنات دا کلّھا مالک ہاں، نہ بنّاں ہیں پٹواری دا
نہ نیند آندی نہ اُونگھ آندی، نہ خطرہ چوروکاری دا
میں دوہاں جہاناں دا مالک، نہ جھگڑا کوئی سرداری دا
میں بے پرواہ ہاں واللہ ہاں
میں اللہ ہاں میں کلّھا ہاں
میرا کون اے ہور میں کے کرنَن
ہن سبھ تعریفاں میرے لئی، دو جگ حامد محمود ہاں میں
ہن سبھ پیشانیاں میرے لئی، دو جگ ساجد مسجود ہاں میں
ذرہ ذرہ تسبیح پڑھدا اے، دو جگ عابد معبود ہاں میں
میں کلّا حاضر ناظر ہاں، ہر آن ہر جاہ موجود ہاں میں
میں اُسؐ نوں کے صرفاوناں ہے، جد پڑھدا آپ درود ہاں میں
ایہو جے مہمان نہ نت آندن، میرا کون اے، ہور میں کے کرنَن
جتنا لُوا سگدائیں لُوا، اج آمد کملی والےؐ دی
جبریلاؑ عرش نوں ڈھوب ڈھبا، اج آمد کملی والےؐ دی

چن، سورج، تارے راہاں تے گڈ، سب نُور منارے راہاں تے گڈ
کستوری، مُشک، عنبر چھڑکا، خوشبو دے دھارے راہاں تے گڈ
ریشم، اطلس، کمخواب وچھا، فردوس نظارے راہاں تے گڈ
یاقوت پھُوں انھدی موسیقی، سُرسار اشارے راہاں تے گڈ
انعام میرے، اکرام میرے، ہن جتنے سارے راہاں تے گڈ
نبیؐ زندہ باد دی گونج آوے، تعظیمی نعرے راہاں تے گڈ
سبھ ناز ادا دیاں تشبیہاں، سبھ استعارے راہاں تے گڈ
دستاراں لیراں لیروں کر، مسکین دے ہاڑے راہاں تے گڈ
مسکین، یتیماں دُکھیاں دے، جتنے دُکارے راہاں تے گڈ
سب رُعب تکبر شاہاں دا، محبوبؐ لتاڑے راہاں تے گڈ
میرے اپنے ہن میں کد منگنن، کہیں کول اُدھارے راہاں تے گڈ
یُوں گھٹ ہودن جو حال ٹھارن، میرا کون اے ہور میں کے کرنَن
جتنا لُوا سگدائیں لُوا، اج آمد کملی والےؐ دی
جبریلاؑ عرش نوں خوب ڈھبا، اج آمد کملی والےؐ دی
جا آکھ فرشتیاں ساریاں نوں، اج کائی نئیں لوڑ عبادت دی
اَج حال ٹھارن دیاں گھڑیاں ہن کرو حسرت پُوری زیارت دی
ایہہ فقط نبیؐ نہیں فرشتیاں دا ایہدیؐ کائی نہیں حد نبوت دی
اوقات اپنی دے وچ رہ کے کرو استدعا رُکنیت دی
مہمان خصوصیؐ کول ہوسیں اج آسیں چس صدارت دی
نہ اُسؐ تھکنائیں نہ میں تھکنائیں، گل وچلی اُلفت چاہت دی
میتوں پک اے اُسؐ نے کے منگنائیں، چھل جدن اُنھیسیں رحمت دی
میں جتنا دی ولچائی رکھساں، اوہنوںؐ نبیؐ راہنی ہے اُمت دی
کیہڑے سُوڑی جاہ تے لیکھے ہن، من تول پرائیاں نال ہوندا
اوہنوںؐ بکّاں نال کی دیناں ہے پلٹیاں جھولی رحمت دی
میری اتنی رحمت بے پایاں کیہڑا گھلدی پئی اے ورتایاں

کداں نازاں آلے نت آیدن، میرا کون اے ہور مَیں کے کرنن
چتا نُوا سگدائیں نُوا اَج آمد کملی والےؔ دی
جبریلاؑ عرش نُوں خُوب سُہا اَج آمد کملی والےؔ دی
لرزاں لرزاں، ترساں ترساں، میرے عرش نُوں آکھ سُنی گئی ہی
رج رَج نعلین نُوں بوسے دے اَج دِل دی آس پُجی گئی ہی
ہک رات اٹھاراں سالاں دی دھرتی دیوالیہ تھی گئی ہی
وچ گُج کے چیلنج کر سگدائیں اَج ساری کھیڈ جِتی گئی ہی
نعلین دے تلوے گج کے رکھ کل مُو دھرتی للکارنا ہی
سردار مقداراں نال آیدن ایہے چُم چُم عُمر گزارنا ہی
جد امجد ابراہیم نُوں کہہ آ ویکھ مُجسّم دُعا اَپنی
کر لیں اَج پوری بیعت دی عیسیٰؑ موسیٰؑ منشاء اَپنی
اُمتاں دیاں عیاں مُجرماں نُوں سب گئے ہن جان چھُڑوا اپنی
ہُن مَیں جاناں تے ایہہ جانڑیں اسّ لینی اے منوا اپنی
کویں ویکھاں ہنجواں دی کِن کِن میرا کون اے ہور مَیں کے کرنن
چتا نُوا سگدائیں نُوا اَج آمد کملی والےؔ دی
جبریلاؑ عرش نُوں خوب سُہا اَج آمد کملی والےؔ دی
جبریلؑ نصیحت میری نُوں تُوں پیش نظر ہر حال رکھیں
جد اپڑیں در محبوبؐ اُتے بہوں دھیمی دھیمی چال رکھیں
پلکاں دی جھمک دی گستاخی رُتبے دا خاص خیال رکھیں
اکھ نال درود سلام پڑھیں مُنہ وچ مجال مجال رکھیں
قرآن تے نُوں یٰسین رقم انج پیر زبان دے نال رکھیں
والشمس دا جد چمکار پئے واللیل دی ساہنویں ڈھال رکھیں
ملکوتی انگلاں دی کنگھی تے زُلف دراز سنبھال رکھیں
متاں خُم اقدس وچ خُم آوے گنڈلاں دے جوڑ بحال رکھیں
ہٹی ادب دی جاہ لیسین طٰہٰ پیراں تے بوسے لیندا رہیں

ہونٹاں وِچ چسکیاں لے لے کے تلیاں دا شہد چُسیندا رہیں
متاں چُوس دے چسکے مست رہویں اُوڈوں ودھ گھٹ پارہ ہو جاوے
تُوں جھ دے تھرمامیٹر دا درجہ وی نوٹ کریندا رہیں
جبریلاؑ جا ہُن دیر نہ لا رفتار ودھا لے چھیتی آ
ہوندے جن دلاں دیاں نیکاں ہن میرا کون اے ہور مَیں کے کرنن
چتا نُوا سگدائے نُوا اَج آمد کملی والےؔ
جبریلاؑ عرش نُوں خوب سُہا اَج آمد کملی والےؔ
جبرئیلؑ دے دِل وچ خیال آیا پیغمبر ڈھیر عظیم آئے
نُوحؑ یونسؑ یوسفؑ لُوطؑ آئے سلیمانؑ داؤدؑ کلیمؑ آئے
یعقوبؑ آئے ہارونؑ آئے ذکریاؑ اسماعیلؑ آئے
یوشعؑ ایوبؑ شعیبؑ آئے اسحٰقؑ تے ابراہیمؑ آئے
کہیں نعم پائی فرعوناں نُوں کہیں نار چھلانگ لگائی اے
کہیں حاضر گردن کیتی ہے کہیں ہس کے چھُری چلائی اے
کوئی مچھلی دے پیٹ اج پلیا کوئی آرے نال چریج گیا
کوئی یوسفؑ ورگے بیٹے دے غم وچ نابینا کھیج گیا
عیسیٰؑ دا ایڈا مرتبہ ہے اَج وی زندہ اسماناں تے
سلیمانؑ دی شاہی تاریخی ہے حاکم جن انساناں تے
پر اَج توڑی انج ناہ ہویا کوئی ہوش نہ ہووے فرشیاں نُوں
جنت چھُوکیوے راہواں تے پئے بھر دی جاوے عرشیاں نُوں
ہک رات اٹھاراں سالاں دی رُک جاوے نبض زمانے دی
خود خالق ایہہ اعلان کرے اَج آئی اے چس پرانے دی
جبرئیلؑ علیم خبیر ہاں میں دل دی آواز سمجھدا ہاں
نکھاں پردیاں دے وچ پوشیدہ سینے دے راز سمجھدا ہاں
مُچھر دے پَر دی جُنبش دا ہر ہک انداز سمجھدا ہاں
ہر برگ دے لے دی موسیقی دا ہر سُر تے ساز سمجھدا ہاں

ڈیوئی دے پر چوں آہٹ دی اٹھدی آواز سمجھدا ہاں
پتھر دے پیٹ اچ کیڑے دی بلکھ دا اعجاز سمجھدا ہاں
مچھلی دے پیٹ اچ پیغمبری دے لوڈ تے ناز سمجھدا ہاں
ایہ تے انداز معمولی ہن میں بے انداز سمجھدا ہاں
میرے لوڈے سب پیغمبر ہن، معصوم، منزہ، اطہر ہن
اخلاق، اصول تے شرم حیا عزم و جرات دے پیکر ہن
سب حلم، قناعت، علم، عمل، تقویٰ اخلاص دے مصدر ہن
سب عالم فاضل قائد ہن عدل و انصاف دے محور ہن
کُہسار ہن ثابت قدمی دے مرد میدان دلاور ہن
حق و باطل دے معرکے وچ ایہ ہک ہک بھاری لشکر ہن
جبریل! ایہ سوہنے سب کجھ ہن پر اس سردار دے نوکر ہن
ایہناں دتیاں ڈھیر ڈہائیاں ہن چا اُمتاں غرق کرائیاں ہن
اسؐ دشمن گود کھڈائے ہن اسؐ ہس ہس غیر اپنائے ہن
بھلا اج کوئی مشفق ہوندا اے بوجہل دے کان دی روندا ہے
جیہڑے دشمن جان دے ویری سن اسؐ کملی بیٹھ پناہیں دتیاں
جیہڑی گوڑا کرکٹ سُٹدی سی اسؐ ونج کے توڑ دوائیں دتیاں
جنہاں گل وچ کپڑا پا گھتیا اسؐ پچھلی رات صدائیں دتیاں
کوئی ہور چا اج دا ظرف وکھا جیں پتھر جھل کے دعائیں دتیاں
میکوں آکھنا پئے گیا محبوبؐ توں بے شک کجھ قیام دی کر
ایہ ویکھ ناں! سوزش پیراں تے کوئی لحظہ تے آرام دی کر
جبریلاؑ رُتبے سوکھے نہیں کر کے دکھلانا پیندا ہے
نیندروں جگوانا دور دی گل زوری سوانا پیندا ہے
یعقوبؑ دی اکھیاں دی شبنم، لحن داؤدی دی سنگم، یوسفؑ دی تصویری البم
لقمان دی حکمت دا مرہم، عیسیٰؑ دا دم بن باپ جنم، کواری تے پاکیزہ مریم
سر کرتا اسماعیلؑ دا خم نہ بیٹھ چھری دے مارنا دم، ما ہاجرہ دا کہنا زم زم

جد امجد دی تعمیر حرم، پل بھر وچ دینے توڑ صنم، نار نمرودی دے وچ گھم
فرعون تے موسیٰ دا باہم، جھولی دے وچ ہونا سنگم، اعصا دا بننا سپ یک دم
سلمان دی شاہی دی دھم دھم، جن و انسان اُتے پرچم، تخت بلقیس دی چھم چھم
ایوبؑ تے زکریاؑ دا غم، اصحاب کہفؓ دا جانا سم، نوحؑ دی کشتی توبہ آدم
القصہ جتنویں بندیاں تے میں جتنا کرم کمائی رکھیائے
سب کھیل ہا اوہدیؐ آمد دا میں خالق شغل بنائی رکھیائے
جبریل ایہ گل نہیں اوبلے دی ناں جھگڑے دی ناں رولے دی
ایہ کملی دنیا ہے ساری جو ریس کریندی ڈھولےؐ دی
میرے ہجر دے وچ جے رو رو کے من ٹھاردا چولا پُہندا ہے
دل نال ہے دل نوں واہ ہوندی میرا دل وی بہوں کجھ گھسدا ہے
جبریلاؑ شاناں والا ہیں تیری عرشاں تے سرداری ہے
پر یاد رکھیں تیری شان دی حد ایہدےؐ در دی پہرے داری ہے
توں ہیں میرا پیغام رساں اس مُہدے کیتے سجدا ہیں
پر اسؐ دا درزی جد بنیا ئیں مینوں ہور پیارا لگدا ہیں
سردار آخر سردار ہوندن
میرا کون ہے ہور میں کے کرنن
جتنا لُوا سکدائیں لُوا اج آمد کملی والےؐ دی
جبریلاؑ عرش نوں خوب سجھا اج آمد کملی والےؐ دی

----------o----------

سپیرئیر ایلمنٹری اسکول (منظور شدہ)
کوٹ عیسیٰ شاہ تحصیل جھنگ
زیر نگرانی: ملک امیر عبداللہ کھوکھر فون-12-0471-823409

حکمت المصطفیٰ ہاشمی ایڈووکیٹ

سَلام

معصوم ظلم سہہ کے بھی خیموں میں تھے مکیں
سب کچھ لٹا دیا تھا جھکائی نہ تھی جبیں

وہ قہر تھا کہ پینے کو پانی بھی نہ ملا
مظلوم پھر بھی اپنے مؤقف سے نہ ہلا

نانا کے دین کے لئے سب کچھ گنوا دیا
لوحِ جہاں سے نام عدو کا مٹا دیا

کرب و بلا کا ذکر ہو کوزے میں کیسے بند
نرغے میں جابروں کے حُسینی فقط تھے چند

صابر نے حفظِ دین کی خاطر ہے خدنگ
اسلام کو دیا ہے حُسینی لہو کا رنگ

-----0-----

ادا ریہ

ریفرنڈم میں جنرل پرویز مشرف کا بھرپور ساتھ دیں گے

سلطان غلام میراں (چیئرمین پرویز مشرف اتحاد گروپ جھنگ)

صدر جنرل پرویز مشرف بلاشبہ اعلیٰ اوصاف اور بے پناہ خوبیوں کے مالک ہیں جن پر پوری قوم بے پناہ اعتماد کرتی ہے اور آج پوری قوم کو ان کی بہت ضرورت بھی ہے۔ ریفرنڈم میں ہم جنرل پرویز مشرف کی بھرپور طریقے سے حمایت کر کے ان کو کامیاب کریں گے۔ چونکہ صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے ملک میں بے پناہ ترقیاتی منصوبہ جات لانچ کئے ہیں۔ ملک میں نیا بلدیاتی نظام حکومت ضلعی حکومتوں کی شکل میں متعارف کروایا ہے جو آج پورے ملک میں بڑے اچھے طریقے سے چل رہا ہے۔ اقتدار کی کرسی نچلی سطح سے عوام کو منتقل کی ہے۔ حالیہ بلدیاتی انتخابات میں ہمارے پرویز مشرف اتحاد گروپ نے سیاست میں عملی کردار ادا کر کے روایتی سیاست دانوں کی نیندیں حرام کر دیں۔ اور ان کو ہر غریب اور امیر کے دروازوں پر خود جا کر ووٹ مانگنے پر مجبور کیا۔ جو نام نہاد وڈیرے اپنے ڈیروں پر بیٹھ کر انگلی کے اشارے پر سارے علاقے کی عوام کو زبردستی اپنے حق میں ووٹ کاسٹ کرنے پر مجبور کرتے تھے۔ ہمارے جنرل پرویز مشرف اتحاد گروپ نے ان کی اس منفی اور جارحانہ پالیسیوں کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔ صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کی حکیمانہ پالیسیوں کی وجہ سے ملک کا وقار خارجی سطح پر بلند ہوا اور آج پاکستان دنیا کے نمبر ون ممالک کی صفوں میں کھڑا ہے۔ 11 ستمبر کے واقعہ کے بعد ملک پر بڑے بڑے کٹھن حالات سے گزرنا پڑا جن کو صدر پاکستان نے اپنی حکمت عملی سے حل کیا اور وطن عزیز کو ہر قسم کی تباہی سے بچایا۔ غریب عوام کو جینے کا سلیقہ سکھایا۔ اور غاصبوں سے اپنا حق لینے کا طریقہ بتایا۔ کڑے احتساب کے ذریعے کرپٹ عناصر سے قوم کے اربوں ڈالر ان کے پیٹ چاک کر کے نکالے۔ جس سے ملکی معیشت کو سنبھالا ملا۔ ان کی اسی پالیسی کی وجہ سے ملک کے بے شمار قومی دولت لوٹنے والے مگرمچھ ملک کو چھوڑ کر ملک سے باہر نکل گئے۔ کہاں گیا ان نام نہاد قائدین کا عوام دوست ہونا۔ اور اپنے آپ کو عوامی نمائندہ ثابت کرنا۔ جنرل پرویز مشرف نے بے نظیر بھٹو اور نواز شریف کے پاکستان آنے کے بارے میں چہ میگوئیاں ختم کر کے عوام کو ایک نئی راہ دکھائی ہے۔ چونکہ بقول جنرل صاحب اگر ان لوگوں کا ملکی سیاست میں کوئی عمل دخل ہوتا یا انہیں پاکستان سے کوئی ہمدردی ہوتی تو آج کوئی دوبئی اور کوئی سعودی عرب نہ بیٹھتا۔

لیکن ایسا نہیں ہے چونکہ ان کو نہ تو ملک کے ساتھ اور نہ ہی ملک کی معصوم اور سادہ لوح عوام کے ساتھ کوئی دلچسپی تھی نہ ہے اور نہ ہوگی۔ اگر انہیں محبت تھی۔ ہے اور ہوگی تو عوام کا خون چوسنے سے قوم

کو قرضوں تلے دبانے سے اور ان کا پیسہ ہڑپ کرنے سے۔ تو آج ہم کیوں نہ کہیں

محرومیوں کے دور میں کن حسرتوں کے ساتھ
ہم پتھروں کے دل میں خدا ڈھونڈتے رہے

اے اہل وطن! آج بھی وقت ہے کہ قوم جنرل پرویز مشرف کی قیادت میں ہوش کے ناخن لو اور اپنے لیے مخلص اور غیر مخلص میں تفریق کرو۔ ہماری ایک گذارش ہے کہ حکومت ریفرنڈم والے دن جتنے زیادہ پولیس اسٹیشن آبادیوں کے قریب ترین بنائے گی اتنے ہی زیادہ ووٹر اپنے محبوب قائد جنرل پرویز مشرف کو ووٹ کاسٹ کر سکیں گے۔ چونکہ صدر پاکستان نے اپنے حالیہ خطاب میں خود فرمایا ہے کہ وہ ریفرنڈم والے دن ووٹرز کو زیادہ سے زیادہ سہولیات دیں گے۔ یہی نہیں بلکہ جنرل پرویز مشرف نے ملک سے فرقہ واریت جیسی لعنت کا خاتمہ کر کے قوم پر عظیم احسان کیا ہے۔ چونکہ ایک طرف تو ہم توحید باری تعالیٰ اتباع محمدیؐ محبت اہلبیت اطہارؓ وصحابہ کرامؓ واولیاء اللہ کا دم بھرتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف سنیت اور شیعیت جیسی سطحی چیزوں کے پرچار کی خاطر ایک دوسرے کا قتل عام کر رہے ہیں۔ جس کی اسلام ہرگز ہرگز نفی کرتا ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں سارے مسلمان بھائی ہیں۔ جنرل صاحب نے ایسی انتہا پسند تنظیمات پر پابندی عائد کر کے اسلام کی حقیقی معنوں میں خدمت کی ہے اور مسلمانوں کو آپس میں مل جل کر رہنے کا درس دیا ہے جنرل پرویز مشرف کی مثبت پالیسیوں کے نتائج سامنے آ رہے ہیں۔ اس لئے ان کے انقلابی اقدامات کا تسلسل وقت کی ضرورت بن چکا ہے۔ ان کا زیادہ سے زیادہ اقتدار میں رہنا ملک اور قوم کی بہتری ہوگی (ان شاء اللہ)۔ ہمارا جنرل پرویز مشرف اتحاد گروپ ریفرنڈم میں بھی صدر مملکت کا بھرپور ساتھ دے کر ان کو کامیاب کرے گا ہم نام نہاد سیاسی لیڈروں اور قبضہ گروپوں کی ہر ممکن حوصلہ شکنی کریں گے آئیے ہم سب صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان جنرل پرویز مشرف کا دست وبازو بن کر

اپنی محنت سے، اپنی ہمت سے، گردش وقت کو غلام کریں
اب تو ہو ختم دور نو میدی، اب تو جینے کا اہتمام کریں
اب تو بدلیں نظام فرسودہ، اب تو پیدا کوئی مقام کریں
امن عالم بہت ضروری ہے امن عالم کا اہتمام کریں
جو رہے نقش دل پہ صدیوں تک، کوئی ایسا عظیم کام کریں
چاند نکلا ہے ابر سے رفعت، اب نہ روشن چراغ شام کریں

پاکستان پائندہ باد

--------0--------

جنرل پرویز مشرف تیری قیادت کو سلام

صدارت • مبارک

ہو

منجانب

صاحبزادہ سلطان غلام میراں

چیئرمین پرویز مشرف اتحاد گروپ جھنگ وسابق ایم پی اے بلوچستان

Striving Son of Pakistan

General Pervez Musharraf

Sahibzada Sultan Ghulam Miran

General Pervez Musharraf was born in Dehli on August 11, 1943. He s the IInd of three brother. He spent his early childhood in Turkey (1949 to 1956) owing to his father's deputation in Ankara, and can consequently converse fluently in Turkish. Upon return to Pakistan General had his education in Saint Patrick's High School, Karachi and Forman Christian college, Lahore.

General Pervez Musharraf joined the Pakistan Military Academy in 1961 and was commissioned in an Artillery Regiment in 1964. He saw action in the 1965 War as a young officer and was awarded Imtiazi Sanad for gallantry. He later volunteered and served for seven years in the Special Services Group (SSG) "Commandos". He also Participated in the 1971 War as a Company Commander in a Commando Battalion.

A graduate of Command and Staff College, Quetta and the National Defence College, General Pervez Musharraf also distinguished himself at the Royal College of Defence Studies, United Kingdom.

During his illustrious military career, General Musharraf accumulated a diverse command experience. He not only had the privilege to command two self-propelled artillery Regiments as a Lieutenant Colonel but also later had the distinction of commanding an Infantry Brigade as well as an Armored Division artillery as a Brigadier. On promotion to the rank of Major General on 15 January, 1991, he was given the command of an Infantry Division and later of a prestigious strike Corps as Lieutenant General on 21st October, 1995.

Aside from command experience, the General served on important staff and instructional appointments during his career. These include Deputy Military Secretary, Member of Directing Staff both at the Command and Staff College, Quetta and at the National Defence College, Rawalpindi. He served as Director general Military Operations at the General Headquarters from 1993 to 1995.

General Pervez Musharraf was promoted to the rank of General on 7 October, 1998 and appointed Chief of Army Staff. He was given the additional charge of Chairman Joint Chiefs of Staff Committee on 9 April, 1999. Since 12th of October, 1999, he has been performing his duties as a Chief Executive of Pakistan. He continues to hold the office of Chief of Army Staff and Chairman Joint Chiefs of Staff Committee.

He married Sehba Farid, on 27th December, 1968. They have two children, a son and a daughter, both now married and settled in their respective lives. General and

Mrs. Musharraf are grandparents by virtue of their grand daughter, Maryam, from daughter, Ayla.

He is a keen sportsman and spends his leisure time playing squash, badminton of golf. From his college years, he has retained his keen interest in water sports such as canoeing and sailing. An avid reader, General Musharraf is particularly well versed in Military History.

General Pervez Musharraf said, my real role model is Mohammad Ali Jinnah, Pakistan's founder, who envisaged a modern, secular Muslim state. Yet last year when President Musharraf tried to overturn Pakistan's draconian blâsphemy laws, often used by Muslims fundamentalists to silence liberals, he had to backdown. "Yes, I backtracked on it, because I want to bring economic stability and did not want to open too many fronts". He says, "These are very, very sensitive issue".

President Musharraf is Touchy when his democratic credentials are chalenged. He pledges to hold parliamentary election in October, but also plans to remain in place, as President. "I brave to do it not just for any sake, but for the sake of the nation".

He says the corruption plagued civilian gouts that preceded his were not "Correct democracy" which is what he hopes to murture. Many Pakistani's agree that Sharif regime, and before that the Government of Benazir Butto, were disastrous. (Interview in Nation with news week dated 22 Jan. 2002)

Musharraf is clearly a man of many qualities, off-course, I pray for more success in his life.

------------0------------

فرزندِ مشرق: جنرل پرویز مشرف

صاحبزادہ سلطان غلام میراں

اس کی امیدیں قلیل　　اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب　　اس کی نگاہ دل نواز
نرم دم گفتگو　　گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو　　پاک دل پاک باز

جنرل پرویز مشرف 11 اگست 1943ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کی ملازمت کے سلسلہ میں انہوں نے اپنا بچپن 1949ء سے 1956ء تک انقرہ (ترکی) میں گزارا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ترکی زبان بڑی روانی سے بول سکتے ہیں۔ ترکی سے واپسی پر آپ نے سینٹ پیٹرک ہائی سکول کراچی اور پھر ایف سی کالج لاہور میں تعلیم حاصل کی۔ جنرل پرویز مشرف نے 1961ء میں پاکستان ملٹری اکیڈمی میں شمولیت کی اور 1964ء میں انہیں کمیشن ملا۔ انہوں نے 1965ء کی ہند و پاک جنگ میں بطور جوان افسر کے اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کیا جس کیلئے انہیں بہادری کی سند امتیاز سے نوازا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے سات سال تک سپیشل سروسز گروپ (ایس ایس جی) کمانڈوز میں رضا کارانہ خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے 1971ء کی جنگ میں کمانڈو بٹالین میں کمپنی کمانڈر کی خدمات سرانجام دیں۔

کمانڈ اینڈ سٹاف کالج کوئٹہ اور نیشنل ڈیفنس کالج کے گریجوایٹ جناب جنرل پرویز مشرف نے رائل کالج آف ڈیفنس سٹڈیز یونائیٹڈ کنگڈم میں اپنی بھرپور صلاحیتوں کا اظہار کر کے اپنے آپ کو نمایاں رکھا۔

اپنی شاندار ملٹری کی زندگی کے دوران جنرل پرویز مشرف نے مختلف النوع قائدانہ تجربات حاصل کئے۔ انہیں نہ صرف بطور لیفٹیننٹ کرنل ’’خود کار توپ خانہ بریگیڈ‘‘ کی سربراہی کا شرف حاصل ہوا بلکہ بطور بریگیڈیئر انہیں پیدل بریگیڈیئر اور مسلح ڈویژن کی کمان کا موقع بھی ملا (جہاں ان کی سپاہیانہ صلاحیت شک وشبہ سے بالا رہی)۔ 15 جنوری 1991ء کو میجر جنرل کے عہدہ کی ذمہ داریاں ملنے پر انہیں توپ خانہ ڈویژن کی کمان ملی اور پھر 21 اکتوبر 1995ء کو لیفٹیننٹ جنرل کے طور پر انہیں سابقہ شاندار کارناموں کی وجہ سے تعینات کیا گیا۔

جنرل صاحب کو قائدانہ تجربات کے علاوہ اپنی ملٹری کی زندگی کے دوران اعلیٰ اہم عہدوں جیسا کہ سٹاف کو تعلیمی ہدایات دینے کی ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ ان عہدوں میں ملٹری ڈپٹی سیکرٹری اور سٹاف کالج کوئٹہ اور نیشنل ڈیفنس کالج راولپنڈی میں اعلیٰ خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے 1993ء سے 1995ء تک جنرل ہیڈ کوارٹرز میں ڈائریکٹر جنرل ملٹری آپریشنز کی خدمات سنبھالیں۔ جنرل پرویز مشرف کو 7 اکتوبر 1998ء کو جنرل کے عہدہ پر ترقی دی گئی اور ساتھ ہی چیف آف آرمی سٹاف مقرر کیا گیا۔

9 اپریل 1999ء کو انہیں چیئرمین جوائنٹ چیف آف سٹاف کمیٹی کی اضافی ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ 12 اکتوبر 1999ء سے وہ چیف ایگزیکٹو پاکستان کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کے پاس چیف آف آرمی سٹاف اور چیئرمین جوائنٹ چیف آف سٹاف کمیٹی کا عہدہ بھی ہے۔

انہوں نے محترمہ صہبا فرید سے 27 دسمبر 1968ء کو شادی کی۔ ان سے دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہیں دونوں شادی شدہ ہیں۔ جنرل پرویز مشرف پر ان کی نواسی مریم کی وجہ سے نانا ابو کی ذمہ داریاں بھی ہیں۔ وہ ایک اچھے کھلاڑی ہیں اور اپنا فارغ وقت سکواش، بیڈمنٹن اور گالف کھیلنے میں صرف کرتے ہیں۔ کالج کے زمانے سے ہی انہوں نے پانی کے کھیلوں میں جیسا کہ کشتی رانی یا بادبانی کشتی چلانے میں گہری دلچسپی لی ہے۔ کتابیں پڑھنے کے شائق اور ایک اچھا قاری ہونے کے ناطے وہ ملٹری کی تاریخ میں ماہر ہیں۔

جنرل پرویز مشرف قائداعظم محمد علی جناح کو اپنی زندگی کی رہنمائی کیلئے ماڈل قرار دیتے ہیں

جنہوں نے ایک جدید سیکولر مسلم ریاست کا تصور دیا۔ تاہم پچھلے سال جب صدر پرویز مشرف نے پاکستان میں مذہبی طور پر منافرت پھیلانے اور کافر قرار دینے کے عمل پر جو اکثر مسلمان بنیاد پرست استعمال کرتے تھے پابندی عائد کی۔

اس اقدام کو تمام طبقوں نے سراہا اور صدر پرویز مشرف کی جرات کو سلام کیا۔ انہوں نے کہا ’’کیونکہ میں معاشی استحکام لانا چاہتا ہوں اور بہت سے محاذ نہیں کھولنا چاہتا‘‘ وہ کہتے ہیں ’’یہ بہت ہی حساس معاملات ہیں‘‘۔

صدر پرویز مشرف بہت جذباتی ہو جاتے ہیں جب ان کی جمہوری اقدار کو چیلنج کیا جاتا ہے انہوں نے اکتوبر 2002ء میں پارلیمانی الیکشن کروانے کا وعدہ کیا لیکن وہ حکومت میں بطور صدر رہنے کا منصوبہ بھی رکھتے ہیں (جو پاکستان کے استحکام کیلئے اشد ضروری ہے اور عوام کی خواہشات کا آئینہ دار بھی)

وہ کہتے ہیں ’’مجھے یہ کام اپنے لئے نہیں لیکن صرف قوم کیلئے کرنا پڑتا ہے‘‘۔ وہ کہتے ہیں کہ ’’بدعنوانی کے نتیجے میں آئی ہوئی پہلی سول حکومت صحیح جمہوری حکومت نہیں تھی‘‘۔ جس کی وہ خود نشوونما کرنا چاہتے ہیں۔ کئی پاکستانی اس پر متفق ہیں کہ نواز شریف حکومت اور بے نظیر بھٹو کے عہد تباہ کن تھے۔ (یہ انہوں نے اخبار دی نیشن اور نیوز ویک کو 22 جنوری 2002ء کو انٹرویو کے دوران بات کی)

پرویز مشرف واضح طور پر ایک اعلیٰ خوبیوں کے حامل صدر ہیں جن پر قوم مکمل اعتماد کرتی ہے ماسوائے چند اقتدار کے بھوکے پرانے سیاستدان جو اپنے ذاتی مفادات کی خاطر قوم کو گہرے اندھیروں میں دھکیلنا چاہتے ہیں وہ اپنے ماضی پر اور اپنے کالے دھندوں پر اب بھی پریشان نہیں۔ خدا انہیں ہدایت دے لیکن ایسا نظر نہیں آتا۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ صدر پرویز مشرف کو زندگی میں اور کامیابیاں عنایت فرمائے اور پاکستان کے استحکام کیلئے اللہ تعالیٰ ان پر خاص عنایات کرے۔ وہ اس وقت قوم کے روشن مستقبل کے ضامن ہیں اپنی ملت اور مملکت کا درد رکھتے ہیں۔ موجودہ ابتلا کے دور میں انہوں نے پاکستان کا نام اقوام عالم میں بلند کیا اور کٹھن وقت میں پاکستان کو عالمی سیاست کا محور بنا دیا۔ خدا انہیں ایسے جذبوں سے نوازے جو پاکستان کی بقاء اور نیک نامی کے ضامن ہوں۔ (آمین)

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

----------0----------

جنرل پرویز مشرّف: ارضِ پاکستان کے تحفظ کی ضمانت

ناصر سلطان خان

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

جنرل پرویز مشرف افواج پاکستان کے انتہائی باصلاحیت، دلیر اور فن حرب کے ماہر سپہ سالار ہیں۔ جنہوں نے اپنی پیشہ ورانہ مہارت اور بے مثال استعداد کا پوری دنیا میں لوہا منوایا۔ وہ حلقہ یاراں میں بریشم کی طرح نرم اور رزم حق و باطل میں فولاد کی مانند ہیں۔ اب تو انہوں نے ملکی سرحدوں کی حفاظت، بین الاقوامی حالات سے نمٹنے اور داخلی امور کو کنٹرول کرنے کے جو اقدامات کیے ہیں، یقیناً قابل ستائش ہیں۔

جنرل پرویز مشرف 11 اگست 1943ء میں نئی دہلی میں پیدا ہوئے۔ پاکستان بننے کے بعد ان کا خاندان ہجرت کرکے پاکستان آ گیا۔ ابتدائی تعلیم کراچی میں حاصل کی۔ وہ بچپن ہی سے ہونہار تھے۔ انہوں نے 1964ء میں فوج میں کمیشن حاصل کیا اور کاکول کی ملٹری اکیڈمی سے تربیت حاصل کرنے کے بعد آرٹلری رجمنٹ میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ 1965ء کی جنگ میں کھیم کرن کے محاذ پر لڑائی میں حصہ لیا اور بے مثال بہادری کے جوہر دکھانے کے صلے میں انہیں ...

حاصل ہوئی۔ ہر طرف اپنی بہادری کی دھاک بٹھا دی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے فوجی و عسکری حلقوں میں اُن کی فقید المثال جنگی حکمت عملی کو رشک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اسی بنا پر اُن کو متعدد فوجی اعزازات سے نوازا گیا۔

1971ء میں بنگلہ دیش کی علیحدگی سے پہلے وہ کمانڈوز ایلیٹ ملٹری سپیشل سروسز گروپ کے ممبر تھے۔ وہ دورانِ ملازمت اہم جگہوں اور مشاورتی عہدوں پر فائز رہے۔ انہوں نے مسلح فوجی ڈویژنوں اور انفنٹری بریگیڈ کی بھی کمانڈ کی۔ لیفٹیننٹ جنرل بننے کے بعد وہ منگلا میں تعینات رہے۔ اکتوبر 1998ء میں وہ افواج پاکستان کے سربراہ کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے اور اپنی جرات مندانہ قیادت کے اعجاز سے پاک فوج کو نہ صرف قوت، عظمت اور فنی مہارت کی رفعتوں تک پہنچایا بلکہ ارض پاک کو ناقابل تسخیر بنا کر اپنے تدبر، رعب اور ہیبت سے دشمن پر لرزہ طاری کر دیا۔ اور آج بھی اُن کی شخصیت سے دشمن کی صفوں میں کھلبلی مچ جاتی ہے۔

پاکستان 14 اگست 1947ء کو معرض وجود میں آیا۔ اس وقت اس نئی مملکت کو بے شمار مسائل کا سامنا تھا۔ معاشرتی، سیاسی و اقتصادی حالات ابتر تھے۔ بھارت کے ساتھ لگ بھگ 1600 کلومیٹر کا بارڈر مشترک تھا اور یہ کہ بھارت نے پاکستان کو روز اول سے آج تک تسلیم بھی نہیں کیا۔ ملک دو حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ جس کے درمیان کم و بیش ایک ہزار میل کا فاصلہ تھا۔ ریاست حیدر آباد، جونا گڑھ، ریاست کشمیر پر قبضہ پاکستان کے اقتصادی اور عسکری اثاثہ جات روکنا ہندو ذہن کا نقطہ کمال تھا۔ کشمیر میں بھی عملی طور پر جنگ چھڑ چکی تھی۔ افواج پاکستان منتشر اور ناگفتہ بہ حالت میں تھیں۔ نظم و نسق اور جنگی ساز و سامان بھی بہت کم تھا۔ ان خیالات میں ہندوستان نے پاکستان کے بارڈرز پر فوجیں جمع کر دی تھیں۔ ملکی دفاع کی سب سے زیادہ ذمہ داری مسلح افواج پر عائد ہوتی تھی۔ جب بھی وطن عزیز پر کوئی بھی مشکل گھڑی آئی۔ جس میں خواہ کشمیری بھائیوں کی مدد ہو یا افغانستان کا مسئلہ، بوسنیا، چیچنیا یا فلسطین کی آزادی کا معاملہ ہو۔ قوم کی نظریں ہمیشہ افواج پاکستان پر جا ٹھہریں۔

پاک فوج ہمیشہ قومی اتحاد، ہم آہنگی، شان و شوکت اور سربلندی کی علامت رہی ہے۔ آسمانی، زمینی یا ناگہانی آفات ہوں۔ کوئی پل یا ڈیم تعمیر کرنا ہو۔ نہروں کی بھل صفائی کا کام ہو۔ بجلی چوری کی روک تھام مقصود ہو۔ افواج پاکستان یہ ذمہ داری خوش اسلوبی سے نبھاتی ہیں۔ پاک فوج ہی ملک کے تمام اداروں میں سب سے زیادہ منظم اور تربیت یافتہ ادارہ ہے۔

جنرل پرویز مشرف نے 12 اکتوبر 1999ء کو پاکستان کی بگڑتی ہوئی صورت حال کو کنٹرول

کرنے کے لئے ملک کی باگ ڈور سنبھالی اور ایک دُور اندیش، مُصلح اور مدبّر سیاست دان کی طرح ملک کو بحران سے بچایا- فوج اور ملک کو بیک وقت چلانا واقعی ایک قابل ذہن کی دسترس میں تھا- امریکہ، برطانیہ جیسی استعماری طاقتوں سے بچانا اور بھارت جیسے ازلی دشمن کے ناپاک عزائم سے دور رکھنا جنرل پرویز مشرف جیسے دُور اندیش لیڈر کا کام تھا

مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لاتخف

جب روس کا افغانستان سے انخلا ہوا تو تاریخ نے پھر ایک مرتبہ اپنے آپ کو دُہرایا مجاہدین آپس میں لڑ پڑے- جنرل صاحب نے متحارک گرپوں کے درمیان صُلح کی پوری کوشش کی لیکن کوئی مثبت نتیجہ نہ نکل سکا اور پھر پردۂ غیب سے "طالبان" کا ظہور ہوا-

11 ستمبر 2001ء کو پینٹا گون اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر (امریکہ) کا واقعہ رُونما ہوا- امریکہ نے بے دریغ طاقت اور ہتھیاروں کا استعمال کیا- بھارت نے اس واقعہ میں پاکستان کو شامل کروانے کی ازحد کوشش کی مگر جنرل پرویز مشرف نے مثبت پالیسی اختیار کی اور مملکت خداداد پاکستان کو عالمی دہشت گردی میں شامل ہونے سے بچایا اور بین الاقوامی اتحاد میں شمولیت اختیار کر کے تاریخ کا رُخ بدل دیا- انہوں نے پاکستان کو اقوام عالم کی صف میں معزز و مفتخر کر دیا- پوری دُنیا میں پاکستانی قوم کی امن پسندی، روشن خیالی اور انسان دوستی کا ڈنکا بجنے لگا- دوست ممالک اور پاکستان کے غیور عوام کو اعتماد میں لے کر وہ مشکلات سے جس طرح عہدہ برآ ہوئے انہیں بجا طور پر مردِ بحران قرار دیا جا سکتا ہے اور تاریخ یقیناً ہر دور میں اُن کے نام کی تعظیم کرے گی-

جنرل پرویز مشرف کے دورِ حکومت کو اگر پاکستان اور امریکہ کا نقطۂ عروج کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا- اس بحران میں پاکستان نے صرف امریکہ سے نہیں بلکہ پوری مغربی دُنیا سے سیاسی و اقتصادی فوائد حاصل کیے اور اپنی کمزور اقتصادیات کو سہارا دیا-

اس وقت جب کہ بھارت نے اپنی ٹڈی دل فوج کا پاک سرحدوں پر ہجوم کر دیا ہے وہ اس خام خیالی میں مبتلا ہے کہ وہ اپنی بے سروپا باتوں اور کھوکھلے بیانات سے پاکستانی قوم کو مرعوب کر سکتا ہے تو یہ اس کی بھول ہے- جنرل پرویز مشرف کے جرات مندانہ موقف نے بھیتے پر واضح کر دیا ہے کہ جس طرح وہ اپنے تمام وسائل جنگی جنون میں جھونک رہا ہے پاکستان کی شیر دل افواج کا سیلِ رواں انہیں خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گا- پھر محمد غوری اور سلطان محمود غزنوی کی یاد ایک بار پھر تازہ ہو جائے گی- بلاشبہ جنرل پرویز مشرف تاریخ کے اسی تسلسل کی درخشاں علامت ہیں- پوری دُنیائے اسلام کو ان

پر ناز ہے-

بھارت پاکستان کو اپنے دباؤ میں رکھ کر کشمیریوں کی اخلاقی امداد بھی بند کرانا چاہتا ہے مگر جنرل پرویز مشرف نے پوری دنیا پر واضح کر دیا ہے کہ پاک فوج ہندوؤں کو ناکوں چنے چبوا دے گی- جنرل پرویز مشرف کی قیادت میں پاکستان کا بچہ بچہ نہ صرف وطن عزیز کا دفاع کرے گا بلکہ جارحیت کا منہ توڑ جواب دینے کے لیے کفن بردوش میدان عمل میں آ جائے گا جس سے دُشمن کو عبرت ناک انجام سے دوچار ہونا پڑے گا- پاکستان ایک امن پسند ملک ہے وہ کبھی جنگ میں پہل نہیں کرے گا مگر جارحیت کا ارتکاب کرنے والوں کو کیفر کردار تک پہنچانا اس کا مطمحِ نظر ہے- ہمارے ایٹمی اثاثے دُشمن کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے- پاکستان کی طرف اٹھنے والا ہر قدم روک دیا جائے گا اور ہر اٹھنے والا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا- افواج پاکستان دُشمن کی کسی بھی ممکنہ جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہے- پروپیگنڈے کا جواب پروپیگنڈے سے اور طاقت کا جواب طاقت سے دیا جاتا ہے- موجودہ حکومت ان دونوں میدانوں میں کامیاب نظر آتی ہے- جنرل پرویز مشرف نہ صرف میدان جنگ کے ماہر ہیں بلکہ میدان سیاست کے بھی شہسوار ثابت ہوئے ہیں-

ہوتا ہے مگر محنتِ پرواز سے روشن
یہ نکتہ کہ گردوں سے زمیں دور نہیں ہے

افواج پاکستان کو جنگی تیاریوں اور دفاعی چالوں میں دُنیا بھر کی افواج پر برتری حاصل ہے- جنرل پرویز مشرف نے پاک فوج کی تربیتی اکیڈمیوں کو معیار اور وقار کی اُس رفعت سے آشنا کیا ہے کہ دُنیا بھر میں اس کی مثال نہیں ملتی- اس وقت دُنیا کے بیشتر ممالک کے فوجی کیڈٹس ہماری فوجی تربیتی اکیڈمیوں میں فنون حرب سیکھ رہے ہیں- جنگ کسی بھی مسئلے کا حل نہیں ہوتا- جنرل پرویز مشرف کو بھی اس حقیقت کا ادراک ہے اسی لئے پاک بھارت کشیدگی کو ہر ممکن طور پر اعتدال پر لانے کی کوشش کر رہے ہیں-

سارک کانفرنس میں بھارتی وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی سے مصافحہ کرنا دونوں ممالک کے لئے امن و آشتی اور نیک خواہشات کا ایک پیغام نظر آتا ہے- جو کہ جنرل پرویز مشرف کے تدبر کی اعلیٰ مثال ہے-

کرم تیرا کہ بے جوہر نہیں میں
غلامِ طغرل و سنجر نہیں میں
جہاں بینی مری فطرت ہے لیکن
کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

جنرل پرویز مشرف نے پاکستان کا مقام عالمی سطح پر اجاگر کرنے کی ازحد کوشش کی ہے-

امریکہ کے صدر جارج ڈبلیو بش کی دعوت قبول کرتے ہوئے امریکہ کا دورہ کیا اور امریکہ سے اپنے تعاون کے ہاتھ بڑھاتے ہوئے نہ صرف اس سے مالی امداد حاصل کی بلکہ قرضوں سے بھی ہر ممکن جان چھڑوالی ہے۔ ان کا مذکورہ دورہ ہر لحاظ سے مثبت نتائج کا حامل رہا ہے۔ انہوں نے پاکستان کی خارجہ پالیسیوں کو ازسرِ نو تشکیل دے کر جاپان اور چین جیسے ممالک سے اپنے تعلقات کو مزید مضبوط کیا ہے۔

صدر جنرل پرویز مشرف نے پاکستان کی داخلی کیفیت کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ ظالم و سفاک اور استحصالی عناصر کی ریشہ دوانیوں کے باعث وطنِ عزیز میں لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا تھا۔ انہوں نے سخت احتساب کے ذریعے ضمیر فروش، وطن دشمن اور عوام دشمن لٹیروں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا اور لوٹی ہوئی قومی دولت اُن کی تجوریوں سے نکلوانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اُن کا یہ عظیم الشان کارنامہ لائق صد افتخار ہے۔ مذہبی اور فرقہ وارانہ تنظیموں پر پابندی لگا کر فرقہ واریت کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاکہ ملک میں بدامنی اور لاقانونیت کا خاتمہ ہو سکے۔ ضلعی حکومتوں کو قیام عمل میں لایا گیا جو کہ ترقی و خوشحالی کے لئے اچھا شگون ہے۔ ملک میں فوج کی زیرِ نگرانی مردم شماری کرائی تاکہ ملک میں ترقیاتی منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا جا سکے۔ اس کے علاوہ آئینی اصلاحات، پولیس کی اصلاحات، بحالی جمہوریت کے لئے اکتوبر میں عام انتخابات کا اعلان مشرف دورِ حکومت کے بہترین اقدامات ہیں۔

اسی کشمکش میں گذریں میری زندگی کی راتیں ۔۔۔ کبھی سوز و سازِ رومی، کبھی پیچ و تابِ رازی

صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے نہایت جانفشانی اور جذبہ ملی سے سرشار ہو کر ملک اور قوم کی کشتی کو طوفانِ حوادث سے بچا کر ساحلِ عافیت تک پہنچانے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ وطنِ عزیز پاکستان کی باگ ڈور اس وقت افواجِ پاکستان کے ہاتھ میں ہے جو کہ پورے خلوص اور وفاداری کے جذبے سے سرشار ہے یقین محکم ہے کہ پاک فوج ملک کے وقار اور سربلندی کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دے گی۔ آیئے ہم بھی اپنی باصلاحیت فوج کی بے پناہ صلاحیتوں کو تسلیم کرتے ہوئے پاکستان کو خوشحال بنانے میں اس کی مدد کریں۔

یہ بات برملا کہی جا سکتی ہے کہ چیف ایگزیکٹو آف پاکستان جنرل پرویز مشرف کی قیادت میں افواجِ پاکستان نے ملکی سالمیت، اصلی جمہوریت کی بحالی اور استحکامِ پاکستان کے لئے جس لائحہ عمل کا تعین کیا ہے اُس پر عمل پیرا ہونے سے یہ ملک دُنیا کی ساتویں ایٹمی قوت ہونے کے ساتھ ساتھ اہم ترین اقتصادی طاقت بن کر اُبھرے گا۔ جس کے واضح آثار ابھی سے دکھائی دینے لگے ہیں۔ ملکی زرِ مبادلہ کے ذخائر میں بے پناہ اضافہ اس بات کا واضح ثبوت ہے۔ صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے جس سفر کا

آغاز کیا ہے ہمیں اس میں اپنا بھرپور طریقے سے کردار ادا کرنا چاہیے اور قومی تعمیر و ترقی کی شمع فروزاں رکھنے کے لئے ہر قربانی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

اب ہوائیں ہی کریں گی روشنی کا فیصلہ ۔۔۔ جس دیئے میں جان ہوگی وہ دیا رہ جائے گا

ہماری دعا ہے کہ جنرل پرویز مشرف کا خواب جلد شرمندۂ تعبیر ہو اور قوم خوشحالی اور استحکام کی منزل تک پہنچے اور اللہ تعالیٰ اس سوہنی دھرتی کو قدم قدم آباد رکھے۔ (آمین)

---------o---------

مگھیانہ میڈی کیئر
(حق باھو گولڈ میڈلسٹ)
سرجن ڈاکٹر نیاز علی محسن مگھیانہ
ایم بی بی ایس۔ ایم ایس سی آنرز (یو اے ایف)
ماسٹر آف سرجری پنجاب ایف آئی سی (امریکہ)
سرٹیفائیڈ ان یورالوجی (امریکہ) (ڈبل گولڈ میڈلسٹ)
اوقاتِ کار
سول ہسپتال جھنگ۔ صبح 8 بجے تا 2 بجے دوپہر
کلینک۔ موسم سرما۔ شام 4 بجے تا رات 10 بجے
موسم گرما۔ شام 6 بجے تا رات 10 بجے
ڈاکٹر بلقیس مگھیانہ گائنا کالوجسٹ و الٹرا ساؤنڈ سپیشلسٹ
ڈاکٹر اعجاز مگھیانہ ماہر امراضِ چشم
اسی کلینک پر مریض چیک کرتے ہیں
Clinic: 0471-614191-621191-2891, Res: 614342-622991, Off: 613062-613936
نوٹ۔ مگھیانہ میڈی کیئر پر جمعرات کو شام کے وقت مستحق مریضوں کو مفت میں چیک کیا جاتا ہے
کلینک۔ مگھیانہ میڈی کیئر نزد ضلع کچہری بالمقابل قرطبہ کالج جھنگ

صاحبزادہ سلطان غلام میراں: خانوادۂ حضرت سلطان باھوؒ کا بطلِ جلیل

ناصر سلطان خان درانی

جھنگ کو حضرت سلطان باھوؒ کے مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت سلطان باھوؒ کے افکار کی ضیا پاشیوں سے علم وادب کی ترویج ہوئی اور کفر و جہالت کی تاریکیاں کافور ہوئیں۔ آپ کی اولادِ مبارکہ میں سے ہر دلعزیز شخصیت صاحبزادہ سلطان غلام میراں ہیں۔ جنہوں نے اپنے جدِ امجد حضرت سلطان العارفین سلطان باھوؒ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دینی و دُنیاوی خدمات سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ علم وادب کی شمع کو فروزاں کیا ہوا ہے۔

☆ صاحبزادہ سلطان غلام میراں 1935ء میں بلوچستان کے علاقے جھٹ پٹ میں پیدا ہوئے۔

☆ دینی تعلیم اوستا محمد کے ایک مدرسہ میں حاصل کرنے کے بعد اوستا محمد ہی کے سکول میں داخلہ لیا۔

☆ 1953ء میں اوستا محمد بلوچستان سے میٹرک کا امتحان امتیازی نمبر لے کر پاس کیا۔

☆ گورنمنٹ ڈگری کالج کوئٹہ سے F.Sc کرنے کے بعد امین الدین میڈیکل سکول میں داخل ہوئے۔

☆ میڈیکل فائنل ایئر میں ٹرین اور بس کے حادثہ میں شدید زخمی ہوئے۔

☆ دو سال کا عرصہ ہسپتال میں گزارنے کے بعد میڈیکل کی تعلیم کو مکمل کیا۔

☆ 1960ء میں سرکار غوث الاعظمؓ کے دربار گوہر بار بغداد شریف حاضری دینے کے بعد اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔

☆ اوستا محمد سے 40 میل دور ایک دیہات میں میڈیکل کی پریکٹس شروع کی جو بہت کامیاب رہی۔

☆ 1965ء میں ایوب خان کے دورِ حکومت میں غریب عوام سیاست میں آئے اور 1988ء تک سیاسی میدان میں شکست نہ ہوئی۔

☆ آپ نے ضلع کونسل سے اپنی سیاست کا آغاز کیا اور بالآخر بلوچستان صوبائی اسمبلی کے ممبر بنے۔

☆ یونین کونسل اور میونسپل کمیٹی کے چیئرمین مسلسل رہے۔

☆ ایوب خان کی دورِ حکومت میں "نیپا" ٹریننگ لاہور میں کرنے کے بعد آپ کے سرکاری طور پر بیروت "امریکن یونیورسٹی" میں ایڈمنسٹریٹر کی تربیت کے لیے بھیجا گیا۔

☆ ایوب خان کے دورِ اقتدار میں ہی آپ کو ایڈوائزر لینڈ ریفارم مقرر کیا گیا۔ آپ نے سب ڈویژن نصیر آباد بلوچستان کے تمام ہاریوں کو زمینیں الاٹ کروائیں جس کے لیے علاقہ مذکورہ کے عوام آج تک آپ کے مداح ہیں۔

☆ آپ نے اپنے دورِ سیاست میں صحت اور تعلیم کو اولیت دی۔

☆ تعلیم کے حوالے سے حق باھو ہائی سکول اوستا محمد اور دینی مدارس جو کہ "حق باھو" مدارس کے نام سے مشہورِ زمانہ ہیں۔ آپ کے خدمات کے منہ بولتے شاہکار ہیں۔ اسی لئے نصیر آباد کے عوام آپ کو "نصیر آباد کا سرسید" کہتے ہیں۔

☆ ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت میں آپ عملاً سیاست میں خاموش رہے۔ چونکہ آپ کی سیاسی وابستگی عوامی نیشنل پارٹی سے تھی۔ لیکن چیئرمین ٹاؤن کمیٹی بدستور رہے۔

☆ ذوالفقار علی بھٹو نے جب خشکی کے راستے حج پر جانے کی اجازت دی تو آپ کا بسوں کا قافلہ "کوئٹہ ون" اول آیا۔ جس پر آپ کو حکومت کی طرف سے "حسنِ کارکردگی ایوارڈ" ملا۔

☆ 1984ء کی اولمپک میں اپنے سرکاری طور پر امریکہ کا دورہ کیا۔

☆ ماسوائے روس کے باقی پوری دنیا کے ممالک کی سیر کر چکے ہیں اور اب بھی آتے جاتے ہیں۔

☆ آپ نے 14 بار حج بیت اللہ کیا اور عمرے کی سعادت ہر سال حاصل کرتے ہیں۔

☆ آپ نے اپنی زندگی کے دس ماہ مسلسل کام کرنا اور دو ماہ سیر و سیاحت اور شکاریات میں گزارنے

اپنی عملی زندگی کا مشن بنا رکھا ہے۔

☆ آپ نے سیاسی میدان کو شکست کھا کر چھوڑنے کی بجائے چلتی سیاست کو خیرباد کہنا زیادہ موزوں سمجھا جو کہ آپ کی سیاسی زندگی کا تاریخی باب ہے۔ آپ کو دوران سیاست بھی شکست نہ ہوئی۔

☆ 1988ء میں آپ نے عملاً سیاست سے کنارہ کشی اختیار کی اور اپنی بلوچستان سمیت پنجاب میں زرعی اراضیات کی طرف توجہ دینے کے ساتھ ساتھ رفائی کاموں کو اولیت دی۔

☆ بلوچستان کے بعد جھنگ میں اپنی سماجی خدمات کے حوالے سے ممبر زکوٰۃ وعشر کمیٹی۔ ممبر زرعی مشاورتی کمیٹی۔ ممبر پاکستان بیت المال سکروٹنی کمیٹی رہے۔ جبکہ ضلعی ممبر بیت المال کمیٹی اور صدر انجمن بہبودِ مریضاں اب بھی ہیں۔

☆ رفائی کاموں کے حق باھُوؒ ویلفیئر سوسائٹی باقاعدہ طور پر رجسٹرڈ کروائی ہے جس کے پلیٹ فارم سے درج ذیل عملاً سرگرمیاں جاری ہیں۔

☆ غریب لوگوں کو دس دس مرلہ کے پلاٹ مفت میں دیئے ہیں اور بجلی بھی منظور کروا دی ہے تاکہ بچارے لوگ دربدر ٹھوکریں نہ کھائیں اور جاگیردارانہ نظام کی بھینٹ چڑھنے سے بچ جائیں۔

☆ علاقہ حق باھُو کالونی کے عوام کی سہولت کے لیے زراعت آفس، ڈاکخانہ اور فوڈ پرچیزنگ سنٹر منظور کروائے ہیں۔

☆ یہاں کے عوام کے بچوں کی تعلیم کے لیے مسجد مکتب منظور کروایا ہوا ہے۔ جس میں طلباء وطالبات کو کتب اور یونیفارم مفت دینے کے ساتھ ساتھ عیدین پر عید گفٹ دیتے ہیں اور سالانہ تعلیمی وظائف بھی۔

☆ صحت کے حوالے سے زچہ بچہ ہسپتال منظور کروایا ہے جو بہت جلد اپنا کام شروع کر دے گا۔ ہسپتال کے لیے جگہ اور عمارت حق باھُوؒ ویلفیئر سوسائٹی نے دی ہے۔ انہیں رفائی کاموں کی بناء پر ضلع جھنگ کی تمام رجسٹرڈ این۔ جی۔ اوز نے آپ کو اپنا ڈسٹرکٹ کوارڈینیشن کونسل کا چیئرمین منتخب کیا ہے۔

☆ اسلامی، علمی اور ادبی وملی سطح پر بین الاقوامی شہرت کے حامل مجلّہ "حق باھُوؒ ڈائجسٹ" کونسل کا چیئرمین منتخب کیا ہے۔

☆ اسلامی، علمی اور ادبی وملی سطح پر بین الاقوامی شہرت کے حامل مجلّہ "حق باھُوؒ ڈائجسٹ" کے ذریعے

فروغ علم وادب کے لیے کوشاں ہیں۔ مذہب، تاریخ، تصوف اور فنون لطیفہ کے سلسلے میں جدید عصری رجحانات کو بروئے کار لاتے ہوئے نئے افق کی جانب فکر ونظر کی مہمیز کر رہے ہیں۔ تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی نامور شخصیات کو حق باھُوؒ ویلفیئر سوسائٹی کی طرف سے ہر سال حق باھُوؒ گولڈ میڈلز، حق باھُوؒ میڈلز، حق باھُوؒ ایوارڈز اور حق باھُوؒ اسناد واعزاز عطا کرتے ہیں جو ان کی علم دوستی اور باھُوؒ پرستی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ یاد رہے کہ حق باھُوؒ گولڈ میڈلز زر خالص (خالص سونے) سے تیار کروائے جاتے ہیں۔

حالات کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر — مہر و ماہ انجم کا محاسب ہے قلندر

-----------0----------

توجہ فرمائیں!

Day and Night Urgent Service

اردو، انگریزی، عربی کی موٹی موٹی جسامت کی کتابیں اور مختلف مسودہ جات کی کمپیوٹر کمپوزنگ و ہر قسم کی ڈیزائننگ (معقول ریٹ پر)

حیدر کمپیوٹر کمپوزرز
اسلم مارکیٹ شہید روڈ نزد گل آرٹ سٹوڈیو
جھنگ صدر فون-623480

صاحبزادہ سلطان غلام میراں: ایک اولوالعزم شخصیت

سید اظہار حسین بخاری

خانوادۂ سلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کے ہونہار چشم و چراغ صاحبزادہ سلطان غلام میراں کی سدابہار شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں- اس نابغہ روزگار اور ہمہ جہت شخصیت نے عظیم روحانی پیشوا پیر بولان حضرت فیض سلطان رحمتہ اللہ علیہ کے گھر میں جنم لیا- زندگی کا ابتدائی حصہ بلوچستان ہی میں گذارا جہاں انہوں نے عملی سیاست میں بھرپور حصہ لیا اور مثالی کامیابیاں حاصل کیں- آپ بلوچستان کونسل کے رکن، وزارت تعلیم کے مشیر، میونسپل کمیٹی کے چیئرمین، ضلع کونسل کے وائس چیئرمین اور ایڈوائزر لینڈ ریفارمز نصیر آباد ڈویژن رہے- اتنے بڑے اور عالی وقار مناصب پر فائز رہنے والے سلطان غلام میراں درویشی، عاجزی و انکساری اور مہر و وفا کا پیکر ہیں اس مرد قلندر میں خلوص، محبت اور خدمت خلق کے جذبات آسمان کی بلندیوں کو چھو رہے ہیں- خدمت خلق کے جذبے سے سرشار سلطان غلام میراں اپنی زرعی اراضی کی دیکھ بھال کے لیے بلوچستان سے جھنگ تشریف لے آئے اور تھانہ اٹھارہ ہزاری کے علاقے میں حق باھو کالونی کے نام سے نئی بستی آباد کی- آپ کی جھنگ آمد سے شہر کے غریبوں، ناداروں اور محتاجوں کی تقدیر بدل گئی گویا بقول شاعر "آپ کیا آئے بہار آ گئی چمن میں" سلطان غلام میراں کا وجود لق و دق صحرا میں ٹھنڈی و تازہ ہوا کا جھونکا ثابت ہوا جو آج بھی

انسانیت کے لیے تسکین قلب کا سامان ہے- انہوں نے جھنگ کے محروم اور پسے ہوئے طبقے کو خندہ پیشانی سے گلے لگایا- اور چھ ایکڑ اراضی مین روڈ پر غریبوں کو مفت انتقال کرا دی تا کہ وہ اپنے گھر بنا سکیں- بجلی فراہم کرا دی تا کہ غریب بھی سکھ کا سانس لے سکیں- اُن کی رہائش گاہ غریبوں محتاجوں اور بے سہارا لوگوں کے لیے جائے پناہ بن گئی- اُن کی سماجی خدمات روز بروز بڑھتی گئیں اور وہ ضلع کی ہردلعزیز شخصیت بنتے گئے- اُن کی شاندار سماجی خدمات جہاندیدہ شخصیت، اعلیٰ و شستہ کردار و عمل اور ذہانت و معاملہ فہمی کی بدولت انہیں پنجاب میں بھی عزت و احترام اور قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے- انہیں اوصاف کی بدولت آپ کو ضلع جھنگ کی بیت المال کمیٹی، زکوٰۃ و عشر کمیٹی سمیت کئی اہم کمیٹیوں میں شامل کیا گیا- ان دنوں بھی انجمن بہبودی مریضاں ڈی ایچ کیو (DHQ) ہسپتال جھنگ کے صدر ہیں اور حق باھو ویلفیئر سوسائٹی رجسٹرڈ حق باھو کالونی خوشاب روڈ جھنگ کے پلیٹ فارم سے سماجی و فلاحی خدمات سرانجام دے رہے ہیں- اُن کی سماجی خدمات کا احاطہ کرنا ممکن نہ ہے تاہم وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ اُنہوں نے اپنی زندگی اور وسائل عوام کی فلاح و بہبود کے لیے وقف کر رکھے ہیں انہوں نے حق باھو کالونی میں زچہ و بچہ ویلفیئر سنٹر کے لئے برلب سڑک لاکھوں روپے کی قیمتی 4 کنال اراضی متعلقہ سرکاری محکمے کو مفت دی ہے اور ہسپتال کے قیام کے لیے بھی پلاٹ فری دینے کا اعلان کر دیا ہے- اُنہوں نے گذشتہ سال 2000، میں سماجی خدمت کی نئی تاریخ رقم کی- اُنہوں نے ہزاروں مستحقین کو پاکستان بیت المال کی فوڈ سپورٹ سکیم کے تحت مالی امداد و دوائی امداد کی منظوری کے "اطلاع نامے" ہر مستحق کے دروازے تک پہنچائے دور دراز دیہی علاقوں اور صحرائے تھل کے دشوار گزار راستوں کی پرواہ کیے بغیر ہر مستحق کو اس کے گھر میں امداد پہنچائی- بے لوث جذبہ خدمت کی ایسی ہی بے شمار مثالوں نے انہیں قابل رشک مقام پر لا کھڑا کیا ہے اُن کی شاندار علمی، ادبی، سیاسی، صحافتی اور سماجی خدمات دوسروں کے لیے نمونہ عمل ہیں- آپ بلاشبہ دھرتی کا حسن ہیں اور یہ دھرتی ماتا اپنے اس عظیم و ہونہار فرزند پر بجا طور پر فخر کر سکتی ہے-

---------o---------

ملک مسعود اعوان

حق باھوؒ

فقر دے نگر دا سکندر ہیں باھوؒ   زمانے تے حق دا قلندر ہیں باھوؒ
روحانی مسائل دا لقمان توں ایں   حقیقت دے رازاں دا سلطان توں ایں
توںؒ معرفت دے خزانے دا گھر ہیں   باھوؒ توں کامل بعید النظر ہیں
باھوؒ تیرا وِرد رُوح دی غذا ہے   بیماراں نوں تیرا اشارہ شفا ہے
کُجیاں راہبر تے غمخوار توں ایں   خالق دی قُدرت دا شاہکار توں ایں
"مٹی نوں سونا" ہے تخلیق تیری   لازم ولیاں توں تصدیق تیری
چدتر تیرے در تے مُریدی ہے جہاتی   خُدا دی قسم ہے سنوردی حیاتی
والایا کدی تُجھیں نہ در توں سوالی   ہے تیرے کرم دا خزانہ مثالی
خزانہ ادب دا تیری تاجداری   راہسیں قیامت تائیں فیض جاری
اتھے خستہ حال آکے خوشحال بنڑدن   طالب تیرے در دے ابدال بنڑدن
تیرا ورد کامل ہے دل دی تسلی   پارس ہے تیری نظر دی تجلی
انج تیرا سایہ ہے احسان بنڑیا   تیری لُطف دا ہر فرد سُلطان بنڑیا

مسعودؔ نعت ہے تیری سلامی
ازادی توں بہتر ہے تیری غلامی

---------o---------

بمقام حق باھو کالونی خوشاب روڈ جھنگ

صوبائی وزیر محترمہ شاہین عتیق الرحمن پروفیسر مسز کوثر سلطانہ کو حق باھوؒ گولڈ میڈل دے رہی ہیں۔

بمقام حق باھو کالونی خوشاب روڈ جھنگ

صوبائی وزیر محترمہ شاہین عتیق الرحمن مسز شمیم سپرا (سنیئر ہیڈ مسٹرس ہائی سکول) کو حق باھوؒ ایوارڈ دے رہی ہیں۔

بمقام حق باھو کالونی خوشاب روڈ جھنگ

صوبائی وزیر محترمہ شاہین عتیق الرحمن ڈاکٹر محمد نسیم انصاری کو حق باھو گولڈ میڈل دے رہی ہیں۔

بمقام حق باھو کالونی خوشاب روڈ جھنگ

صوبائی وزیر محترمہ شاہین عتیق الرحمن معروف کمپیئر ظفر سعید کو حق باھو گولڈ میڈل دے رہی ہیں۔
جبکہ پیر سید محمد سراج گیلانی ساتھ نظر آرہے ہیں۔

دائیں سے بائیں۔ پیر سید محمد سراج گیلانی، صاحبزادہ غلام میراں اور ڈی۔جی سوشل ویلفیئر پنجاب تشریف فرما ہیں۔ جبکہ محترمہ مس شاہین عتیق الرحمن اپنے خیالات کا اظہار کر رہی ہیں۔

تقریب بسلسلہ جنرل پرویز مشرف فوڈ سپورٹ پروگرام بمقام حق باھو کالونی

صوبائی وزیر محترمہ شاہین عتیق الرحمن خواتین کو جنرل پرویز مشرف کی پالیسوں سے آگاہ کر رہی ہیں۔

سالانہ تقریب بسلسلہ تقسیم حق باھو ایوارڈز بمقام حق باھو کالونی خوشاب روڈ جھنگ

سٹیج پر دائیں سے بائیں۔ صاحبزادہ سلطان غلام میراں۔ محترمہ شاہین عتیق الرحمٰن۔

سالانہ تقریب بسلسلہ تقسیم حق باھو ایوارڈز بمقام حق باھو کالونی خوشاب روڈ جھنگ

سالانہ تقریب تقسیم ایوارڈز کے موقع پر حق باھو ایوارڈز میز پر نمایاں ہیں

لندن میں ایک ہوٹل کے سامنے

دائیں سے بائیں، سلطان غلام میراں، راجہ محمد بنارس، اور میر غفار خان جمالی

تقریب بسلسلہ جنرل پرویز مشرف فوڈ سپورٹ پروگرام بمقام حق باھو کالونی

دائیں سے بائیں، صوبائی وزیر محترمہ شاہین عتیق الرحمٰن، پیر سید محمد سراج گیلانی اور ڈی جی سوشل ویلفیئر پنجاب بیٹھے ہیں جبکہ سلطان غلام میراں سپاس نامہ پڑھ رہے ہیں۔

دائیں سے بائیں، محمد اسلم ترین (ایس ایس پی جھنگ)، عبید ربانی قریشی (ڈی سی جھنگ)
محترمہ شاہین عتیق الرحمٰن، سلطان غلام میراں اور پروفیسر ظفر سعید بیٹھے ہیں۔
نوٹ: سامنے میز پر (زرِ خالص) سے بنائے گئے حق باھُو گولڈ میڈلز رکھے گئے ہیں۔

تقریب بسلسلہ تقسیم حق باھُو گولڈ میڈلز بمقام حق باھُو کالونی

صاحبزادہ سلطان غلام میراں، صوبائی وزیر محترمہ شاہین عتیق الرحمٰن کو سندھی اجرک پہنا رہے ہیں
جبکہ ساتھ ڈی سی جھنگ عبید ربانی قریشی بیٹھے ہیں۔

تقریب بسلسلہ سنگ بنیاد حضرت فیض سلطان ہسپتال اوستا محمد بلوچستان

دائیں سے بائیں، صاحبزادہ سلطان غلام میراں، ڈاکٹر نور جہاں پانیزئی
(ڈپٹی چیئرمین سینٹ) اور جام غلام قادر وزیر اعلیٰ بلوچستان

بلوچستان دورے کے مشہور چار یار

دائیں سے بائیں، میاں محمد جمیل (ایڈیشنل چیف سیکرٹری پنجاب) ڈاکٹر شعیب سڈل
(آئی جی پولیس بلوچستان) سلطان غلام میراں اور شاہد رشید (سیکرٹری صنعت پنجاب)

وائٹ ہاؤس امریکہ کے سامنے

دائیں سے بائیں، سلطان غلام میراں، راشد محمدی اور میر غفار خان جمالی

لاس اینجلس امریکہ میں

دائیں سے بائیں، سلطان غلام میراں، میر غفار خان جمالی جبکہ
چوتھے نمبر پر میر ظفر اللہ خان جمالی بیٹھے ہیں۔

تقریب بسلسلہ تعزیتی اجلاس بیاد بیگم کشور عابد حسین بمقام اقبال ہال جھنگ

صاحبزادہ سلطان غلام میراں بیگم عابدہ حسین کو ان کی والدہ (مرحومہ) کی تصویر پیش کر رہے ہیں۔

تقریب بسلسلہ حلف وفاداری ضلعی ناظم بمقام ضلعی اسمبلی جھنگ

دائیں سے بائیں، صاحبزادہ سلطان حمید ضلعی ناظم اور چیئرمین ڈی سی سی این جی او ز جھنگ
صاحبزادہ سلطان غلام میراں

تقریب بسلسلہ حلف وفاداری ضلعی ناظم بمقام ضلعی اسمبلی جھنگ

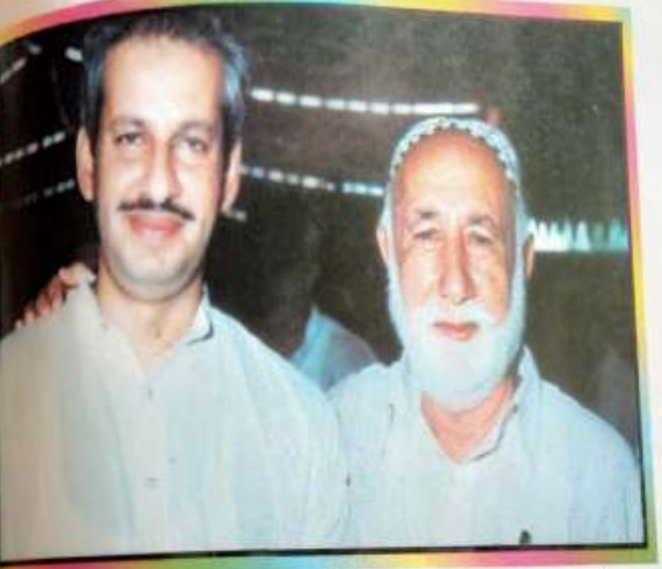

دائیں سے بائیں، ممبر ضلعی بیت المال کمیٹی صاحبزادہ سلطان غلام میراں اور ایس پی صاحبزادہ شہزاد سلطان

تقریب بسلسلہ چلڈرن میلہ بمقام پاک مکتب سوشل ویلفیئر جھنگ

سٹیج پر دائیں سے بائیں، صاحبزادہ سلطان غلام میراں، میاں غلام مرتضیٰ ارشد اور ناصر سلطان خان درانی

تقریب بسلسلہ دستار بندی صاحبزادہ نجیب سلطان بمقام دربار حضرت سلطان باھوؒ 22 مارچ 1993

صاحبزادہ سلطان غلام جیلانی اور ان کا چھوٹا بیٹا صاحبزادہ نجیب سلطان جس کی دستار بندی کی گئی۔

جھنگ میں ڈاکٹر سلطان الطاف علی کے ساتھ ایک تعارفی نشست

دائیں سے بائیں، سلطان غلام میراں، ناصر سلطان خان درانی، ڈاکٹر سلطان الطاف علی، پروفیسر ظفر سعید اور پیچھے پیر سید محمد سراج گیلانی نظر آرہے ہیں۔

تقریب بسلسلہ تعزیتی اجلاس بیاد بیگم کشور عابد حسین بمقام اقبال ہال جھنگ

دائیں سے بائیں۔ محترمہ سیدہ عابدہ حسین (حق باھوؒ ایوارڈ یافتہ) اور صاحبزادہ سلطان غلام میراں

سابق ایم پی اے بلوچستان

تقریب بسلسلہ تعزیتی اجلاس بیاد بیگم کشور عابد حسین بمقام اقبال ہال جھنگ

[illegible] اور پروفیسر فرخ گیلانی

تالاب کے پیسوں نے پیروں کے ایمان ہلا دیئے

صاحبزادہ سلطان غلام میراں آف خانوادہ حضرت سلطان باھوؒ

ہمت ہے تو پیدا کر فردوس بریں اپنا
مانگی ہوئی جنت سے ہے دوزخ کا عذاب اچھا

آج کل دربار حضرت سلطان باھوؒ پر گدی نشینی کا معاملہ عروج پر ہے اور تمام اولاد سلطانی اپنی اپنی
ت کے مطابق زور آزمائی میں مصروف حرب و ضرب ہیں۔ ہر ایک کی یہی تمنا ہے کہ جو پیسوں والا تالاب
بار حضرت سلطان باھوؒ کے احاطے میں ہے کسی نہ کسی طریقے سے میرے حصے میں آ جائے۔ چونکہ
قیدت مندان باھوؒ اسی مذکورہ تالاب میں لاتعداد رقم عقیدت کے طور پر پھینکتے ہیں۔ تو سمجھیں کہ معاملہ سجادہ
نی کا نہیں نوٹوں والے تالاب کے حصول کا ہے ورنہ سجادہ نشینی تو سابق سجادہ نشین حضرت سلطان غلام
یلانی رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے تقریباً 9 سال قبل اپنے سب سے چھوٹے بیٹے صاحبزادہ طیب سلطان کو
ے دی تھی۔ سجادہ نشینی کی اس تقریب میں خانوادہ حضرت سلطان باھوؒ کے تمام جملہ صاحبزادگان جو الا
شاء اللہ اب بھی زندہ حیات ہیں موجود تھے۔ جنہوں نے تقریب کے اختتام پر ایک دوسرے کو مبارک
دیں پیش کیں۔ اور علاقائی رسم و رواج کے طور پر پیسے بھی بانٹے گئے۔ مذکورہ تقریب کی فوٹو گرافی اس
ساری بات کا واضح ثبوت ہے۔ جو قارئین کرام کے سامنے زیر نظر شمارے میں ہے۔ اولاد سلطانی کے اس ہر
لحاظ سے منفی عمل پر مجھے یہ شعر یاد آیا۔

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا کہ جس کا ہے تو اک ٹوٹا ہوا تارا

آج جب کہ 9 سال بعد حضرت سلطان غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہم میں نہیں۔ تو ان کی وفات
کے فوراً بعد ساری اولاد حضرت سلطان باھوؒ گدی نشینی کے وارث بن کر میدان میں کود پڑے ہیں۔ بلکہ تقریباً
6,7 روحانی شخصیات نے تو خود کو سجادہ نشینی کا اصل اور ہر لحاظ سے جائز وارث ثابت کرنے کے لئے
عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹانے شروع کر دیئے ہیں۔ حالانکہ میں خود اولاد سلطانی کا عاجز ترین فرد ہوں۔
میں ہی مذکور ایک سجادہ نشینی کی تقریب میں بحکم چچا صاحبزادہ سلطان غلام جیلانیؒ پیش پیش تھا۔ فوٹو گرافی سے
عیاں ہے کہ سپاس نامہ بھی میں نے ہی پڑھا۔ جس میں اولاد سلطانیؒ کے علاوہ، پورے سندھ، بلوچستان،
سرحد اور پنجاب کے مریدین خاص موجود تھے حضرت سلطان غلام جیلانیؒ نے اپنی دستار مبارک اور سجادہ نشینی

کا وارث اپنے چھوٹے بیٹے کو مقرر فرمایا۔ اور تمام حاضرین کرام نے یک زبان بغیر کسی اعتراض کے آمنا
صدقنا کہا۔ پھر اپنی جدی پشتی رسم کی تکمیل کے لیے سب قدر آور شخصیات بچے کو ساتھ لے کر دربار شریف
کے اندر گئے۔ میں نے ہی اپنے ہاتھوں سے دستار مبارک مزار مبارک پر تبرکاً رکھ کر حضرت صاحبزادہ سلطان
غلام جیلانی کو دی۔ اور انہوں نے پھر وہی دستار مبارک اپنے چھوٹے بیٹے نجیب سلطان کو باندھی۔ دعا مانگی
گئی اور باہر آ کر ایک دفعہ پھر مبارک بادوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ چونکہ ان دنوں ماہ مقدس رمضان شریف
تھا اور افطار پارٹی کا باقاعدہ انتظام بھی کیا گیا تھا۔ سب نے اکٹھے بیٹھ کر بڑی خوشی روزہ افطار کیا۔

مجھے بڑے افسوس کے ساتھ آج کہنا پڑ رہا ہے کہ آج صرف دنیاوی لالچ کی خاطر ہمارے
خاندان کے تمام روحانی ستونوں کے ایمان اپنی جگہ سے ہل گئے ہیں۔ حالانکہ بچے میں کوئی دنیاوی عیب نہ
ہے وہ بے چارہ تو ابھی تک معصوم الفطرت ہے ہاں اگر وہ بالغ ہوتا۔ اور خدانخواستہ اس کا کوئی عمل خلاف شرع
ہوتا۔ تو انشاء اللہ بچے کو سجادہ نشینی سے ہٹانے کے لئے اگر میں صف اول میں نہ ہوتا تو کم از کم آج کے تمام
قد آوروں کے شانہ بشانہ ضرور ہوتا۔ لیکن موجودہ حالات میں میری ناقص سوچ سجادگی کے تمام شائقین کی
سوچ کی نفی کرتی ہے۔ اب تو ماشاء اللہ سجادہ نشین نجیب سلطان بھی تقریباً 14/15 سال کا ہو چکا ہے۔ اپنے
جد امجد حضرت سلطان باھوؒ کے پیغام کی تبلیغ کے لئے مریدین کے پاس آتا جاتا ہے۔ اب تو صاحبزادہ گان
کے بچے کے نابالغ ہونے کے دلائل بھی دم توڑ چکے ہیں۔ پھر بھی صرف اور صرف دنیاوی لالچ کی خاطر
آستانہ عالیہ کے تقدس کو پامال کیا جا رہا ہے۔ جس کے لیے آج تمام مریدین اور عقیدت مندان حضرت
سلطان باھوؒ کافی پریشانی کا شکار ہیں۔ جو آج اس وقوعہ کی روشنی میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ ہمارے
پیران عظام دستار بندی جیسی رسم جو کہ ہمارے عقیدے کے مطابق قرآن کریم پر حلف کے مترادف ہو
۔ اس سے ذاتی مفادات کی خاطر منحرف ہو رہے ہیں۔ تو یہ لوگ ہمیں کیا درس دیں گے اور ہدایت کی
ائیں گے آج میں حق باھوؒ ڈائجسٹ کے پلیٹ فارم سے اپنے خاندان کی تمام عالی مرتبت اور بڑی
ش شخصیات کے حضور ہاتھ باندھ کر عرض کرتا ہوں کہ خدا کے لیے اپنے اس جد امجد حضرت سلطان
ستی اور شان کو پہچانئے جس کی نظر کرم کے صدقے آپ آج عروج کی بلندیوں پر ہیں، جس نے
اور مال و دولت سے نفرت کے لیے اپنے کلام میں فرمایا ہے کہ۔

ایہہ دنیا رن حیض پلیتی ہرگز پاک نہ تھیوے ھُو
جیں فقر گھر دنیا ہووے لعنت اس دے جیوے ھُو
حُب دنیا دی رب تھیں موڑے ویلے فکر کچیوے ھُو
سہہ طلاق دنیا نوں دیئے جے باھُوؒ سچ پچھیوے ھُو

دستار بندی صاحبزادہ نجیب سلطان، بمقام دربار حضرت سلطان باھوؒ 22 مارچ 1993

صاحبزادہ سلطان غلام میراں نئے سجادہ نشین صاحبزادہ نجیب سلطان کی دستار بندی کے موقع پر سپاس نامہ پڑھ رہے ہیں یاد رہے کہ صاحبزادہ غلام جیلانیؒ نے یہ فیصلہ تمام صاحبزادگان اور مریدین خاص کی موجودگی میں کیا تھا۔ لیکن معلوم نہیں کہ ساری اولادِ سلطانی دربار شریف کے اندر یہ فیصلہ کر کے آج دست و گریباں کیوں ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔ (آمین)

؎ منزل تو خوش نصیبوں میں تقسیم ہو چکی
کچھ کم خیال لوگ ابھی تک سفر میں ہیں

تقریب سلسلہ دستار بندی صاحبزادہ منیب سلطان، بمقام دربار حضرت سلطان باھوؒ 22 مارچ 1993

صاحبزادہ سلطان غلام میراں صاحبزادہ منیب سلطان کے لئے دستار مبارک حضرت سلطان باھوؒ کے مزار پاک پر تبرکا رکھ کر سلطان غلام جیلانی کو صاحبزادہ منیب سلطان کی دستار بندی کے لئے دے رہے ہیں۔

تقریب سلسلہ دستار بندی صاحبزادہ منیب سلطان، بمقام دربار حضرت سلطان باھوؒ 22 مارچ 1993

صاحبزادہ سلطان غلام جیلانی اور صاحبزادہ سلطان غلام میراں اپنے مریدین کے ہمراہ دستار بندی کے موقع پر دربار شریف سے باہر آ رہے ہیں۔

بمقام ضلعی دفتر بیت المال کمیٹی جھنگ

ممبر ضلعی بیت المال کمیٹی صاحبزادہ سلطان غلام میراں صوبائی امین بیت المال ایئر وائس مارشل محمد یونس خان کو حق باھوؒ ڈائجسٹ کا سیٹ پیش کر رہے ہیں۔

بمقام ضلعی دفتر بیت المال کمیٹی جھنگ

ایئر وائس مارشل محمد یونس خان بیت المال کے متعلق بریفنگ دے رہے ہیں۔ جبکہ ضلعی چیئرمین شیخ محمد آصف، ضلعی ممبر سلطان غلام میراں، سیکرٹری حاجی محمد عرفان، چیئرمین ٹوبہ محمد احمد اور ناصر سلطان خان درانی سامنے بیٹھے ہیں۔

تقریب بسلسلہ تقسیم حق باھوؒ ایوارڈز بمقام ضلع کونسل ہال جھنگ

دائیں سے بائیں۔ڈاکٹر مجیب الرحمن (اے ایس پی جھنگ)،صاحبزادہ طاہر سلطان (ایم این اے) محسن مشتاق چاندنہ (اے ڈی سی جی جھنگ) صاحبزادہ سلطان عبدالمجید (سابق سینیٹر) سٹیج پر بیٹھے ہیں۔

تقریب بسلسلہ حق باھوؒ ایوارڈز بمقام جناح ہال جھنگ

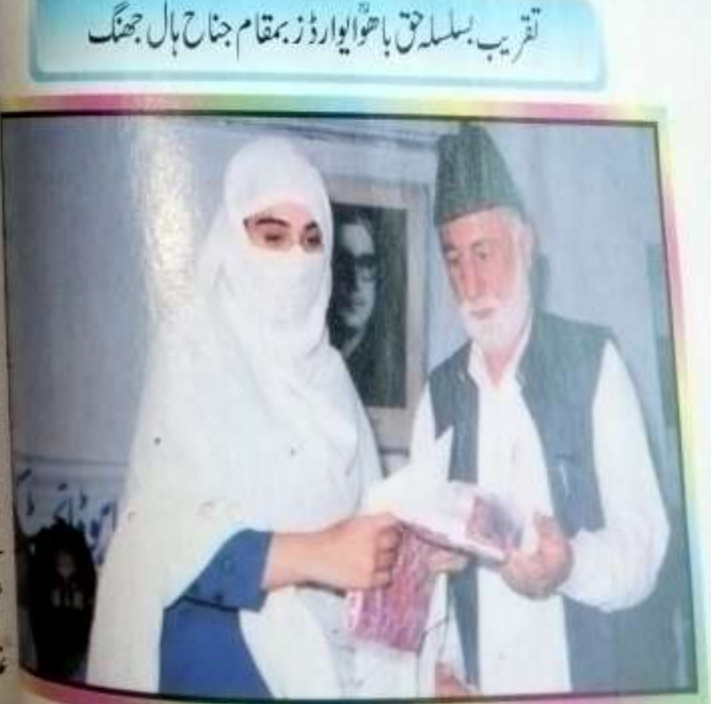

صاحبزادہ سلطان غلام میراں ایم ایس سی (نفسیات) کی طالبہ نجف زہرا سیال کو بلوچستان کا علاقائی گفٹ دے رہے ہیں۔

حضرت سلطان باھوؒ: تذکرہ ہے تیرا گھر گھر میرے باھوؒ یاھو

ناصر سلطان خان دُرانی

نام- حضرت سلطان باھوؒ

نام باھوؒ مادر باھوؒ نہاد-زانکہ باھوؒ دائمی باھوؒ نہاد (۱)

والد کا نام- حضرت سلطان بازید محمدؒ

والدہ کا نام حضرت بی بی راستیؒ

رحمت وغفران بُو د بر راستی-راستی از راستی آراستی (۲)

پیدائش- شورکوٹ ضلع جھنگ ۱۰۳۹ھ بمطابق 1629ء

تعلیم- علم لدنی

حضرت سلطان باھوؒ نے کسی دُنیاوی مدرسے سے کوئی تعلیم حاصل نہیں کی تھی-آپ کو باطنی طور پر علم حاصل ہوا-

اگرچہ نیست مارا علمِ ظاہر ز علمِ باطنی جاں گشتہ طاہر (۳)

شادی- آپؒ نے چار شادیاں کیں-

اولادِ مبارکہ- حضرت سلطان باھوؒ کے آٹھ بیٹے تھے جن میں سے حضرت سلطان حیات محمدؒ بچپن میں ہی وفات پا گئے-باقی سات بیٹوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں-(۱)-سلطان نور محمدؒ (۲)-حضرت سلطان ولی محمدؒ (۳)-حضرت سلطان لطیف محمدؒ- (۴)-حضرت سلطان صالح محمدؒ (۵)-حضرت سلطان اسحاق محمدؒ (۶)-حضرت سلطان فتح محمدؒ (۷)-حضرت سلطان شریف محمدؒ-

وصال- حضرت سلطان باھوؒ کا وصال یکم جمادی الثانی بروز جمعرات ۱۱۰۲ھ بمطابق 1690ء میں ہوا

عُرس مبارک- آپ کا عُرس مبارک سالانہ جمادی الثانی کی پہلی جمعرات آپؒ کے آستانہ عالیہ (نزد گڑھ مہاراجہ شہر تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ) میں منایا جاتا ہے-

شجرۂ نسب حضرت سلطان باھوؒ- حضرت علی المرتضےٰ شیرِ خدا کرم اللہ وجہہٗ حضرت محمد حنیفؒ حضرت شاہ عبدالمنان غازیؒ حضرت شاہ بطل غازیؒ حضرت شاہ ملک آصفؒ حضرت شاہ عمر غازیؒ حضرت شاہ محمد غازیؒ حضرت شاہ طیب غازیؒ حضرت شاہ طاہرؒ حضرت شاہ عطا اللہ غازیؒ حضرت میر قطب شاہؒ حضرت شیخ امیر شاہؒ حضرت شیخ انور شاہؒ حضرت شیخ محمد ہرگنؒ حضرت شیخ محمد جیونؒ حضرت شیخ محمد بہاریؒ

حضرت شیخ محمد سالاؒ حضرت شیخ محمد انونؒ حضرت شیخ محمد سکھراؒ حضرت شیخ محمد پیداؒ حضرت شیخ
حضرت شیخ محمد منانؒ حضرت شیخ محمد تمیمؒ حضرت شیخ اللہ دتہؒ حضرت شیخ سلطان فتح محمدؒ حضرت شیخ
بازید محمدؒ حضرت شیخ سلطان محمد باھوؒ- (۴)

<u>مزارِ پاک</u>- آپؒ کا پہلا مزارِ پاک ۱۱۰۲ھ بمطابق 1690ء میں بنا- یہ مزار پاک تحصیل شورکوٹ
جھنگ کی جانب شمال قلعہ قہرگان میں بنایا گیا- آپؒ کا دوسرا مزارِ مبارک ۱۱۹۲ھ بمطابق 1778ء
بمقام بستی سمندری موضع سلطان باھوؒ میں بنایا گیا- جو آج کل پُرانے دربار شریف کے نام سے
زمانہ ہے- حضرت سلطان باھوؒ کا تیسرا مزارِ مبارک ۱۳۳۶ھ بمطابق 1918ء میں حضرت محمد
سلطانؒ سجادہ نشین کے دور میں بنایا گیا- یہ مزارِ مبارک گڑھ مہاراجہ شہر کے بالکل نزدیک ہے- جہاں پر
ہر سال کروڑوں کی تعداد میں عقیدت مند روحانی فیض سے مستفیض ہو رہے ہیں-

<u>حضرت سلطان باھوؒ کے سجادہ نشین</u>- آپؒ کے سجادہ نشین کے اسمائے گرامی بالترتیب یہ ہیں- (۱)
حضرت سلطان محمدؒ- (۲)-حضرت سلطان محمد حسینؒ (۳)-حضرت حافظ سلطان محمدؒ- (۴)-حضرت
سلطان غلام باھوؒ- (۵)-حضرت سلطان صالح محمدؒ- (۶)-حضرت حاجی سلطان نور احمدؒ- (۷)
حضرت محمد امیر سلطانؒ- (۸)-حضرت حبیب سلطانؒ- (۹)-حضرت سلطان غلام جیلانیؒ- (۱۰)
حضرت صاحبزادہ نجیب سُلطان (موجودہ سجادہ نشین)

<u>تصانیف حضرت سلطان باھوؒ</u>- آپؒ نے 140 کے لگ بھگ کتب لکھیں- جن میں سے آج 31 کتب
مل سکتی ہیں- جن کے نام درج ذیل ہیں-

	نام کتاب	عنوان
1	اسرار قادری	معرفت اور سلوک کا بیان
2	امیر الکونین	تصوف اور عرفان کا بیان
3	اورنگ شاہی	تلقین اور معرفت کا بیان
4	تیغ برہنہ	شرح تصور اسم اللہ ذات
5	توفیق الہدایت	عرفان اور تزکیہ نفس کا بیان
6	حجت الاسرار	عرفان انسان کامل اور شرح ذکر کا بیان
7	جامع الاسرار	فقر اور تصوف کے مقامات کا بیان
8	دیوان باھوؒ	عارفانہ اور عاشقانہ مطلب
9	دیدار بخش	لی مع اللہ کی شرح عرفان اور تصوف کا بیان
10	عین الفقر	فقر، فقیر، مرشد، نفس، قلب اور سلوک کا بیان
11	عین العارفین	نفس اور مرشد کامل کا بیان
12	عقلِ بیدار	عرفان انسان اور توضیحات لطاف کا بیان
13	شمس العارفین	توحید، عرفان، تصوف اور مرید و مراد کا بیان
14	سلطان ادھم	شرح دل اور شرح نور ادحام کا بیان
15	رسالہ روحی	فلسفہ تخلیق کائنات اور ارواح سلطان الفقر کا بیان
16	نور الہدیٰ کبیر	شرح کلمہ طیبہ، علم طریقہ قادری، تصوف اور تفکر کا بیان
17	نور الہدیٰ صغیر	شرح فقیر اور علم دعوت کا بیان
18	مفتاح العارفین	علم عرفان تصوف اور اصول تصوف کا بیان
19	محکم الفقرا صغیر	شرح طریقہ قادری اور 1040 احادیث مبارکہ کا بیان
20	محکم الفقرا کبیر	کلمہ طیبہ، اسلامی ارکان- محمد مصطفیٰ ﷺ حقیقت فلسفہ تصور اور تصرف- حروف اور ذکر سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کا بیان
21	فضل اللقاء	سلوک قادریہ، عرفان اصطلاحات صوفیہ کا بیان
22	قرب دیدار	عرفان اور رویت حق تعالیٰ کا بیان
23	کشف الاسرار	مرشد اور انسان کامل کا بیان
24	کلید التوحید صغیر	نفس اور ارواح کا بیان
25	کلید التوحید کبیر	علم اور عرفان، وجود اور نفس اور عارفانہ انکشافات کا بیان
26	کلید جنت	ذکر، فکر اور تصور کا بیان
27	گنج الاسرار	سلوک قادریہ، شریعت اور نفس کا بیان
28	مجالسۃ النبی	شرح نفس اور عارفانہ انکشافات کا بیان
29	محبت الاسرار	عشق، عرفان، حجاب اور دُنیا کا بیان
30	محکم الفقرا	فقیر اور معرفت کا بیان
31	سی حرفی	مشہور ابیات کی کتاب (۵)

<u>حواشی و حوالہ جات</u>- (۱)-محکم الفقرا-صفحہ 94- (۲)-محک الفقرا-صفحہ 94- (۳)-عین الفقر-
(۴)-سید احمد سعید ہمدانی (حیات و تعلیمات حضرت سلطان باھوؒ) حضرت سلطان باھوؒ اکیڈمی لاہور-
صفحہ 27-29- (۵)-مختصر تاریخ حضرت سلطان باھوؒ- از صاحبزادہ سلطان الطاف علی (ڈاکٹر) غلام
دستگیر اکیڈمی (دربار حضرت سلطان باھوؒ) جون-1992ء

---------0---------

فرمودات باھُوؒ از تصنیفات باھُوؒ

صاحبزادہ خالد سلطان القادری

☆ فقر فنائے نفس کو کہتے ہیں- جس شخص کو فنائے نفس حاصل ہو- وہ اللہ تعالیٰ کے فیض، قرب اور معرفت کی خبر دیتا ہے- (توفیق الہدایت- ص32)

☆ فقیر ہونا کوئی آسان کام نہیں- فقر میں بہت برے بھید ہیں- صاحب جمعیت وفنافی الذات- فقیر کشف وکرامات کے بے جمعیت مقامات ودرجات سے گذرا ہوا ہوتا ہے- اللہ بس- باقی ھوس- (اسرار قادری ص36)

☆ قصہ خوانی اور افسانے کہنے کی راہ اور ہے- اور اللہ کے ساتھ یگانگت حاصل کرنے کی راہ اور ہے- (از- امیر الکونین ص9)

☆ فقر کے مراتب سے وہی شخص واقف ہوتا ہے جو فقر تک پہنچا ہو اور جس نے فقر کی لذت چکھی ہو- اور فقر اختیار کیا ہو- اور سلطان الفقر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو- (اسرار قادری- ص36)

☆ جب تک واصل اللہ عاشق کو علم، ذکر، فکر، مقامات، کشف وکرامات سب کچھ بھول نہیں جاتا- حق حاصل نہیں ہوتا- (حجت الاسرار- ص28)

☆ اولیاء اللہ کی روحیں مستغرق توحید رہتی ہیں- اور انہیں لقائے الٰہی ہوتا ہے- (فضل اللقاء- ص15)

☆ فقر عاشق کا مرتبہ فنافی اللہ ہے- وہ حی قیوم کی ذات وحدت میں ہمیشہ غرق رہتا ہے- (کلید التوحید- ص22)

☆ جان لے کہ عشق کی پرواز بہت بلند ہے- مکھی اگر کتنی ہی دفعہ اپنے ہاتھ پاؤں ہلاتی رہے اور سر مارتی رہے- پروانہ وار شہباز کے مقام تک کب پہنچ سکتی ہے- (عین الفقر- حصہ دوم- ص35)

☆ اہل فکر کو اہل حضور سے کیا تعلق- چونکہ مکھی شہباز کے ساتھ نہیں اڑ سکتی- (جامع الاسرار- ص53)

☆ طریقہ قادری میں یہ کمال ہے کہ کامل مرشد جب طالب کو بیعت کرتا ہے- تو ایک توجہ اور نظر سے فقر کی معرفت عطا کر دیتا ہے اور حضور صلعم کی مجلس میں داخل کر دیتا ہے- (تیغ برہنہ- ص4)

☆ ایسا استاد جو دنیا کا طالب ہو اس سے علم حاصل نہیں کرنا چاہیے- (عین الفقر حصہ دوم- ص41)

☆ فقیران فنافی اللہ اور اہل قرب کے لئے روح کو ریاضت میں لگانا حجاب ہے- مقربین اہل توفیق

کے لئے مطلق گناہ ہے- جان لو- حدیث شریف میں ہے کہ نیکوں کی نیکیاں مقربین کے لیے گناہ ہوتے ہیں- (تیغ برہنہ- ص2)

☆ دیدار الٰہی سے کوئی نعمت، کوئی لذت، شوق واشتیاق اور عیش وراحت بہتر نہیں ہیں- دونوں جہاں اسکی جتلا ہے- جسے خبر ہوئی وہی گم ہو گیا اور پھر اُسے کسی نے نہ دیکھا- وہ گویا اک راز تھا کہ چھپ گیا- (حجت الاسرار- ص8)

☆ اگر فقیر کو مرتبہ ولایت، غوثی، قطبی، اوتاد، ابدالی یا مرتبہ دنیوی یا آخری حاصل ہو جائے تو اس پر ایک نگاہ بھی نہیں ڈالتا- بلکہ سلطان الفقر فی اللہ پر اس کی نگاہ رہتی ہے- (تیغ برہنہ- ص23)

☆ حضرت سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں- دل کیا ہے- یہ چودہ طبقوں سے بھی زیادہ وسیع ہے- (عین الفقر- ص6)

☆ ذکر الٰہی ہمیشہ شوق میں مبتلا اور محبت الٰہی میں مستغرق رہتا ہے- ہزاروں میں سے کوئی ایک ہی خدا پرست ہوتا ہے- جو پروردگار کے دیدار کی طلب میں زندہ قلب اور بیدار دل ہوتا ہے- عام طور پر جو ذکر کیا جاتا ہے- یہ ذکر نہیں بلکہ ریا ہے- جو محض دنیاوی ننگ وناموس کے لیے کیا جاتا ہے- (توفیق الہدیٰ- ص5)

☆ کامل مرشد صادق طالب کو پہلے ہی روز ابتدائی اور انتہائی تمام مراتب عطا کر دیتا ہے- فقر صاحب قلب کی کیا علامت ہے- یہ ظاہر میں خاموش ہو لیکن وجود میں اس کا قلب قلبی ذکر کی وجہ سے جوش کرتا ہو اور اس کا خواب خلوت میں مُشرف بدیدار پروردگار ہوتا ہو- اس کی بیداری نفس کی ترک اور بے زاری ہو- اس کا کھانا خاتمہ بالخیر- اس کی بھوک برکتیں- اس کا ذکر ذکر الٰہی- اس کا سننا الہام مع اللہ- اس کی نظر معرفت پر ہو- اس کے قلب کو ایمانی نور حاصل ہو- اور حضوری قلب حاصل ہو- اور ہر دم اللہ کی یاد میں رہے- (توفیق الہدیٰ ص31)

☆ تحقیق فقیر کے لیے اس کا قلب نور ہے- اُس کا جسم کوہ طور ہے- فقر خود کلیم اللہ ہے- جو موسیٰ علیہ السلام کی طرح جواب باثواب اور ذکر مذکور میں ہے- (امیر الکونین ص4)

☆ سیاہ دل سے چہرے کی سیاہی اچھی ہے- دُنیاوی عز وجاہ کی آلودگیوں سے دل سیاہ ہو جاتا ہے- حدیث قدسی میں آتا ہے- خدا نہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے- نہ تمہارے کاموں کو مگر وہ تمہارے دل اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے- (حجۃ الاسرار- ص22)

☆ مسلک فقر سے چار متعلقات ہیں- متعلقہ ازل- متعلقہ ابد- متعلقہ دنیا- متعلقہ عقبیٰ- جو مسلک

فقر حاصل کر گیا- ان چاروں پر حاکم ہو گیا- تمام کائنات اس کی غلام ہو جاتی ہے- فقر غنی ہے اور سب اہل متعلقات فقر کے سامنے مفلس اور گدا ہیں- (از امیر الکونین- ص 4)

☆ قلب صرف گوشت کا لوتھڑا ہی نہیں- بلکہ یہ توحید الٰہی کا سمندر ہے- قلب قرب اللہ اور ذات اللہ ہے- جو آفتاب سے بہتر روشن ہے- ہمیشہ اللہ کی حضوری ہوتی ہے- اللہ کے قرب اور نور سے آنکھ کھل جاتی ہے- اور ضمیر روشن ہو جاتا ہے- اللہ تعالیٰ کے ظاہری اور باطنی خزانے بعینہ روشن و ظاہر ہو جاتے ہیں- یہ تمام شرف تصور اسم اللہ ذات سے ہے- (تیغ برہنہ- ص 23)

☆ قادری کی تعریف حضرت سلطان باھوؒ یوں کرتے ہیں- اس کے تصرف میں تمام الٰہی غیبی خزانے ہوتے ہیں- اسے عنایت ہدایت ولایت اور غنائیت چاروں حاصل ہوتی ہیں- اس کا دل غنی ہوتا ہے- اسے مجلس نبوی صلعم کی حضوری دائمی طور پر نصیب ہوتی ہے- (اسرار قادری- ص 75)

☆ اے ابوالہوس- دنیاوی راحت بجلی کی چمک کی طرح بے ثبات ہے- اور اس کی محبت بادل کی تاریکی کی طرح ہے- نہ اس کی نعمتوں کے فوائد سے الفت کرنی چاہیے اور نہ اس کے رنج کی سختیوں کا غم کرنا چاہیے- (مفتاح العارفین- ص 7)

☆ انسانی وجود دودھ کے برتن کی طرح ہے- اس دودھ میں دہی، مکھن، گھی اور چھاچھ وغیرہ ہے- مرشد وہی ہے جو یہ ساری چیزیں الگ الگ کر دکھائے- مطلب یہ کہ طالب کے دل میں کسی قسم کا وسواس نہ رہے- (جامع اسرار- ص 34)

☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے- اسم اللہ سوائے پاک مقام کے کہیں قرار نہیں پکڑتا- (اورنگ زیب شاہی- ص 23)

☆ جب تک انسانی روح کا قفل اسم اللہ کی کنجی سے کھل کر فریب نفس سے کھل کر آزاد نہ ہو جائے- اس وقت تک گویا اس کے انسانی وجود پر مکمل قفل لگے ہوئے ہیں- اور نفس اس کا وقت برباد کر رہا ہے- (اسرار قادری- ص 3)

☆ متقی و عارف باللہ اسے کہتے ہیں کہ اول نفس بت پرست کی گردن میں طاعت و عبادت کی سلیمانی زنجیر ڈال دے- اور پھر اسے فنا فی اللہ کے قید خانے میں رکھے- اور اسے اسم ذات کے تصور میں محو کر دے- (مجالسۃ النبی- ص 4)

---------0---------

ابیاتِ باھوؒ مع ترجمہ و تشریح

پروفیسر ڈاکٹر صاحبزادہ سلطان الطاف علی

حصہ الف

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ھُو (۱)
نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگے ہر جائی ھُو (۲)
اندر بوٹی مُشک مچایا جاں پھلاں تے آئی ھُو (۳)
جیوے مرشد کامل باھُوؒ جیں ایہ بوٹی لائی ھُو (۴)

ترجمہ:- (۱)- اسم اللہ جو کہ چنبے کے بوٹے (کی طرح پر مہک ہے) میرے دل و جان (کی زمین) میں مرشد کامل نے کاشت کیا-

(۲)- (میرے من میں بوئے ہوئے اسم ذات کے پودے کے) ہر رگ (و ریشہ) اور مقام پر (**لا الٰہ الا اللہ**) کے نفی اثبات کے پانی سے سیرابی ہوئی-

(۳)- (یہ اسم اللہ ذات) کا پودا (جب نشوونما پا کر غنچہ آور ہوا تو اُس نے میرے) اندر (مَن میں) خوشبو پھیلائی-

(۴)- (اے) باھُوؒ! (خدا کرے) کامل مرشد سلامت رہے جس نے (مَن میں اسم اللہ ذات) کا یہ پودا کاشت کیا ہے-

تشریح:- اس بیت میں سلطان العارفین حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ العزیز نے اسم اللہ ذات کو چنبیلی کے خوشبودار پھول سے تشبیہ دی اور عارف کامل ہونے کی حیثیت سے اپنے من میں اسم اللہ ذات کو بسا لینے کا اظہار فرمایا- نیز فرماتے ہیں کہ مرشد کامل نے اس شجر معرفت (اسم ذات) کو ان کے من میں بو کر نگہبانی فرماتے ہوئے کلمہ طیبہ **لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** کی نفی اثبات کے فیوضات سے آبیاری کی اور گوہر مقصود عرفان اسم اللہ ذات نے (جو چنبے کے خوشبودار پھول کی طرح ہے) آپ کے دل و جان کو منور و معطر کر دیا-

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے- کیا نہ دیکھا تو نے کہ کیونکر بیان کی اللہ نے مثال بات پاکیزہ کی مانند درخت پاکیزہ کی جڑ اس کی محکم ہے اور ڈالیاں اس کی بیچ آسمان کے دیتا ہے میوہ اپنا ہر وقت

ساتھ حکم پروردگار اپنے کے۔

سلطان العارفین ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ جس شخص کے وجود میں کلمہ طیب تاثیر کرتا ہے اسے نفع دینے لگ جاتا ہے تو کلمہ طیب دریا کی طرح اس کے ہر رگ اور ریشے میں جاری ہو جاتا ہے۔ اسم اللہ ذات کے خوشبودار پھول کو اگانے بسانے کا خیال حضرت سلطان العارفین نے ان الفاظ میں بھی فرمایا ہے

یکی گویم یکی جویم یکی در دل چو گل رویم ہموں یک را بیک پویم بنویم غیر الا ہو

مولانا روم نے فرمایا

دیدآں مرشد کہ اوادراک داشت تخم پاک اندر زمین پاک کاشت

اسی طرح ابن العربی بھی اسی عرفان کے فیضان کو راحت وخوشبو سے تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ خلق خدا کو عرفان الٰہی کی غذا دیا کرو تو تم سراپا راحت وخوشبو ہو جاؤ گے۔ حضرت سلطان العارفین اپنے مرشد کامل کی عنایات اور ان سے حصول فیوضات کے ذکر کے بعد آخر میں ان کے لئے سلامتی کی آرزو بھی فرماتے ہیں۔ بقول خسرو

من درویش را کشتی بغمزہ کرم کردی الٰہی زندہ باشی

سید عبدالقادر جیلانی سرّ الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار میں فرماتے ہیں۔ "ولی خدائے تعالیٰ کا خوشبودار پھول ہے۔ اس کی سرزمین میں صدیق (یعنی انبیاء علیہم السلام کے سچے متبعین) ہیں۔ اس کی خوشبو ان کے دلوں میں اتر کر جاتی ہے تو ان کا جذبہ عشق اپنے مولا کی طرف بڑھ جاتا ہے"

پھر فرمایا۔ "تو شریعت کا بیج دل کی زمین میں بوئے کہ اس میں شریعت کا درخت پیدا ہو کر درجات کا پھل لائے"

پھر فرمایا۔ "توحید کا بیج کسی زندہ دل (مرشد) سے اخذ کرنے سے دل زندہ ہو جاتا ہے"

الف اللہ پڑھیوں پڑھ حافظ ہویوں ناں گیا حجابوں پردا ھُو (۱)
پڑھ پڑھ عالم فاضل ہویوں بھی طالب ہویوں زر دا ھُو (۲)
سیئے ہزار کتاباں پڑھیاں پر ظالم نفس نہ مردا ھُو (۳)
باجھ فقیراں کسے نہ ماریا باھُو ایہو چور اندر دا ھُو (۴)

ترجمہ :-(۱)- اے زاہد) تو نے اللہ اللہ کا ورد تو پڑھا اور اس کا حافظ بھی ہو گیا لیکن (پھر بھی) تجھ

سے حجاب دور نہ ہوا۔

(۲)-(تو علم ظاہری) پڑھ پڑھ کر عالم فاضل تو بنا (لیکن پھر) بھی دنیا (ہی) کا طالب گار رہا۔

(۳)-تو نے سینکڑوں ہزاروں کتابوں کا مطالعہ تو کر لیا لیکن (تیرا) ظالم نفس نہیں مرا۔

(۴)-اے باھُوؒ یہی (نفس امارہ) (جو کہ دل کے) اندر کا چور ہے اسے بغیر فقرا (اہل اللہ) کے کسی نے نہیں مارا۔

تشریح :-اس بیت میں حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ زاہدوں اور عالموں سے مخاطب ہیں اور ان پر واضح فرماتے ہیں کہ بغیر عرفان حاصل کیے زہد وریاضت بے سُود ہے اور محض علوم ظاہر کی سینکڑوں کتب پڑھ لینے سے ہی تزکیہ نفس حاصل نہیں ہوتا بلکہ عرفان اور تزکیہ نفس دونوں کے لئے فقیر کامل کی رہنمائی ضروری ہے۔

اسی طرح حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے **من عرف نفسه فقد عرف ربه**۔ یعنی جس نے اپنے نفس کی حقیقت کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اور نفس ظاہری علم پڑھنے اور ظاہری ریاضت کرنے سے بہت موٹا اور خوش ہو جاتا ہے۔ چونکہ نفس وجود باطن میں ہوتا ہے اس لئے اسے باطنی ریاضت جلا دیتی ہے اور اسم اللہ ذات کی تاثیر سے خراب حال ہو جاتا ہے۔ جو کوئی پہلے نفس کو تابع نہیں کرتا وہ اپنا مقصد صحیح راہ پر نہیں لا سکتا۔ اہل نفس و ہوا کے لئے خدا تعالیٰ تک پہنچنا محال ہے۔

پھر فرماتے ہیں "ان لوگوں پر حیرت ہے جن کی زبان پر ہر وقت اسم اللہ، حفظ قرآن شریف تلاوت اور مسائل فقہ ہیں۔ لیکن ان کی زبان سے جھوٹ، دل اور وجود سے حرص، حسد اور غرور نہیں جاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام خلوص سے نہیں لیتے۔

اور فرمایا نفس کے مرنے سے یہ مراد ہے کہ وہ شرک، کفر، تکبر اور بری خصلتیں چھوڑ دے"

پھر فرمایا۔ افسوس ان لوگوں پر جو شب و روز ذکر جہر میں مشغول رہ کر وہ سنگدل اللہ اللہ کرتے رہتے ہیں اور اسم اللہ ذات کی کنہ و معرفت سے بے بہرہ ہوتے ہیں وہ بدعت، رجعت اور ہوائے نفس کی خواہشات میں پڑ کر پریشان حال رہتے ہیں۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ ان کی یہ خلوت محض عوام کے لیے دامِ تزویر بچھاتا ہے اور ان کا حجرہ معرفت نہیں بلکہ حجاب ہے۔ وہ بادشاہ، امرا اور دنیوی مسخرات کی طلب میں خراب رہتے ہیں۔ معلوم ہوا اسم اللہ ذات پاک ہے۔ اسم اعظم سوائے وجود عظیم کے اثر نہیں کرتا اور نہ قرار حاصل کرتا ہے، اور نہ نفع دیتا ہے تاوقتیکہ ذاکر کی نیت میں اخلاص نہ ہو، اور یہ سبق بھی بغیر مرشد کامل

کے حاصل نہیں ہوتا۔

عارف شیرازی فرماتے ہیں ؎

بیا ای شیخ و از خمخانہء ما   شرابی خور کہ در کوثر نباشد
بشو اوراق اگر ہمدرس مائی   کہ علم عشق در دفتر نباشد

دیوان باھوؒ میں شراب معرفت کے حصول اور مرشد کامل سے تلقین کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے ؎

الا ای یار فرزانہ بیا با ما بمیخانہ   چو مرداں باش مستانہ بکن با جام پیمانہ
چو مستاں نوش ایں می را فنا کن ما و من خود را   بجو ای یار باھوؒ را صلا زد پیر میخانہ

اسی ضمن میں مولانا روم فرماتے ہیں ؎

ہیچ نہ کشد نفس را جز ظل پیر   دامن آں نفس کش راز و دگیر

الف

احد جد دتی وکھالی از خود ہویا فانی ھُو (۱)
قرب وصال مقام نہ منزل ناں اوتھے جسم نہ جانی ھُو (۲)
نہ اوتھے عشق محبت کائی نہ اوتھے کون مکانی ھُو (۳)
عینوں عین تھیوے باھوؒ سِرّ وحدت سبحانی ھُو (۴)

ترجمہ :-(۱)- (مقام احدیت میں) جب ذاتِ احد نے تجلیات وارد فرمائیں (تو میں تجلی ذات میں مستغرق ہو کر) اپنے آپ سے فانی ہو گیا۔

(۲)-(فنافی الذات ہونے کے بعد) وہاں نہ تو قرب و وصال رہا اور نہ مقام و منزل نہ ہی وہاں جسم رہا اور نہ روح۔

(۳)-(محویت اور قرب حق کے عالم میں عارف پر ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ وہاں) نہ تو عشق و محبت (باقی رہتی) ہے اور نہ ہی کون و مکان (کا وجود رہتا) ہے۔

(۴)- (اس حال میں) اے باھوؒ۔ ہم وحدت سبحانی کا عین راز بن گئے۔

تشریح :-اس بیت میں حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ نے مقام احدیت پر اور فقیر کے مقام احدیت میں فنا ہو جانے پر روشنی ڈالی ہے۔ اسی موضوع پر ایک محقق لکھتے ہیں۔ عبد حقیقی کا عمل یہی یافت و شہود ہے اسی یافت و شہود کا نتیجہ محویت فی الذات ہے یعنی جب تجرید نفس کے ساتھ استغراق فی الحق

ہو تو جو ادیان باطن کے آثار نمودار ہوتے ہیں۔ یہ فنا باللہ کا مقام ہے "محویت" ہے [illegible] نہیں رہتا۔ اللہ ہی اللہ رہتا ہے ؎

ماند آں اللہ باقی جملہ رفت   اللہ لیس فی الوجود غیر اللہ

مزید تشریح کرتے ہیں مقام و استہلال اول ذات کا باعتبار صفات جو تصور ہے [illegible] نام احدیت رکھا گیا اس کا "بشرط لاشی" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قل ھو اللہ احد میں سمجھا جاتا ہے کہ اسی طرف اشارہ ہے علماء و شہود۔ عروج علمی کے وقت عارف کی نظر تمام کثرت پر پڑتی ہے۔ یہ تفصیلی وجود سے اجمال کی طرف رجوع کرتی ہے۔ کثرت میں وحدت (جو مرتبہ اجمال ہے) کا ملاحظہ کرتی ہے جب عارف کو شہود وحدت میں استغراق تام ہوتا ہے تو اس پر ذات کی تجلی ہوتی ہے اور یہ تجلی مستہلک ہوتی ہے جس کی وجہ سے علم و شہود جو باعث امتیاز ہے فنا ہو جاتا ہے اور یہ فنا ہو جاتا ہے۔ فنائی ذات کامل ہو جاتا ہے۔

بالا عبارت سے واضح ہو جاتا ہے کہ کس طرح احدیت کی تجلی سے ہر شے یا حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ کی زبان میں "از خود" فانی ہو جاتا ہے اور وہاں آں و زبان کو مطلق مجال نہیں۔ جس مقام پر علم و شہود کو فنا حاصل ہوتا ہے وہاں مقام واحدیت کے عشق اس کی کیفیات قرب و وصال کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

اسی محقق کی زبان سے سنیے کہ کس طرح فقیر وحدت سبحانی کا عین راز ہو جاتا ہے "کتاب و سنت سے یہ بات قطعی ثابت ہے کہ ذوات خلق ذات حق کے غیر ہیں دونوں میں کلی غیریت ہے اور یہ کلی ضدیت **افغیر اللہ تتقون** تو کیا اللہ کے سوا کسی دوسرے سے ڈرو گے (پ۱۴ ع ۱۴) **ھل من خالق غیر اللہ** کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے (پ۲۲ ع ۱۳) سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ باوجود اس غیریت کے ذوات خلق سے ذات حق کی معیت و اقربیت و احاطت اولیت و آخریت ظاہریت و باطنیت یا صوفیائے کرام کی اصطلاح میں "عینیت" بھی کتاب و سنت سے قطعی طور پر ثابت ہے۔

پھر لکھتے ہیں "ذات کے اعتبار سے ایک ہی جماعت ہو سکتی ہے اور وہ مقربین کی جماعت ہے یہ لوگ نہ صرف اللہ کا علم رکھتے ہیں بلکہ اللہ کو بھی رکھتے ہیں۔ ان پر سر معیت کھل گیا ہے"۔

نیز یاد رہے یہ بیت سراسر توحید سے متعلق ہے اور تصوف کی اصطلاح میں اس مقام توحید و توحید حقیقت کا مرتبہ تنزیہی کہا جاتا ہے جبکہ اس مقام میں جملہ کائنات کی ہستی انوار الٰہی کے پرتو میں ایسی

فنا ہو جاتی ہے کہ سالک کی نظر میں (کسی چیز کا وجود سوائے ذات ربانی نہیں رہتا) جب اس دریائے ناپیدا کنار کا شناور صفات موجودات کی تجلیات سے فنائے کلی حاصل کر لیتا ہے اور حدوث اور امکان کی آلائش سے مجرد ہو جاتا ہے تو ایک موج دریائے ذات کی گہرائی سے سر نکلی پردار ہوتی ہے جو عارف کو ورطۂ عدم میں ڈال دیتی ہے۔ محو در محو اور فنا در فنا ہو جاتا ہے اس مقام میں نہ وجود نہ شہود اسم نہ مسمّے نہ قدم نہ عدم نہ فرش نہ عرش نہ اثر نہ خبر نہ علم نہ خود نہ علم حق غرضیکہ کچھ بھی باقی نہیں رہتا ہے۔ **لی مع الله وقت لا یستعنی فیه ملك مقرب ولا نبی مرسل** دریائے جمع الجمع میں مستغرق ہو جاتا ہے اس وقت **من عرف نفسه فقد عرف ربه** کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے

ہست از پس پردہ ایں صدائے من و تو   چوں پردہ برافتد نہ تو مانی و نہ من

اسی طرح رسالہ روحی میں حضرت سلطان باھوؒ رب تعالیٰ کا فرمان بیان کرتے ہیں کہ فرمایا تو عین ہماری ذات ہے اور ہم عین تم ہیں اور حقیقت میں تم ہماری حقیقت ہو اور معرفت میں ہمارے واقف یار ہو۔

الف اللہ صحی کیتوسے جداں چمکیا عشق اگوہاں ھو (۱)
راتیں دیہاں دیوے تاء تکھیرے نت کرے اگوہاں سوہاں ھو (۲)
اندر بھاہیں اندر بالن اندر دے دیوچ دھوہاں ھو (۳)
باھوؒ شوہ تداں لدھیوسے جداں عشق کیتوسے سوہاں ھو (۴)

ترجمہ:- (۱)۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو (اس وقت) پہچان لیا جب اور آگے (لے جانے والا) عشق (دل اور جان میں) چمکا۔

(۲)۔ (وہ عشق حقیقی) مجھے دن رات تیز تر تپش دے رہا ہے (اور راہ معرفت میں) روز بروز اور آگے (منزل) کا واقف بنا رہا ہے۔

(۳)۔ (اب میری یہ کیفیت ہے) کہ (میرے من کے) اندر ہی شعلہ ہائے آتش (عشق) بھی ہیں۔ ایندھن بھی ہے اور دھواں بھی۔

(۴)۔ اے باھوؒ۔ ہم نے مالک (حقیقی) کو تب ہی پایا جب عشق نے (رسوم راہ) کا واقف کیا۔

تشریح:- حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ اظہار فرماتے ہیں کہ عرفان حق اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کامل عشق تمام رسوم وراہ سے آگاہی کر دیتا ہے پھر عشق کی راہ میں جن کیفیات اور واردات کا سامنا ہوتا ہے ان کو سوز باطن اور نت نئی آگہی کے نام سے عقب فرماتے ہیں۔

شیخ اکبر کی زبان میں یہی بات سنیئے تجلیات الٰہی کسی ایک حد پر ٹھہر نہیں جاتے وہ **کل یوم هو فی شان** ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کے متعلق علم بھی عارفین کے پاس کسی حد پر ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر درجہ علم پر طالب زیادت رہتا ہے۔ مدینۃ العلم صلی اللہ علیہ وسلم پکارتے ہیں **رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا** خدایا مجھے علم دیتا چلا جا۔ نہ عارف کی طلب کی انتہا نہ متجلی کی تجلیات کی انتہا متناہی طرفین کے پاس نہیں پہنچتی۔

خود حضرت سلطان العرفین قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں "بعض لقاء (دیدار) سے دن رات جلتے ہیں اور آہ آہ کرتے ہیں۔ **ان المشتاق المدبرین هل من مزید** یہ فرد توحید تجرید اور تفرید کے مراتب ہیں"۔

اسی طرح حضرت غوث الاعظمؓ فرماتے ہیں کہ "عام شوق اچھی چیز ہے۔ لیکن بہترین شوق ہے جو مشاہدہ کے بعد پیدا ہو اور دیکھنے اور ملنے کے بعد بھی اس میں سستی اور سردی نہ آ سکے محبت سے زائل اور قرب سے دور نہ ہو بلکہ دیدار و ملاقات کے ساتھ ساتھ ہر لحظہ بڑھتا رہے۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ شوق کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنے اسباب و محرکات سے پاک ہو جائے یعنی اس سے حظ نفس مقصود نہ ہو کیونکہ مشاہدہ اسی وقت ہوتا ہے جب شوق حقیقی ہو اور پھر مشاہدہ ہی سے مشاہدے کا سبق بڑھتا چلا جاتا ہے۔

اسی ضمن میں حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ ایک اور مقام پر یوں فرماتے ہیں "درویش کو چاہیے کہ ان مقامات میں ست ہو کر سکونت کسی مقام میں نہ کر بیٹھے آگے بڑھنا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اس کے پیاروں کے قلوب پر سکون حرام ہوتا ہے"

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ **وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا**۔ ترجمہ: اور کہہ اے رب میرے زیادہ دے مجھ کو علم۔

عشق کی اسی کارفرمائی اور حق کو پہنچنے کے جذبہ کامل کے بارے میں حضرت سلطان العارفین ایک مقام پر فرماتے ہیں

سَیل بے رہبر بہ دریا میرساند خویش را   شوق چوں رہبر شود تا رہبری درکار نیست

الف ایہہ دنیا زن حیض پلیتی کتنی ململ دھوون ھُو (۱)
دنیاں کارن عالم فاضل گوشے بہ بہ رووَن ھُو (۲)
جیندے گھر وچ بوہتی دنیاں اوکھے گھوکر سووَن ھُو (۳)
جنہاں ترک دنیا تھیں کیتی باھُوؒ واہندی نکل کھلووَن ھُو (۴)

ترجمہ:-(۱)- یہ دنیا (جو کہ راہ حق سے باز رکھے ہے) (خواہ) اسے کتنا ہی مل مل کر دھوئیں زنِ حیضہ جیسی پلیدی ہے-

(۲)- حصول مال وزر اور دنیا کے عز وجاہ کے لئے (کئی) عالم وفاضل (بھی) (ریاضت وچلہ کشی) کے گوشوں میں بیٹھ بیٹھ کر روتے ہیں-

(۳)- (یہ امر مسلم ہے کہ) جس کے گھر میں (مال ودولت) جس قدر زیادہ ہو (وہ اس کی حفاظت، انتظام کے علاوہ اس کی آلودگیوں میں مبتلا ہو کر) آرام کی نیند بھی بمشکل سوتے ہیں-

(۴)- اے باھُوؒ (جن عارفان صادق نے مقصد حیات کو سمجھ کر خواہشات دنیا سے ترک کر لی ہے وہ (اس دنیا کے بہتے ہوئے) دریا سے (بعافیت) نکل کر (پار ہو گئے)-

تشریح:- قولہ تعالیٰ کہ دنیا کی متاع قلیل ہے- اور ایک بار ابلیس نے حضرت غوث الاعظم سے کہا درم دینار میری متاع قلیل ہے اور متاع قلیل عورت کے حیض آلودہ کپڑے کے ٹکڑے کو بھی کہتے ہیں اور پھر کہا اے پیر اہل ہوا اور اہل دنیا چاہے عالم فاضل ہو یا متقی یا جاہل فقیر پارسا ہو وہ سب میرے طالب ہیں- چونکہ مقصود حیات عرفان حق ہے نہ کہ عیش حیات اس لئے انسان جب ہوسِ دنیا میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس سے سرکشی، انانیت، فرعونیت، حرص وہوا اور تساہل وارد ہوتا ہے جو کہ عرفان حق میں مانع ہے- ایسی حالت میں انسان مقصد حیات وعرفان ذات حق تعالیٰ کو بھول کر محض تن پروری میں مبتلا ہو جاتا ہے البتہ اگر بہتات وفراوانی دنیا کی بجائے محض معاش کا حصول ہو جو کہ عرفان ذات کے حصول کے لئے زندہ رہنے کا معاون ہے تو وہ **یبتغون من فضل الله** میں آ جاتا ہے- ایسے لوگ جنہوں نے دنیا کے دریا سے پیٹ بھر کر پی لیا ان کے پیٹ تو باغیان بنی اسرائیل کی طرح پھیل گئے- ان کی تشنگی فرو نہ ہوئی اور تباہ ہو گئے اور جنہوں نے غرفہ یعنی ایک چلو پر اکتفا کیا وہ تندرست رہے صحیح وسلامت پار اترے اور انہوں نے جالوت (نفس) کافر پر فتح حاصل کی- نیز حدیث شریف میں وارد ہوتا ہے کہ دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے اور ترک دنیا تمام عبادتوں کی اصل ہے- حافظ شیرازی بھی اس راہ میں دنیا کو ترک کر دینے کے

بارے میں فرماتے ہیں ؎

حضوری گر ہمی خواہی ازو غائب مشو حافظ　　متی ما تلق من تہویٰ دع الدنیا واہملہا

الف الست بربکم سنیا دل میرے نت قالو بلےٰ کوکیندی ھُو (۱)
حب وطن دی غالب ہوئی ہک پل سون نہ دیندی ھُو (۲)
قہر پوے تینوں رہزن دنیا توں تاں حق دا راہ مریندی ھُو (۳)
عاشقاں مول قبول نہ کیتی باھُوؒ توں کر کر زاریاں روندی ھُو (۴)

ترجمہ:- (۱)-(ازل کے روز جب اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح کو خطاب فرمایا) تو میرے دل نے "الست بربکم" سنا (جب سے مسلسل میری روح) قالو بلیٰ (بآواز حزیں) پکار رہی ہے-

(۲)- (عالم اجلاس میں وارد ہو کر اور سفر دنیا میں مبتلا ہو کر اب میری روح پر) وطن (اصلی) عالم بقا کی محبت غالب ہو گئی ہے- (اور اس قدر بے قراری اور تڑپ ہے کہ وہ محبت) مجھے ایک لمحہ بھی سونے نہیں دیتی-

(۳)- اے رہزن دنیا تجھ پر قہر پڑے کیونکہ تو تو راہ حق کی راہزن ہے-

(۴)- اے باھُوؒ (یہ دنیا اگرچہ ہزار ہا حیلہ وفن بنا کر اور) گریہ وزاری کر کے (اپنے پر فریفتہ کرنا چاہتی ہے (لیکن) عشاق (ذات الٰہی جنہوں نے آواز الست بربکم سنی اور جواب میں قالو بلیٰ کہا انہوں) نے اسے ہرگز ہرگز قبول نہیں کیا-

تشریح:- چوں بگوش جاں رسد بانگِ الست　　از بلیٰ گفتن مکن کوتاہ دست

اللہ تعالیٰ نے فرمایا الست بربکم (کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں) تو اس پر تمام ارواح کہتر و مہتر نے کہا بلیٰ (یعنی ہاں بے شک تو ہمارا رب ہے) لیکن بعض روحیں بعد از اقرار بلیٰ کہنے سے ناخوش اور پشیمان ہوئیں پس یہ روحیں کافروں، مشرکوں اور منافقوں اور کاذبوں کی ہوئیں اور بعض روحیں آواز الست سے قالو بلیٰ کے بعد خوش وخرم ہو گئیں- اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارواح سے فرمایا جو چاہتے ہو مانگو تا کہ میں عطا کروں، تمام روحوں نے کہا اے خدا ہم تم سے تمہیں کو مانگتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے بائیں جانب دنیا، زیب وزینت، آرائش دنیا اور دنیا کا تماشا روحوں کے سامنے پیش کیا- سب سے پہلے نفس امارہ کی توفیق سے شیطان دنیا میں داخل ہو گیا اور جیسے ہی دنیا میں پہنچا اس نے بلند آواز سے چوبیس آوازیں بلند کیں، دس حصہ ارواح میں سے نو حصہ ارواح یہ آوازیں سن کر شیطان کے گرد جمع ہو

گئے...... شیطان کی متابعت کرنے والے دنیا کے مرتبوں کو پہنچے اور انہیں پسند کر لیا' دنیا و دنیا میں غرق ہو گئی- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- الآن کما کان — اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تدل من نفس الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء (شیطان تنگدستی کا وعدہ دیتا ہے اور مکر و معصیت کا اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کا وعدہ فرماتا ہے- باقی دسواں حصہ جو ارواح کا دست بستہ کھڑا تھا اللہ تعالیٰ نے ان سے مہربانی اور کرم سے خطاب فرمایا کہ اے ارواح بتاؤ کیا چاہتے ہو تاکہ تمہیں عطا کیا جائے- انہوں نے عرض کیا اے خدا ہم تجھ سے تجھ کو ہی چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دائیں طرف سے بہشت حور قصور کو دکھایا ان ارواح میں سے بھی نو حصہ ارواح بہشت میں داخل ہو گئے' پہلے وہ ارواح جو بہشت میں داخل ہوئیں اہل تقویٰ تھے' اہل صفا نے تقویٰ کی اذان دی' جس سے تمام متقی تقویٰ کی آواز سن کر بہشت میں جمع ہو گئے اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب آ گئے-- جن میں عالم فاضل متقی اور پرہیزگار لوگ تھے' ارواح کا باقی ایک حصہ روبرو کھڑے رہے ان کے کانوں پر نہ آواز دنیا نے اثر کیا اور نہ انہوں نے عقبیٰ سے محبت کا اظہار کیا وہ ارواح غرق فنا فی اللہ بقا باللہ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی مطابقت سے عارف باللہ ہوئے- ان کے بارے میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: الفقر فخری والفقر منّی (فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے یعنی فقر میری سنت) اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: الدنیا حرام علیٰ اھل العقبیٰ والعقبیٰ حرام علیٰ اھل الدنیا والدنیا والعقبیٰ حرام علیٰ طالب المولیٰ (صاحب عقبیٰ پر دنیا حرام ہے اور اہل دنیا پر عقبیٰ حرام ہے اور طالب مولیٰ پر دنیا اور عقبیٰ دونوں حرام ہیں) اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: من له المولیٰ فله الکلّ (جس کا مولیٰ ہے اس کا سب کچھ ہے)

پھر حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں: حدیث شریف میں ہے کہ وطن کی محبت ایمان کی علامت ہے: حب الوطن من الایمان (یعنی وطن کی محبت ایمان کی علامت ہے) اس سے مراد وطن ازل ہے علماء کو بہشت کے درجوں کی امید ہے اور فقراء کے لئے منزل اور مقام حرام ہے- کیونکہ انہوں نے ازل سے ابد تک کا احرام باندھا ہوا ہے ان کے لیے دیدار ہی حج ہے-

پھر فرمایا' حدیث: ترک الدنیا رأس کل عبادة وحب الدنیا رأس کل خطیئة- (دنیا کا ترک کرنا تمام عبادتوں کا سر ہے اور دنیائے دوں کی چاہت میں ہونا تمام گناہوں کا سر ہے) ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام نے اس ملعون دنیا کے بارے میں اسی طرح فرمایا ہے- نیز عشاق ذات نے کس طرح دنیا کو ٹھکرا دیا ہے اس بارے میں ایک مقام پر حضرت سلطان

العارفین نے فرمایا" جو فقیر عالم عارف باللہ اولیاء اللہ تمیذ الرحمٰن ہوتا ہے وہ نفس شیطان پر غالب ہوتا ہے دنیا اس کے پیچھے سرگرداں اور پریشان ہوتی ہے' دنیا چاہے جس قدر عجز و انکسار کے ساتھ التماس کرتی ہے لیکن وہ اسے قبول نہیں کرتا"

بیت کے آخری مصرعہ کی مناسبت میں ایک واقعہ قابل ذکر ہے کہ کس طرح عشاق کی زندگی کے دامن کو دنیا آلودہ کرنا چاہتی ہے مگر یہ عشاق ہر حالت میں دنیا سے اپنا دامن محفوظ رکھتے ہیں- امام احمد بن حنبل کو جب معتصم باللہ کے زمانہ خلافت میں طرح طرح کی ایذائیں پہنچائی گئیں تو خلیفہ متوکل نے اپنے دور خلافت میں آ کر سب سے پہلے امام صاحب کی دلجوئی کی تدبیریں کیں تاکہ گذشتہ واقعات کی تلافی ہو- اس مقصد کے لئے متوکل نے ایک لاکھ درہم خدمت میں بھجوائے تو امام صاحب نے فرمایا" یا اللہ یہ معاملہ تو میرے لئے اس سے بھی زیادہ سخت ہے' وہ تو دین کا فتنہ (آزمائش) تھا اور یہ دنیا کا فتنہ ہے- یہ سکے کوڑوں سے زیادہ ضرر رساں ہیں-

اس ضمن میں حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ ایک مقام پر فرماتے ہیں- فقیر روشن ضمیر اور ہر دو جہان پر غالب ہوتا ہے- وہ معرفت اللہ نور ذات کی تجلیات کے مشاہدہ میں اس قدر غرق رہتا ہے کہ اگر اس کو ملک سلیمان پیش کیا جائے تو اسے ہرگز قبول نہیں کرتا- کیونکہ اس کا باطن مثل اس مرد کے ہے جس کا دل دنیا' اہل دنیا اور سیم و زر سے سرد رہتا ہے-

خلاصہ کلام ابو سعید ابو الخیر نے کیا خوب فرمایا:

دنیا جم راد قیصر و خاقاں را — دوزخ بدراو بہشت مرنیکاں را
تسبیح ملک راو صفا رضواں را — جاناں مارا و جانِ ماجاناں را

الف ایہو نفس اساڈا بیلی جو نال اساڈے سِدھا ھُو (۱)
زاہد عالم آن نوائے جتھے ٹکرا ویکھے تھدّا ھُو (۲)
جو کوئی اسدی کرے سواری اس نام اللہ دا لدھا ھُو (۳)
راہ فقر دا مشکل باھُوؒ گھر ما نہ سیرا رِدھا ھُو (۴)

ترجمہ:- (۱)- یہی نفس (جو کہ مطمئنہ ہو کر) ہمارا ساتھی ہے اور ہمارے ساتھ راہِ راست پر ہے-
(۲)- (اسی نفس نے بصورت لتارگی) زاہدوں اور عالموں کو (حریص) نظر سے چرب نوالے (کے در پر) لا جھکایا ہے-

(۳)-جس (مرد کامل نے) (نفسِ امارہ پر) سوار ہوکر (اسے مطمئنہ بنالیا) اس نے اسم اللہ (ذات
تجلیات کی معرفت) کو پالیا-

(۴)-اے باھُوؒ-فقر کے راستہ میں مشکل (مراحل ومنازل) ہیں (یہ کوئی) اماجی کا گھر میں پکا
نرم) حلوہ نہیں ہے (کہ بآسانی کھالیا جائے)

تشریح : بیت میں اصلاح نفس کی تلقین بڑے موثر انداز میں فرمائی گئی ہے۔-جس کے بار
حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں۔-جس نے اپنے نفس کی خواہشات سے قطع تعلق
وہ خدا تعالیٰ کی معرفت کو پالیتا ہے-

پھر فرمایا جو شخص اپنے نفس کو زیر پائے نہیں رکھتا اور نفس کے گھوڑے پر سوار نہیں ہو جاتا
کے لئے محال ہے کہ ان باطنی مراتب پر پہنچے اگرچہ ظاہر میں تمام عمر ریاضت کرلے بے سود ہوگا-آ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں' **ینامُ عَیْنی ولا ینام قلبی** (بمطابق تمام صحاح ستہ ومشکوٰۃ
حضور کی چشم تو سوجایا کرتی تھی لیکن قلب کو نیند نہ آتی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسلم
الفقراء لیلۃ الفاقہ (فقراء کی معراج فاقہ برداشت کرنے والی رات ہوتی ہے)-

اسی عنوان میں منقول ہے کہ سیدنا عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ آخرت کو اپنا راس المال
کر اور دنیا کو اس کا نفع سمجھ-پہلے اپنے وقت کو آخرت حاصل کرنے میں خرچ کر اور آخرت کو دنیا
ڈالنے والا نہ بن' اور نہ اپنے نفس کا غلام اور گھوڑا ہو' کیونکہ تجھے اس پر سوار ہونے اس کی اصلاح کر
اس کو نرم کرنے اور اس پر سوار ہوکر زاد آخرت جمع کرنے کا حکم ہوا ہے-

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے-اے جان آرام پکڑنے والی پھر جا طرف پروردگار اپنے کے
خوش ہے تو پسند کی گئی-پس داخل ہو بیچ بندوں میرے کے اور داخل ہو بیچ بہشت میری کے-پس جب
نفسِ مطمئنہ نے جگہ لے لی اور نفس امارہ کو محکوم کر دیا گیا تو گویا قرب خداوندی کی ساعت آ گئی-ا
موقعہ کیلئے ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے نفس کو چھوڑ اور آ جا-

آخر میں راہ فقر کی مشکلات کا اظہار کیا گیا ہے' جس کے متعلق اسی ہی انداز میں ایک اور مقا
پر حضرت سلطان العارفین نے فرمایا' فقیری تو پر درد اور پرغم رہتا ہے ماں اور خالہ کے گھر میں بیٹھ کر حلوے
مانڈے کھانا نہیں-

الف ازل ابد نوں صحی کیتوسے ویکھ تماشے گزرے ھو (۱)
چوداں طبق دلیندے اندر آتش لائے حجرے ھو (۲)
جنہاں حق نہ حاصل کیتا اوہ دوہیں جہانیں اجڑے ھو (۳)
عاشق غرق ہوئے وچ وحدت باھُوؒ ویکھ تہاندے مجرے ھو (۴)

ترجمہ (۱)-(ہم نے تخلیق کائنات کے) گزرے ہوئے تماشے دیکھ کر ازل وابد کو بخوبی پہچان لیا-
(۲)-(وحدت الوجود ایسا اسم ہے جس سے) ساری کائنات (میرے) دل کے اندر (سمٹ گئی ہے)
(اور اس میں) آتش (عشق الٰہی) نے (مستقل) ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں-
(۳)-جنہوں نے (عرفان) حق حاصل نہ کرلیا وہ (بے نصیب) (مقصد حیات سے محروم رہ کر) دنیا و
آخرت میں برباد رہے-
(۴)-اے باھُوؒ (عارفان ذات) کی خوارق عادات تو دیکھئے (وہ) عشاق (ذات) تو (دریائے)
وحدت (ذات) میں غرق ہوکر (عین ذات بن گئے ہیں)

تشریح: از ازل تا ابد بینی بایک نظر تا شوی عارف خدا ثانی خضر

جو عارف باللہ اور خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح فقیر کامل ہیں وہ ازل سے ابد تک کے جملہ حالات کو ایک نظر میں دیکھ لیتے ہیں-

قولہ تعالیٰ: **اولم ینظروا فی ملکوت السمٰوٰت والارض وما خلق اللہ من شیء** کیا نہیں نظر کرتے بیچ بادشاہی آسمانوں کے اور زمین کے اور جو کچھ پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے کسی چیز سے-یقیناً آیہ کریمہ کا عرفان فقیر کامل کو حاصل ہے جو ازل سے ابد تک کی تخلیقات پر نظر رکھتا ہے اور تمام کائنات کا نظارہ اپنے دل کی گہرائیوں میں کرلیتا ہے-

غوث علی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں-حضرت امام حسنؓ نے جبکہ آپ کی عمر بارہ برس کی تھی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ کے دل میں کس کی محبت ہے فرمایا کہ تمہاری' پھر پوچھا کہ بھائی حسینؓ کی فرمایا کہ ان کی بھی' پھر پوچھا کہ اماں جان کی فرمایا کہ ہاں ان کی بھی' پھر پوچھا کہ نانا جان کی فرمایا کہ ہاں ان کی بھی' پھر پوچھا کہ اللہ میاں کی فرمایا کہ ہاں ان کی بھی' تب حضرت امام حسنؓ بولے کہ ابا جان آپ کا دل ہے یا کوئی مسافر خانہ ہے-حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو چھاتی سے لگالیا اور فرمایا کہ بیٹا تم سچ کہتے ہو محبت ایک کی ہی رہے گی-پھر فرمایا اے میرے فرزند تیرا فکر تجھ میں تیرے لیے کافی ہے تیرا درد اور تیری دوا تجھ میں ہے' کوئی چیز تجھ سے باہر نہیں تو ام الکتاب ہے

اے میرے فرزند تو ایک چھوٹا جسم ہے اور تیرے اندر ایک بڑا جہان ہے۔ گویا اسی جہان میں اپنی غور کرنے سے ذات حق کا قرب اور راز کائنات کو پایا جا سکتا ہے اگر اس دنیا میں بے مقصد اور زندگی گزرے گی تو آخرت میں بھی مقصود نہ ملے گا۔

قولہ تعالیٰ: ومن کان فی هذه اعمیٰ فهو فی الاخرة اعمیٰ واضل سبیلا

کوئی بے بیچ اس دنیا کے اندھا ہے پس وہ بیچ آخرت کے اندھا ہے اور بہت کھویا ہوا ہے راہ۔ عطار کہتے ہیں ؎ ہر کہ ایں جا ندیدہ محروم است در قیامت ذلذت دیدار

جس نے یہاں حق کو نہ دیکھا وہ قیامت کے دن بھی دیدار کی لذت سے محروم رہا۔ ذات عشاق کا کام ہے جس کے بارے میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں ماضی حال اور کے حالات معلوم کرنا نجومیوں کا کام ہے۔ فقیر وہی ہے جو نور محمدی لازوال میں مستغرق رہے اور اللہ اور کل الوصال میں مستغرق رہے۔

جب حضرت منصور حلاج کی خاکستر میں سے صدائے اناالحق آتی تھی اس وقت ایک آیا اور کہا کہ اب تو حق ہے پھر اناالحق کہنا کیا ضرور ہے کہتے ہیں اس کے بعد آواز بند ہوگئی۔

اسی طرح عشاق ذات کے خوارق عادات بیشمار ہیں یہ خوارق عادات اسرار الٰہی ہوا کرتے ہیں جیسے کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہا ہم نے اے آگ ہو جا تو ٹھنڈی اور سلامت اوپر ابراہیم کے۔

یاد رہے یہ بیت توحید معرفت سے متعلق ہے۔ اس کو توحید ازل قدیمی اور ابد بھی کہتے ہیں "جس وقت عارف کامل مقامات و مراتب سیر الی اللہ و فی اللہ و مع اللہ سے عروج کر کے مقام میں جمع الجمع میں پہنچتا ہے جو کہ انتہائی مراتب توحید سے ہے اس وقت اپنے آپ کو عدم محض پاتا اور خودی سے بےخود ہو جاتا ہے جیسا کہ پیش از ترکیب اجزائے جسمی بصور اعیان ثابتہ علم قدیم میں موجود تھا اسی حالت کا بیان ہے"

الف اندر ھُو تے باہر ھُو ایم ھُو دے نال جلیندا ھُو (۱)
ھُو دا داغ محبت والا ہر دم پیا سڑیندا ھُو (۲)
جتھے ھُو کرے رُشنائی چھوڑ اندھیرا ویندا ھُو (۳)
میں قربان تنہاں توں باھُوؒ جہڑا ہو نوں صحی کریندا ھُو (۴)

ترجمہ: (۱)۔ میرے اندر بھی ھُو ہے اور باہر بھی ھُو ہے (یعنی وہی ذات واحد دل وجان کے اندر و باہر جلوہ گر ہے) میں ھُو کے ساتھ ہی زندگی بسر کر رہا ہوں۔

(۲)۔ ھُو نے (مجھے اپنی) محبت کا (درد) و داغ (عطا کیا ہے) جو کہ مجھے ہمیشہ نیا سوز بخش رہا ہے۔

(۳)۔ جہاں کہیں ھُو کی تجلی کارفرما ہوتی ہے تو وہاں اندھیرا (خواہ کفر و عصیان کا ہو یا نفس امارہ کا) چھوڑ جاتا ہے۔

(۴)۔ اے باھُوؒ۔ میں (اس عارف کامل) کے قربان ہو جاؤں جس نے ھُو کا عرفان حاصل کر لیا۔

تشریح: تصوف کی اصطلاح میں بیت کا مصرعہ اول توحید طریقت کے مرتبہ توحید ذاتی سے متعلق ہے۔ یعنی وجود جملہ موجودات کو وجود باری تعالیٰ یقین کرنا اور موثر حقیقی و موجود اصلی ذات حق کے سوا دوسرے کو نہ جاننا۔ اور مصرعہ سوم توحید حقیقت کے مرتبہ آفاقی سے متعلق ہے "یعنی حق سبحانہ تعالیٰ موافق آیت اللہ نور السمٰوٰت والارض عارف کی نظر میں متجلی ہوتا ہے اور وجود جملہ موجودات واحد نظر آیا ہے اس وقت ہمہ اوست کا نعرہ دل عارف سے نکلتا ہے"

خواجہ غلام فریدؒ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

ہن میں رانجھن ہوئی رہیا فرق نہ کوئی

اسی مقام کے لئے ہی خواجہ حافظؒ فرماتے ہیں ؎

میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز

آشکار کہتے ہیں ؎

بر سوئی بہر کوئی بہر جا یار می بینم شعائے پرتوِ حسنش بدر دیواری بینم

اور ماسوائے اللہ کو جلا دینا عشق کا خاصہ ہے۔ فرمان ہوتا ہے۔ **العشق نار" ایحرق ماسوالمحبوب**۔ پھر فرمان ہوتا ہے۔ **لیخرجکم من الظلمت الی النور**۔ اور سیدنا غوث الاعظمؒ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی یاد سے دلوں کو روشنی حاصل ہوتی ہے اور خدا کے ذکر سے تاریکی و غفلت کا پردہ دلوں سے اٹھ جاتا ہے۔

پھر فرمان الٰہی ہوتا ہے اور کہو کہ آیا سچ اور گیا اور ناچیز ہوا جھوٹ اور مقرر جھوٹ ہے جانے جانے والا اور ناچیز ہونے والا اور آخر مصرعہ میں عرفان ذات ھُو کی تلقین ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ "جس نے اپنے نفس کو پہچانا۔ اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ اور جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو بقا سے پہچانا"

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ اسم ھُو کی شرح میں فرماتے ہیں " یہ مرتبہ وصال سے **یحیی ویمیت** فنا کو بقا تک پہنچاتا ہے لیکن بقا کو فنا نہیں کرتا "

الف ادھی لعنت دنیاں تائیں تے ساری دنیاں داراں ھُو (۱)
جیں راہ صاحب دے خرچ نہ کیتی لین غضب دیاں ماراں ھُو (۲)
پیواں کولوں پتر کوہاوے بھٹھ دنیاں مکاراں ھُو (۳)
جنہاں ترک دنیا دی کیتی باھُوؒ لیسن باغ بہاراں ھُو (۴)

ترجمہ :(۱)-(خداتعالیٰ کی) آدھی لعنت (تو) دنیا پر ہے اور ساری لعنت دنیاداروں پر ہے (جو عرفان حق کو چھوڑ کر دنیا کی محبت میں مبتلا ہیں)

(۲)-جنہوں نے (متاع) دنیا (یعنی اپنا مال وجان) (خوشنودی خدا اور رسول کے لئے) راہ حق میں صرف نہ کیا وہ (دنیا وآخرت میں) غضب کے سزاوار ہیں-

(۳)-اس دنیا کا یہ عام کردار ہے کہ (حرص وحسد میں مبتلا ہو کر) باپ سے بیٹے کو ذبح کرا دیتی ہے- اے مکار دنیا-خدا کرے تجھے آگ لگ جائے-

(۴)-اے باھُوؒ-جن مردان کامل نے (محبت) دنیا کو قطعاً چھوڑ دیا وہ (مالک حقیقی سے قیامت کے دن) **جنۃ تجری من تحتھا الانھار** (کی عطا) لیوینگے-

تشریح : دنیادار معاشرہ میں ہر فساد کا باعث بنتا ہے-حتیٰ کہ پیغمبروں کے ساتھ منافقت کرنے والے دنیادار ہی تھے-قرآن شریف میں آتا ہے-**وما نقموآ الّا ان اغنھم اللہ ورسولہ من فضلہ** یعنی دشمنی نہ کی منافقوں نے پیغمبر سے مگر اس واسطے کہ دولت مند کر دیا-ان کو اللہ تعالیٰ نے اور پیغمبر اس کے نے فضل وکرم اپنے سے-

گویا ایسے لوگ جو حب دنیا رکھتے ہیں ان کے پاس دولت کی فراوانی انہیں ایمان سے دور لے جاتی ہے-

معراج کی رات حق تعالیٰ نے فرمایا-اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تجھے کون سی چیز ناپسند ہے تا کہ وہ تجھ سے دور کی جائے-آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا مجھے دنیا ناپسند ہے-اسے مجھ سے دور کر دو-اللہ تعالیٰ نے فرمایا لوگوں کو تو دنیا پیاری ہے-اسے جان سے عزیز سمجھتے ہیں-دنیا کی خاطر بیٹا باپ کو ہلاک کرتا ہے اور باپ بیٹے کو-آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا-وہ اندھے

ہیں دنیا کی حقیقت سے واقف نہیں-لیکن میں نے دنیا کو اچھی طرح دیکھا اور پہچانا ہے-جس دن تو نے دنیا کو پیدا کیا اور آسمان اور زمین کے درمیان لٹکا دیا تو یہ دن رات فریاد کرتی تھی-اے خدا مجھ پر اک نگاہ رحمت کر-لیکن تو نے کبھی اس پر نگاہ رحمت نہ کی-تو نے دنیا کو مچھر کے پر کے برابر عزت نہ دی-اور کلام مجید میں بھی کہیں اس کی عزت کا ذکر نہ کیا-

تقویٰ کے بیان میں حضرت غوث الاعظم فرماتے ہیں کہ "مال خدا کی راہ میں خرچ کرو اور فضول کاموں میں خرچ نہ کرو بموجب حکم خداوند تعالیٰ کے وہ لوگ کہ خرچ کرتے ہیں فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ کنجوسی کرتے ہیں"

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "مال میرا ہے اور دولت مند لوگ میرے وکیل ہیں-جس نے میرا مال میرے عیال پر خرچ کیا اس کا ٹھکانہ جنت ہے-اور جس نے میرے عیال پر خرچ نہ کیا اس کے لئے آگ ہے"

تیسری صدی ہجری کے عظیم صوفی ذوالنون مصری کہتے ہیں-"صوفی وہ لوگ ہیں جنہوں نے سب کچھ چھوڑ کر خدا کو لیا ہے"

الف ایہہ دنیاں رن حیض پلیتی ہرگز پاک نہ تھیوے ھُو (۱)
جیں فقر گھر دنیاں ہووے لعنت اس دے جیوے ھُو (۲)
حب دنیاں دی رب تھیں موڑے ویلے فکر کچیوے ھُو (۳)
ے طلاق دنیاں نوں دیجے جے باھُوؒ سچ پچھیوے ھُو (۴)

ترجمہ :(۱)- یہ دنیا حائضہ عورت کی ناپاکی ہے جو کہ ہرگز پاک نہیں ہوتی-

(۲)-جس کا دعویٰ فقر کا ہو اور اس کے گھر (میں) (معاش سے زیادہ متاع) دنیا (کی بہتات ہو) تو اس کے زندہ رہنے پر (خداتعالیٰ کی) لعنت ہے-

(۳)-دنیا کی محبت (میں یہ نقص ہے کہ وہ) (عرفان واطاعت) رب سے روگردانی کراتی ہے-(اس لیے اس خطرہ کو) بروقت فکر میں لانا چاہیئے-

(۴)-اے باھُوؒ-اگر سچ پوچھو تو (سالک کو چاہیے کہ) اس (زن ناپاک) دنیا کو تین بار طلاق ہی دے دے-

تشریح : حضرت سلطان العارفین اس چار بیتی میں دنیا کی مذمت میں فرماتے ہیں کہ دنیا کے

پاک ہونے کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ یہ حق تعالیٰ یعنی مقصودِ حقیقی سے دور لے جاتی ہے- اس لیے ا...
دنیا پاک چیز کو چھوڑ دینا چاہیے- دراصل معاش سے زیادہ ساز و سامان کا رکھنا اور خدا تعالیٰ سے غافل ہو...
ہی دنیا ہے- بقول رومی علیہ رحمۃ

چیست دنیا از خدا غافل بودن   نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں "جان لے کہ اگر حب دنیا جو کے برابر بھی دل میں ...
گی تو چاہے روئے زمین کے تمام اولیائے کرام جمع ہو جائیں جب تک اس کے دل سے حب دنیا نہ ...
جائے معرفت حاصل نہیں ہوتی کیونکہ راہِ معرفت میں دل کی سیاہی زنگار اور کدورت مخل رہتی ہے- ...
لیے کہ حب دنیا زہر قاتل ہے- دنیا ایمان کو کھاتی ہے اور زہر جان کو کھاتی ہے- حدیث میں ہے کہ دنیا ...
محبت ایمان کو اس طرح کھاتی ہے جیسے لکڑیوں کو آگ کھا جاتی ہے- واضح رہے کہ ایک روز حضرت محی...
سبحانی گھر سے باہر تشریف لائے تو ابلیس کو دروازہ پر کھڑا پایا- فرمایا اے ابلیس تو یہاں کیوں کھڑا ہے ...
جاؤ- ابلیس نے کہا اے غوث الاعظم آپ کا غلام درم دینار اندر لے گیا ہے- درم کے انتظار میں کھڑا ...
ہوں- درم دینار میری متاع قلیل ہے اور متاع قلیل عورت کے حیض آلودہ کپڑے کے ٹکڑے کو بھی کہتے ...
ہیں- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ دو دنیا کی متاع قلیل ہے جو کوئی درم و دینار سے محبت رکھتا ہے- اے پیر ...
وہ میری جان اور میرا بھائی ہے- اور شیاطین بیدین علیہ لعنت مجھ سے ہیں- حضرت پیر دستگیر اندر گئے ا...
درم و دینار اندر سے لا کر ابلیس کے حوالہ کیے ابلیس نے کہا اے پیر- اہل ہوا اور اہلِ دنیا چاہے عالم ہو ...
ہو یا فاضل یا متقی یا جاہل فقیر ہو یا پارسا ہو وہ سب طالب میرے ہیں- دنیا کا مرید میرا مرید ہے- دنیا کا
غلام میرا غلام ہے-

حضرت سلطان العارفین نے پھر فرمایا "جس کی نظر میں دنیا اور اہلِ دنیا کی وقعت ہے ...
دونوں جہان میں ملعون طالب ہے- وہ درویش نہیں- حدیث شریف میں وارد ہے کہ ذکر الٰہی کے سوا ...
اور جو کچھ دنیا میں ہے ملعون ہے"-

اسی طرح حب دنیا کے نقصان سے متنبہ فرماتے ہوئے اسے ترک کرنے کے لیے ایک ...
مقام پر فرماتے ہیں- "(حدیث شریف میں وارد ہے کہ) دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے اور ترک د...
تمام عبادتوں کی اصل ہے- پس جس شخص کے دل میں ذرہ بھر بھی دنیا کی محبت ہے وہ اپنے تئیں شیطان ...
کے سلسلے سے سمجھ لے-

(ترجمہ بیت) "اے باھُو- رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو تین طلاق دے دیں ...

جس نے دنیا کا خیال رکھا وہ قبول نہ ہوا"

پھر فرماتے ہیں "محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے دنیا کو تین طلاق دیں اور اللہ تعالیٰ سے یگانگت پیدا کی"

نیز فرمان الٰہی ہوتا ہے- اور چھوڑ دے ان کو چھوڑ دینا اچھا یعنی خلق سے کنارہ کر لیکن لڑ جھگڑ کر نہیں سلوک سے-

اسی ضمن میں حضرت سلطان العارفین نے ایک اور مقام پر فرمایا- جب میں نے اللہ جل شانہٗ کے مطالعہ سے قرآنی آیات اللہ تعالیٰ پڑھیں تو دنیا کو تین طلاقیں دے دیں-

---

الف ایمان سلامت ہر کوئی منگے عشق سلامت کوئی ھُو (۱)
منگن ایمان شرماون عشقوں دل نوں غیرت ہوئی ھُو (۲)
جس منزل نوں عشق پچاوے ایمان نوں خبر نہ کوئی ھُو (۳)
میرا عشق سلامت رکھیں باھُوؒ ایمانوں دیاں دھروئی ھُو (۴)

ترجمہ: (۱)- سلامتی امان تو ہر شخص مانگتا ہے- (لیکن) سلامتی عشق کوئی خاصانِ حق ہی طلب کرتا ہے-

(۲)- یہ طالبان ناقص جو کہ (صرف) ایمان مانگتے ہیں اور عشق (الٰہی) سے شرماتے ہیں (ان کا حال زار دیکھ کر) میرے دل میں غیرتِ فقر و عشق الٰہی اجاگر ہو رہی ہے-

(۳)- (حقیقت یہ ہے کہ) جس منزل (اولیٰ) کو عشق پہنچاتا ہے- ایمان کو اس (منزل کی) خبر تک ہی نہیں ہے- (کیونکہ انتہائے ایمان جنت الماویٰ ہے اور انتہائے عشق ذات حق تعالیٰ)

(۴)- اے باھُوؒ- (اے مرشد کامل) میرے عشق کو سلامت رکھنا (اور میں احترام عشق کے لئے اپنے ایمان (کامل) کو بھی قسم اور واسطہ دیتا ہوں-

تشریح: ہر عاشق ایماندار ہے لیکن ہر ایماندار عاشق نہیں ہو سکتا- عشق خودداری، جانبازی، پرسوزی اور بلند نظری کا عامل ہے- ایمان، عبادت، ریاضت اور بہشت کا دھیان کرتا ہے- عاشق کا مقصود رضائے الٰہی اور بقائے الٰہی ہے- ایمان کو وصول بہشت و حور و غلمان ہیں- اور عاشق ان کی طرف ایک نگاہ ڈالنا بھی پسند نہیں کرتا- عشق مولا کی طلب ہے- عشق خدا کی راہ میں سر قربان کرتا ہے- سچائی اور اعلیٰ اصول کے لئے جہاد کرتا ہے- مسلمان مسلسل ذلت و رسوائی اسی لیے آج کل اٹھا رہا ہے کہ اس نے عشق جو

خالصتاً رسم شبیری ہے اسے ترک کر رکھا ہے۔ جاہ طلبی دنیا پرستی تو در کنار عاقبت کی آرزو بھی عاشق و مومن جانباز کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ مسلمان میں دنیا پرستی اور سرمایہ داری اور ملوکیت کے انداز جب بھی آئے وہ اپنے ملک و قوم کو تباہ کر بیٹھا۔ اسی طرح مسلمان جب محض آرزوئے بہشت و عاقبت میں زاہد و عابد بن کر بیٹھا تو نہ صرف اس کا نفس شیطان فربہ ہوا بلکہ کفر کا ہر حربہ اس کو غلام و محکوم کرنے میں کامیاب ہوا۔ مسلمان طالب مولیٰ بنا۔ اس نے روئے زمین پر حکومت کی۔ کائنات اس کے سامنے مسخر ہوئی۔ عاشق کی حیثیت سے اسے بقائے الٰہی بھی عطا ہوا۔ دنیاداری اور ملوکیت کا انجام خلافت عباسیہ اور خلافت عثمانیہ کے پردرد و خونچکاں اختتام میں دیکھئے۔ زہد و ملائیت کا انجام بھی تاریخ کے اوراق میں افراد کی فلاکت اور قوموں کے تنزل کی صورت میں دیکھا جاتا ہے۔ حریت و عشق کامل جب بھی مسلمانوں میں آیا وہ حاکم بن کر رہے، وہ دور خلفائے راشدین کا ہو سکتا ہے۔ وہ دور خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ اور اورنگ زیب عالمگیر کا ہو سکتا ہے۔ اور جب عشق افراد میں عود کرتا ہے تو بلالؓ، اویس قرنیؓ، خالد بن ولیدؓ، طارق بن زیاد، حسین ابن علیؓ، محمد بن قاسم اور اقبال جیسے مرد مومن پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین اس بیت میں اسی بنا پر ان لوگوں پر افسوس کرتے ہیں جو ایمان چاہتے ہیں اور عشق کی طلب نہیں کرتے۔ جب کہ عشق اس دنیا میں سربلندی اور اس جہان میں بھی سرخروئی و حصول لقا کے باعث ہے۔ ایمان کی منزل خیر و عافیت و بہشت ہو سکتی ہے بشرطیکہ سچائی۔ حلال خوری اور دیانت کی زندگی گزارنے کے ساتھ ساتھ شریعت میں ثابت قدمی رہی ہو۔ اور عشق کی آخری منزل خود ذات الٰہی ہے۔ اس لیے حضرت سلطان العارفین آخر میں اپنے عشق کی سلامتی کیلئے ایمان کامل کو بھی واسطہ دے رہے ہیں۔ اس ضمن میں اقبالؒ نے بھی کیا خوب فرمایا ہے۔

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مرد مسلماں بھی کافر و زندیق

الف

ایہہ تن میرا چشماں ہووے تے میں مرشد ویکھ نہ رجاں ھُو (۱)
لوں لوں دے مُڈھ لکھ لکھ چشماں ہک کھولاں ہک کجاں ھُو (۲)
اتنیاں ڈٹھیاں صبر ناں آوے ہور کتے ول بھجاں ھُو (۳)
مرشد دا دیدار ہے باھُوؒ مینوں لکھ کروڑاں حجاں ھُو (۴)

ترجمہ: (۱)۔ میرا یہ جسم اگر تمام چشم بینا ہو جاوے (تب بھی انتہائے شوق دیدار میں) میں (اپنے) مرشد (جس نے راہ حق کی رہبری کی ہے) کو دیکھ دیکھ کر سیر نہیں ہوتا۔

(۲)۔ (میرے جسم کے) ہر تن مو میں لاکھ لاکھ آنکھیں (شوق دیدار مرشد کے لئے) روشن ہیں (جنہیں تسلسل دیدار قائم رکھنے کے لئے) ایک کو کھولتا اور ایک کو بند کرتا ہوں۔

(۳)۔ (اس قدر لامتناہی وسائل سے) شرف دیدار حاصل کرنے کے باوجود بھی (دل میں مزید بھی بیقراری لاحق ہے) (اے شوق دیدار) میں اب اور کس طرف بھاگوں اور کیسے تشنگی دیدار کو دور کروں۔

(۴)۔ اے باھُوؒ۔ (اس طرح انتہائے شوق میں) (مرشد کامل) (جو کہ فنا فی الذات ہے) کا دیدار میرے لیے لاکھوں کروڑوں حج (کا ثواب) ہے۔

تشریح: بیت میں شیخ کامل سے ارادت، محبت اور اس کی راہ طریقت و معرفت میں اہمیت کو بیان فرمایا گیا ہے۔ ابوالفیض قلندر سہروردی فرماتے ہیں "پیر یا شیخ سے پہلے محبت اور والہانہ محبت ہوگی تو طالب منزل مقصود کی امید کر سکتا ہے۔ کیونکہ محبت ہی ایک وہ خلش ہے جو فراق محبوب میں انسان کی اعانت کرتی ہے۔ جب کہ دنیا اس کے سامنے ایک انگوٹھی کے حلقے کی طرح ہوتی ہے۔ یہی وہ نشہ ہے جس کا کوئی اتار نہیں اور یہی وہ بیتابی ہے جس کے لیے سکون نہیں۔ گویا مبتدی کی پہلی منزل اور طالب کی طلب کی پہلی سیڑھی محبت ہی ہے۔ جب تک شیخ کے لئے تمام محبوبات کو قربان کرنے پر آمادہ نہ ہو جائے اور سب طرف سے آنکھیں بند کر کے اسی کا نہ ہو رہے تب تک اس کو مقام محبت حاصل نہیں ہوگا۔ عشاق شیخ محبت میں ایسے سرشار ہوتے ہیں کہ انہیں کسی طرف کا ہوش ہی نہیں رہتا۔ اور دنیا کی کسی شے کو محبت شیخ پر ترجیح نہیں دے سکتے۔

حکایت: حضرت بابا فریدالدین شکر گنج اجودھنی پاک پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ آپ اپنے شیخ کی خدمت میں تعلیم بقرب الی اللہ کی ابتدائی منازل طے کر رہے تھے اور وہیں قیام بھی رکھا کرتے تھے۔ آپ کے ذمہ شیخ کی ظاہری خدمات میں سے یہ خدمت تھی کہ آدھی رات کو آگ جلائی جائے اور تہجد کے لیے پانی گرم کیا جائے۔ یعنی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ (جو آپ کے شیخ تھے) کے اٹھنے سے قبل پانی گرم تیار ہونا چاہیے۔ ان دنوں آگ جلانے اور محفوظ رکھنے کا بڑا انتظام و اہتمام ہوا کرتا تھا۔ اور سالہا سال اپنی ضروریات کے لئے آگ کا ذخیرہ موجود رکھا جاتا تھا۔ اتفاق سے ایک رات آگ بجھ گئی۔ اور بابا فریدالدین صاحب علیہ الرحمۃ جو رات کو پانی گرم کرنے کے لئے اٹھے تو آگ کو بجھا ہوا دیکھ کر نہایت مغموم و پریشان ہوئے۔ اور آگ کی تلاش کو خانقاہ سے باہر نکلے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ فاصلہ پر آگ جل رہی ہے۔ فوراً وہاں پہنچے۔ دیکھا تو وہ ایک بڑھیا نے جلا رکھی تھی۔ اس کے سامنے جا کر آگ مانگی۔ تو وہ کہنے لگی فرید اس آگ کی قیمت آنکھ ہے۔ آنکھ دے دو اور آگ لے جاؤ۔

آپ نے کہا کہ جس آنکھ کی ضرورت ہو فوراً نکال لو اور آگ دے دو کیونکہ حضرت شیخ اٹھنے والے ہیں۔ اور مجھے ان کے لیے وضو کا پانی گرم کرنا ہے۔ اس بڑھیا نے داہنی آنکھ نکال لی۔ اور آگ دیدی۔ حضرت فریدالدین شکر گنج" آگ لے آئے۔ پانی گرم کر لیا اور حضرت شیخ وضو کر کے اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت شیخ نے دوستوں میں حضرت بابا فرید الدین صاحبؒ کو یاد فرمایا اور پوچھا کہاں ہیں۔ الغرض حضرت فریدالدینؒ بلائے گئے جب آئے تو آنکھ پر پٹی بندھی تھی۔ حضرت شیخؒ نے پوچھا کہ آنکھ کو کیوں باندھ رکھا ہے۔ پنجابی محاورہ میں عرض کیا کہ "آ گئی" خراب ہو گئی ہے۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا پہلے سے "سوائی" ہو گئی ہے۔ کھول دو اور تمہاری نسل میں بھی میرا یہ نشان موجود رہے"

مرشد کے دیدار کی اہمیت کو ایک مقام پر خود حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ ان الفاظ میں ادا فرماتے ہیں۔ "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے ابوذرؓ گیا تو کچھ اور بیان سننے کا متمنی ہے۔ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کوئی ان میں سے ایک طرف نظر کرے تو وہ دیکھنا اللہ کو بیت اللہ کے دیکھنے سے زیادہ پیارا ہے"

ے اصل بیت اللہ قلوب عاشقان　　کہ بہ بیند ایں عجوب فاسقان
چون بدیدم ذات حق اندر وجود　　بر در پیر مغان کر دم سجود

الف اندر وچ نماز اساڈے ہکسے جا نتیوے ھُو (۱)
نال قیام رکوع سجودے کر تکرار پڑھیوے ھُو (۲)
ایہہ دل ہجر فراقوں سڑیا ایہہ دم مرے نہ جیوے ھُو (۳)
سچا راہ محمدؐ والا باھُوؒ جیں وچ رب لبھیوے ھُو (۴)

ترجمہ: (۱)-ہماری نماز (عشق وحدت ذات) (ہمارے محراب دل) کے اندر ہے جو کہ ایک ہی جگہ نیت کی جاتی ہے۔
(۲)-(یہ نماز عشق ذات) قیام اور رکوع وسجود کے ساتھ باتکرار پڑھی جاتی ہے۔
(۳)-(اس قدر قرب صلوٰۃ دائم کے باوجود میرا) یہ دل ہجر وفراق سے جلتا ہے اور یہ دم (کشمکش موت و حیات میں مبتلا ہو کر) نہ مرتا ہے اور نہ جیتا ہے۔
(۴)-اے باھُوؒ راہ حق تو (یہی راہ اطاعت ومحبت) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس راہ میں (وصال ودیدار) رب تعالیٰ جل شانہ ملتا ہے۔

تشریح: حضرت سلطان العارفین عاشق کی نماز "صلوٰۃ دائم" کا بیان فرماتے ہیں اور یہ نماز فراق محبوب (حقیقی) کی صورت میں دل کی کیفیات میں مسلسل جاری ہے اور یہی وہ طریق ہے جسے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنایا۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں "طالب قادری دنیا سے غسل کر لیتا ہے اور آخرت سے وضو کرتا ہے اور دوگانہ نماز اس ترتیب سے پڑھتا ہے کہ اشغال ذکر الٰہی سے یگانہ ہو کر ایک ایک رکعت میں **ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ** اور دوسری رکعت میں **وکفی باللہ وکیلا** (و) **ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ** پڑھتا ہے اور رکوع وسجود میں اپنے آپ کو فنا کر کے نیاز حاصل کرتا ہے اور قعدہ میں بے حساب پڑھتا ہے"۔

حضرت سلطان العارفین کے ہمعصر رحمٰن بابا ہجر وفراق کے بارے میں فرماتے ہیں۔ "جسے دنیا میں محبت کا کاروبار پسند ہو اس کے قتل کے لیے ہجر کے خنجر بنائے جاتے ہیں"

طریق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کا اوپر ذکر ہوا ہے کی سچائی پر قرآن حکیم میں فرمان وارد ہوتا ہے۔ **من یطع الرسول فقد اطاع اللہ** اور پھر حکم ہوتا ہے **ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصٰلحین وحسن اولئک رفیقا**۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ "ایک روز شیخ جنید بغدادی اور شیخ شبلی دونوں شہر سے باہر جنگل کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں نماز کا وقت ہو گیا۔ دونوں صاحبوں نے وضو کر کے نماز کا ارادہ کیا کہ اس اثنا میں ایک مزدور آیا اور اپنے سر سے لکڑیوں کا گٹھا اتار کر وضو کیا اور ان کے پاس آ گیا۔ انہوں نے پہچان لیا کہ یہ شخص اولیاء اللہ سے ہے اور ان دونوں نے اس کو امام بنایا اور خود مقتدی بنے۔ مگر اس بزرگ نے ہر رکوع وسجود میں بہت دیر لگائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو شیخ نے پوچھا کہ رکوع وسجود میں اس قدر دیر کیوں لگائی' ان بزرگ نے جواب دیا کہ ہر رکوع وسجود میں تسبیح پڑھتا تھا اور ہر تسبیح کا جواب جب تک "لبیک عبدی" نہ سن لیتا تھا سر نہیں اٹھاتا تھا اس وجہ سے رکوع وسجود میں دیر ہوتی تھی۔

پس جو نماز باصواب نہیں ہوتی وہ نماز' نماز نہیں بلکہ وہ دل کی پریشانی ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ حی وقیوم ہے اور اس کے ہاں کوئی بت پرستی نہیں کہ انہیں بت کی طرح کوئی جواب نہ ملے بت مردہ ہیں خدا حی وقیوم ہے جب کوئی بندہ اس کو پکارتا ہے تو وہ اسے جواب دیتا ہے اسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے **لا صلوٰۃ الا بحضور القلب** یعنی سوائے حضور دل کے نماز کامل طور پر ادا نہیں ہوتی' اس لیے نماز خدا

تعالیٰ کی طرف کامل توجہ اور یکسوئی سے ہو ورنہ وہ ایک پریشانی اور جدائی ہوتی ہے۔

فقیر باھُوؒ کہتا ہے کہ اہل نماز کے لیے رکوع و سجود میں خدا تعالیٰ کی طرف سے لبیک عبدی جواب ملتا ہے اور عارف باللہ کے لیے ہر دم اور ہر ساعت اور ہر لحظہ لبیک عبدی کا جواب موجود ہے۔"

قرآن حکیم میں راہِ محمدی کی سچائی پر وارد ہوتا ہے **یٰسٓ ○ والقرآن الحکیم ○ انک لمن المرسلین علیٰ صراطٍ مستقیم ○** (ترجمہ) اے سید قسم ہے قرآن محکم کی تحقیق تو البتہ بھیجے ہوؤں سے ہے اوپر راہ سیدھی کے۔

الف انکھیں سرخ موہیں تے زردی ہر ولوں دل آہیں ھُو (۱)

مہا مہاڑ خوشبوئی والا پہوتا ونج کداہیں ھُو (۲)

عشق مشک نہ چھپے رہندے ظاہر تھیں اتھاہیں ھُو (۳)

نام فقیر تنہاندا باھُوؒ جہاں لامکانی جاہیں ھُو (۴)

ترجمہ: (۱)۔(عاشقوں کی) آنکھیں سرخ ہیں اور (ان کے) چہرہ پر زردی ہے۔ اور ہر طرف سے (ان کا) دل آہوں سے (لبریز ہے)

(۲)۔(محبوب حقیقی کی محبت کی) خوشبو کا رُخ کہیں جا پہنچا ہے۔

(۳)۔عشق اور مشک چھپے نہیں رہتے اس لیے یہیں (اس کے آثار) ظاہر ہوتے ہیں۔

(۴)۔(لیکن) اے باھُوؒ۔فقیر تو ان (مردان کامل) کا نام ہے جن کا مقام (راہ عشق) میں لامکاں ہے

تشریح: اس بیت میں حضرت سلطان العارفین شدت عشق کے اثرات جانِ عاشق پر بتا رہے ہیں۔ فرماتے ہیں محبت و عشق الٰہی کی خوشبو نے عاشق کے شوق و غم کو اس قدر بڑھا دیا ہے کہ اس کے جسم میں زردی اور آنکھوں میں اشک غم اور ہر سانس کے ساتھ سوز آہ شامل ہے۔ یہ عاشق کی مخصوص کیفیت حال ہے جبکہ اس پر ہجر و فراق کی آزمائش آتی ہے۔ وہ شوق محبوب میں دراصل اس زندہ جہان میں فنا ہو جاتا ہے وہ زندگی میں بھی مر چکا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا مکان لامکان ہے۔ اسی ضمن میں رومی نے کیا خوب فرمایا ہے

از دفتر عشق ہر کہ فردے وارد اشک گلگوں و چہرہ زردے وارد

ہر گرد سرے شود کہ سوزیست درد قرباں دلے رود کہ دردے وارد

عاشقاں را سہ نشاں اند اے پسر آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر

ہر کہ او آگاہ تر رخ زرد تر ہر کہ او بیدار تر پر درد تر

واقعی اصل آگہی تو صاحب عشق کو حاصل ہوتی ہے جو رموز جاں کے ہاتھوں اس دنیا سے بے نشاں ہو کر لامکانی کیفیات کا حامل ہو جاتا ہے۔

چو عیسیٰ قصد بالا کن بروں بر لاشہ زیں پستی میا ایں جا کہ خر گیرند دجالان یونانی

الف اندر کلمہ کل کل کردا عشق سکھایا کلماں ھُو (۱)

چوداں طبق کلمے دے اندر قرآن کتاباں علماں ھُو (۲)

کانے کپ کے قلم بناون لکھ نہ سکن قلماں ھُو (۳)

باھُوؒ ایہہ کلمہ مینوں پیر پڑھایا ذرا نہ رہیاں الماں ھُو (۴)

ترجمہ: (۱)۔(میرے) اندر کلمہ (طیب) (ایک مخصوص آواز) کل کل (پیدا) کر رہا ہے (مجھے) عشق نے کلمہ (توحید و رسالت) سکھایا ہے۔

(۲)۔ چودہ طبقات (کائنات) (کلمہ طیب کی کنہ سے پیدا ہوئے ہیں) اور کلمہ (طیبہ) کے اندر ہیں۔قرآن (اور تمام) کتابیں (اور سب) علوم (کلمہ طیبہ) میں سمٹے ہوئے ہیں اور (اس کی شرح ہیں)

(۳)۔ (دنیا کے تمام مصنف) کانے کاٹ کر قلمیں بنا کر شرح لکھتے چلے آ رہے ہیں (لیکن ان کی قلمیں (شرح کلمہ طیب کی انتہا) نہیں لکھ سکتیں۔

(۴)۔اے باھُوؒ یہ کلمہ (جو کہ میرے اندر کل کل کر رہا ہے) مجھے پیر (کامل) نے پڑھایا ہے (اس لئے میرے دل میں) ذرہ (بھر) غم و آلام نہیں رہے۔

تشریح: اس بیت میں توحید معرفت کے اسرار ہیں "توحید کا مرتبہ اول یہ ہے کہ آدمی اپنی زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہے مگر دل اس سے غافل ہو یا منکر مثل منافقین کے۔ مرتبہ دوم یہ ہے کہ اس کلمہ کے معنی کو دل سے سچ جانتا ہو جیسے عوام مسلمان اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ مرتبہ سوم یہ ہے کہ بذریعہ نورِ حق یہ معنی کشف کے طور پر مشاہدہ ہو جائیں۔ یہ مقام مقربین کا ہے اور اس کا حال یہ ہے کہ اشیاء کو کثیر تو جانتا ہے مگر باوجود کثرت ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتا ہے۔ مرتبہ چہارم یہ ہے کہ جملہ موجودات کے وجود میں بجز ذات واحد یکتا کے اور کسی کو نہ دیکھے"

حضرت سلطان العارفین کلمہ طیبہ کی وسعت و احاطت کے بیان کے ساتھ ساتھ کلمات ربی کے لامتناہی علوم کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ یہ بحر علوم جن کی وسعت بیکران ہے مرشد کامل کی تعلیم و ارشاد

سے آسان ہو جاتے ہیں۔

کلمہ کی کنہہ تک پہنچنا عاشق کا کام ہے اور عاشق کے دل و جان میں کلمہ کی حقیقت اس طرح سما جاتی ہے کہ گویا اس کا دل و جان ہر دم کلمہ طیبہ کا ورد کر رہا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ **قل لو کان البحر مداد الکلمت ربی لنفذ البحر قبل ان تنفد کلمٰت ربی ولو جِئنا بمثلہٖ مددا** ۔۔یعنی کہہ اگر ہووے دریا سیاہی واسطے باتوں پروردگار میرے کے البتہ تمام ہو جاوے دریا پہلے اس سے کہ تمام ہوں باتیں رب میرے کی اور اگرچہ لاویں ہم برابر اس کے مدد۔

قرآن حکیم۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ **ولو ان ما فی الارض من شجرة اقلام والبحر یمدّہٗ من بعدہ سبعةُ البحر ما نفدت کلمٰت اللہ ۔ ان اللہ عزیزٌ حکیم**۔ یعنی۔ اور اگر ہو یہ کہ جو بیچ زمین کے ہے درختوں سے قلمیں اور دریا سیاہی اس کی پیچھے اس کے ہوں سات دریا نہ تمام ہوویں گی باتیں اللہ کی تحقیق اللہ غالب ہے حکمت والا۔

یہ ہے کلمہ اور کلماتِ ربی کے وسعت کا بیان جو قرآن حکیم سے بھی واضح ہو جاتا ہے۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں "واضح رہے کہ علم سے انسان مشرف بلقائے الٰہی ہوتا ہے اور اسم اللہ ذات کے حاضرات مقام کبریا تک پہنچاتے ہیں۔ اور کلمہ طیب سے تمام مخلوقات کا تماشا حاصل ہوتا ہے۔

بیت کے آخر میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں جسے یہ کلمہ مرشد کامل نے پڑھا دیا ہو بھلا اسے کیا غم

جیوے مرشد کامل باھُوؒ جیں ایہہ بوٹی لائی ہو

الف ایہہ تن رب سچے دا حُجرا وچ پا فقیرا جھاتی ھُو (۱)
ناں کر منت خواج خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ھُو (۲)
شوق دا دیوا بال ہنیرے متاں لبھی وست کھڑاتی ھُو (۳)
مرن تھیں اگے مر رہے باھُوؒ جہاں حق دی رمز پچھاتی ھُو (۴)

ترجمہ: (۱)۔ اے فقیر (ترا) یہ جسم سچے رب تعالیٰ کی قیام گاہ ہے۔ تو (اپنے من کے) اندر جھانک (کر دیکھ)

(۲)۔ تو خواجہ خضر علیہ السلام (جس نے آب حیات پی کر ظاہری حیاتِ جاودانی حاصل کر لی ہے) کی

منت نہ کر (اور اس کا احسان مند نہ ہو) (کیونکہ) تیرے (اپنے) اندر (عشق الٰہی) کا (چشمہ) آب حیات موجود ہے۔

(۳)۔ (اپنے) اندھیرے (من میں) شوق (الٰہی) کا دیا روشن کر شاید تجھے وہ اپنا کھویا ہوا اثاثہ (حقیقی) (جو کہ تیرے اپنے ہی من میں روپوش ہے) مل جائے۔

(۴)۔ (اے) باھُوؒ (وہ سالک فقیر) جس نے حق (تعالیٰ) کی رمز (شہود و وجود) کو پہچان لیا۔ ان کے (نفوس) موت (جسمانی) سے پہلے ہی مر گئے ہیں (اور انہیں حیاتِ جاودانی حاصل ہو گئی ہے)

تشریح: بیت کی وضاحت کے لئے پہلے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

"عزیز من سنو! تم بے عقلی اور قیاس نہ کرنے کی وجہ سے اپنے آپ کو نہیں پہچانتے۔ تمہاری جان لعلوں کی کان ہے جس سے تم مطلق بے خبر رہ کر حیران و سرگردان اور پریشان پھرتے ہو"

ہمیں خبر دی گئی ہے کہ وہ ہمارے "اول" ہیں۔ "آخر" ہیں۔ "ظاہر" ہیں۔ "باطن" ہیں۔ ہم سے "قریب" ہیں۔ "اقرب" ہیں۔ "محیط" ہیں۔ "ساتھ" ہیں۔ تو پھر ہم کیا ہیں؟ ہم کون ہیں کہ ہماری ذات ہی کے عرفان سے حق تعالیٰ کا عرفان ممکن نظر آتا ہے؟ اس علم نفسی کے بغیر علوم رسمی کا ذخیرہ آخر ہمارے کس کام؟ ہمارے کس درد کی دوا؟

لیکن یہ خود شناسی قیاس و تخمین یا ظن کی راہ سے نہ ہونی چاہئے۔ بلکہ قرآن و حدیث کی روئے اللہ اور اس کے رسول کے "قال" سے"۔

"اے فقیر تو اوروں سے کیا پوچھتا ہے۔ زمین و آسمان اور عرش و کرسی تو خود تجھ میں موجود ہیں۔ تو جو کچھ چاہتا ہے اپنے دل سے مانگ۔ ہاں (اس کے لئے) دل چاہیئے (معرفت الٰہی سے سرشار) نہ کہ مٹی کی مٹھی (دل) قلب (دل) چاہیئے نہ کہ کلب (کتا)۔ دل سے تو بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کا پتہ چلتا ہے"۔

قرآن حکیم میں وارد ہوتا ہے۔ **وفی انفسکم افلا تبصرون** ۔۔یعنی خدا کی قدرت و وجود کے دلائل تمہارے اپنے اندر موجود ہیں۔ کیا تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے "تیرے اندر آب حیاتی" فرما کر حق تعالیٰ کی احاطت ذاتی کے راز کا انکشاف فرمایا ہے۔۔ جس احاطت ذاتی کی تفصیل میں ایک حدیث کا ذکر ضروری ہے۔ حدیث کے ایک حصہ کے معانی یہ ہیں کہ "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ اگر بہ تحقیق چھوڑ دو تم رسی کو زمین کے آخر تک البتہ پڑے گی وہ رسی اللہ تعالیٰ پر پھر پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیۃ کہ **ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شیءٍ علیم**۔

معلوم ہوا انسان کی اپنی ذات میں قیمتی خزانہ موجود ہے- البتہ اس خزینہ کی تلاش کے لئے شوق و عشق کی شمع روشن کرنا ہوگی-

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں ؎

ہمچو موسےٰ مست شو بر طور خویش　　رب ارنی گو تجلی حق نگر
طور سینا چیست دانی بے خبر　　طور سینا سینہ خود را نگر

پھر فرماتے ہیں ؎

برامید وصل او دل زندہ دار　　یک زماں جو ید ترا باری تعال

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص دعا یہ ہوا کرتی تھی- **اللھم انی اسئلك لذۃ النظر الی وجھك وشوقا الی لقائك فی غیر ضرآء مضرۃ ولا فتنۃ مضلۃ**- یہاں شوق کے معنی یہ ہیں کہ اپنے محبوب و مطلوب کی تلاش کی جائے- یہاں تک کہ وہ نظروں کے سامنے آ جائے- یہی "لقا" ہے جو شوق کا منتہا ہے-

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں "شوق آئینہ سکندر یا جام جمشید کی طرح جہاں نما ہوتا ہے"
اور پھر فرمایا ؎

شوق در دل چون شود رہبری در کار نیست　　یل بی رہبر بدریا میر ساند خویش را
نیم گاہی ہم بباشد شوق چون رہبر شود　　کعبہ مقصود گر باشد ہزاراں سالہ را

شوق کے چراغ سے جب گوہر مقصود مل جاتا ہے تو حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ فقیر اپنی ذات سے فنا ہو جاتا ہے- جیسے کہ **موتو قبل ان تموتو** کے مصداق اپنی ذات کو فنا کر کے حق شناسی کے حصول کے بارے میں ایک مسلمان محقق کہتے ہیں-

"(فقیر) اپنی قیومت ذاتیہ سے خالی ہو کر حق تعالیٰ کی قیومیت (ہویت و جود دانا) سے باقی ہے- جب وہ اپنی ذات سے میت ہو جاتا ہے تو اس کو حق تعالیٰ کی ذات سے بقا حاصل ہوتی ہے- وہ فانی ز خویش باقی بہ حق ہو جاتا ہے"-

ابن العربی لکھتے ہیں "جو تشبیہ محض کا قائل ہے اور تنزیہہ نہیں کرتا، وہ صاحب تجسیم یعنی خدائے تعالیٰ کو صاحب جسم سمجھتا ہے- وہ حق تعالیٰ کو مقید محدود سمجھتا ہے- اس کو حق تعالیٰ کی معرفت ہے ہی نہیں- جو عرفان حق میں تنزیہہ و تشبیہ دونوں کا قائل ہے- اس کو اجمالاً کچھ معرفت نصیب ہوئی- تفصیلاً کیونکر معرفت نصیب ہوگی- جب کہ عالم کے غیر متناہی لامحدود صور کا احاطہ ناممکن ہے- انسان خود اپنے

نفس کو جانتا ہے تو اجمالاً ہی جانتا ہے- تفصیلاً کب جانتا ہے- یہی تو وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معرفت حق کو معرفت نفس سے مرتبط کیا ہے اور **من عرف نفسہ فقد عرف ربہ** فرمایا- جس نے خود کو جانا تو خدا کو جانا"

اور پھر فرماتے ہیں "جس نے اس طرح معرفت حاصل کی یعنی اصل و حقیقت ذات حق کو سمجھا- اور سارے عالم اور خود اپنے کو تجلی گاہ سمجھتا اور معلوم الٰہی پر پرتو موجود مطلق دیکھا- تو بیشک اس نے اپنے رب کو پہچانا- اس کی معرفت سے سرفراز ہوا- اور **من عرف** کو پایا- کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا بلکہ عبد منشا کے لحاظ سے عین رب ہویت حق و حقیقت مطلق ہے-

یہی وجہ ہے کہ علماء و حکماء میں سے کسی نے معرفت و حقیقت نفس کو حاصل نہ کیا- مگر حق پرستوں علمائے الیقین پیغمبروں اور اکابر صوفیہ نے حقیقت نفس کو دریافت کر لیا-

بیت کا مفہوم حضرت خواجہ باقی باللہ کے ان خیالات سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اہل اللہ فنا اور بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے آپ میں پہچانتے ہیں- اور ان کی حیرت اپنے وجود سے ہوتی ہے اور اسی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ معرفت شہود اور حیرت کا تعلق اپنے نفس سے ہی ہے اور اس سے باہر کچھ نہیں ہے-

یاد رہے یہ بیت توحید وجودی کی خبر دیتا ہے- "وجود یعنی ہستی حقیقی واحد ہے لیکن ایک ظاہر وجود ہے اور ایک باطن- باطن وجود ایک نور ہے جو جملہ عالم کے لیے بمنزل ایک جان کے ہے- اسی نور باطن کا پرتو ظاہر وجود ہے جو ممکنات کی صورت میں نظر آتا ہے- ہر اسم و صفت و فعل جو عالم ظاہر میں ہے ان سب کی اصل وہی وصف باطن ہے اور حقیقت اس کثرت کی وہی وحدت صرف ہے جیسے امواج کی حقیقت عین ذات دریا ہے- حاصل یہ ہے کہ جملہ افراد کائنات تجلیات حق ہیں- **سبحان الذی خلق الاشیاء وھو عینھا** اور اس کثرت اعتباری کا وجود اسی وحدت حقیقی سے ہے-

---

الف
ایہہ تن رب سچے دا حُجرا دل کھڑیا باغ بہاراں ھُو (۱)
وچے کوزے وچے مصلے وچے سجدے دیاں تھاراں ھُو (۲)
وچے کعبہ وچے قبلہ وچے الا اللہ پکاراں ھُو (۳)
کامل مرشد ملیا باھُوؒ اوہ آپے لیسی ساراں ھُو (۴)

ترجمہ: (۱)- (میرا) یہ تن سچے رب (تعالیٰ) کی قیام گاہ ہے- (اس حقیقت کا مشاہدہ کر کے فرط

سرت میں)(میرا) دل باغِ بہاراں (بن کر) کھل گیا ہے-

(۲)-(اب کیفیت یہ ہے کہ)(میرے اپنے من کے) اندر ہی کوزے اور مصلے موجود ہیں اور ... سجدوں کے مقامات ہیں-

(۳)-(میں نے اپنے) اندر ہی کعبہ (اور) اپنے اندر ہی قبلہ (پالیا ہے)(اور اپنے ہی من کے ... (اثبات ذات پا کر) الا اللہ پکارتا ہوں-

(۴)-(اے) باھُوؒ کامل مرشد ملا (جس کے طفیل عرفانِ حق حاصل ہوا) وہ (مرشد کامل) خود ... راہ سلوک میں) خبر گیری (اور نگہبانی) کرے گا-

تشریح: یہ بیت توحید شہودی کی خبر دیتا ہے-" وحدتِ شہود کا بیان یہ ہے کہ وجود کائنات اور ... آثار وصفات مختلفہ واحد مطلق ذات وصفات کا ظل وعکس ہے- جو عدم میں منعکس ہو رہا ہے اور یہ ظل ... صاحب ظل نہیں بلکہ محض ایک مثال ہے"

فرمان باری تعالیٰ ہے- **"سَنُرِیْهِمْ آیٰتِنَا فِی الْآفَاقِ وَ فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ٥ اَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّکَ اَنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ" ٥ اَلَآ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ٥ اَلَآ اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ"٥**

ترجمہ: شتاب دکھلادیں گے ہم ان کو نشانیاں اپنی بیچ ملکوں کے اور بیچ جانوں ان کی کے یہاں تک کہ ظاہر ہوگا واسطے انکے کہ تحقیق یہ ہے حق- آیا کفایت نہیں رب تیرے کو یہ کہ وہ اوپر ہر چیز کے حاضر ہے- خبردار ہو تحقیق وہ بیچ شک کے ہیں ملاقات رب اپنی کی سے خبردار ہو وہ ہر چیز کو گھیر رہا ہے-

حضرت فریدالدین فرماتے ہیں" اللہ تعالیٰ نے فرمایا **کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق** میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ جانا جاؤں اس لیے میں نے خلق کو پیدا کیا- اور یہ خزانہ دل ہے- **القلب بیت الرّب** (دل پروردگار کا گھر ہے) اسی موقع کے لیے کہا گیا ہے- دل خدائے تعالیٰ کا دم خاص ہے اور حرم خاص دل کی اصل صورت ہے اور دل کی اصل صورت گوشت کا ٹکڑا نہیں ہے بلکہ دل کی اصل صورت موتی ہے اور دل کے موتی کی اصل نور ہے- اور یہ نور اللہ تعالیٰ کے نور کا حصہ ہے- چنانچہ حدیث میں آیا ہے- آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- **انا من نور الله والمومن من نوری** - میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مومن میرے نور سے ہیں- ارشاد باری تعالیٰ ہے **الله نور السمٰوٰت والارض** یعنی اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے"

جیسا کہ پہلے بیت نمبر 8 میں ذکر کیا جا چکا ہے- قدرے مزید وضاحت کے ساتھ پھر درج کیا ...

... جاتا ہے- "حضرت سیدنا مولانا اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے حضرات حسنین علیہم السلام کو نصیحت فرماتے وقت ایک مسئلہ میں فرمایا تھا- **یا ولدی فکرک فیک یکفیک** کہ اے میرے بیٹے تیرا فکر تجھ میں تیرے لیے کافی ہے- اپنی شناخت اور اپنے اندر فکر کر- کہ **فلیس شئی خارجا منك** کہ کوئی شے تجھ سے خارج نہیں- تیرا درد تیرے اندر ہے- اس کو دیکھ اور تیرا دوا تجھ میں پوشیدہ ہے اس کو جان اور تجھ کو گمان ہے کہ تو ایک چھوٹا جسم ہے حالانکہ تیرے اندر ایک بہت بڑا جہان مستور ہے اور تو وہ ام الکتاب ہے جس کو اپنے حرفوں سے سب کچھ جان لینا بعید از قیاس بات ہیں کیونکہ رب العزت نے انسان کے لیے ہی فرمایا ہے- **وفی انفسکم افلا تبصرون** یعنی جو کچھ تم حاصل کرنا چاہتے ہو وہ تمہاری ذات ہی میں موجود ہے کیا پس تم نہیں دیکھتے- حضور رسالت مآب نے فرمایا ہے کہ **من عرف نفسه فقد عرف ربه** یعنی جس نے اپنے نفس وذات کو پہچان لیا پس اس کو عرفان رب العزت حاصل ہو گیا- ایک دن حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ **این الله فقال النبی علیه السلام فی قلوب عباده** یعنی عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے بندوں کے دل میں"

اور اس حجرہ فن میں تلاش محبوب اور وصال محبوب درحقیقت مرشد کامل کی نظر کامل کے تصدق سے ہی آسان ہوتا ہے- بقول رومی علیہ الرحمۃ

این چنیں کامل بجو گر رہ روی | تا ز وصل دوست با بہرہ شوی
گر تو سنگ خارہ و مرمر شوی | چوں بصاحبدل رسی گوہر شوی

الف ادھڑ جھل تے مارو بیلا جتھے جان آئی ھُو (۱)
جس کدھی نوں ڈھاہ ہمیشاں اوہ ڈھٹھی کل ڈھائی ھُو (۲)
نیں جہاندی وہے سراندی اوہ سکھ نہیں سوندے راہی ھُو (۳)
ریت تے پانی جتھے ہون اکٹھے باھُوؒ اتھے بنی نہیں بجھدی کائی ھُو (۴)

ترجمہ: (۱)-(یہ جہان فانی) جہاں ہماری گزر اوقات ہے سنسان اور خطرناک جنگل ہے-

(۲)-(زندگی بمصداق کنارہ دریا ہے) جسے ہمیشہ گرنے (کا خطرہ لاحق ہے) ایسا (کنارہ دریا) آج نہیں تو کل گرنے کو ہے-

(۳)-جن (مسافروں لیٹے ہوؤں) کے سر کی طرف (ڈبو دینے والا اور کنارے گرانے والا) دریا بہہ رہا ...

ہو وہ کبھی سکون کی نیند نہیں سو سکتے۔

(۴)۔اے باھُوؒ (جہاں فنا ہی فنا ہو کے مصداق) ریت اور پانی اکٹھے ہوں تو محض ریت اور پانی سے کوئی بند نہیں بندھا جاتا۔

تشریح: حضرت سلطان العارفین اس دنیا کو جنگل اور ویرانہ کا نام دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہمیں یہاں ویرانوں میں رہنا پڑ گیا۔ اور اس دنیا کی مثال اس طرح ہے جیسے کسی دریا کا کنارہ ہو جو بہہ کر گرنے کے خطرہ میں ہو۔ اور انسان کی مثال اس دنیا میں ایسے بے قرار اور مضطرب حال مسافر کی سی ہے جس کے سرہانے پانی کی ندی بہہ رہی ہو بھلا ایسے حال میں مسافر کیا چین و آرام کر سکتا ہے۔ ندی کے بہاؤ کے خوف میں اسے کیا خاک نیند آ سکتی ہے۔ جبکہ ندی کے ساحل کے کناروں کے گرنے کا بھی خدشہ بھی رہتا ہو۔

آخر میں فرماتے ہیں اس دنیا کا انجام یقینی طور پر فنا ہی ہے اور اس کے قیام کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ جس طرح ریت اور پانی کے مقام پر کوئی بند تعمیر کرنا ناممکن ہو جاتا ہے اسی طرح اس دنیا کو بھی قیام اور بقا والا ناممکن ہے کیونکہ اس میں ہر عارضی چیز والے آثار موجود ہیں۔

ہر بنائی کاں بود بر روئی آب   گر ہمہ زا آہنؔ بود گردد خواب

کس ندید است آب ہرگز پائیدار   کی بود بر آب بنیاد استوار

ایک مقام پر سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ عمر ریت کی طرح ہے اور وجود شیشے کی مانند سانس کی آمد و رفت ریت کی آمد و رفت کی طرح ہے۔ ان مراتب میں اہل چشم کو آنکھ کھولنی چاہیے یہ رمز ہے جسے اولیاء اللہ ہی پہچانتے ہیں

خاکِ پایت گاہ درین است مارا گاہ دوراں   متصل چوں شیشہائی ساعت ریگ رواں

الف   آپ نہ طالب ہین کہیں دے لوکاں نوں طالب کردے ھُو (۱)

چانون کھپاں کردے بیپاں اللہ دے قہر توں ناہیں ڈردے ھُو (۲)

عشق مجازی تلکن بازی پیر اوتے دھردے ھُو (۳)

او شرمندے ہوسن باھُوؒ اندر روز حشر دے ھُو (۴)

ترجمہ: (۱)۔(یہ مرشدان ناقص) خود تو کسی (مرشد کامل اور سلسلہ طریقت) کے طالب نہیں ہیں لیکن وہ (مرشد بن کر) اور لوگوں کو طالب (اللہ) بناتے (اور سلسلہ مریدی میں داخل کرتے ہیں)

(۲)۔(انہوں نے گویا دیہاتی لوہاروں [illegible] کی طرح) [illegible]
[illegible] (ایسے) کیا ہوا ہے اور اس عہد کے مطابق [illegible]
[illegible] عشق کے دعویدار ہیں) یہ (مرشدان ناقص) اللہ تعالیٰ کے قہر سے (بھی) نہیں
[illegible]

(۳)۔یہ (مرشدان ناقص) عشق مجازی (جو کہ) پھسل جانے والی گلی ہے (میں) [illegible]
[illegible] شیطان انہیں پھسلا کر راہِ حق سے دور کر دیتا ہے۔

(۴)۔اے باھُوؒ یہ (مرشدان ناقص) قیامت کے دن شرمندہ ہوں گے۔

غیر از بی ایں کس بی ری نہ شد   غیر از بی ایں کس بی ری نہ شد

تشریح: بعض ناقص مرشدان "پدرم سلطان بود" کی خود فریبی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ وہ ارشاد و ہدایت کی راہ طریقت کو اپنا ورثہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس مقام مرشد کی رسومات اور لوازمات سے قطعاً ناواقف ہوتے ہوئے بے عملی اور خود ستائی کا شکار ہوتے ہیں۔ بیت میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ ایسے مرشدان ناقص خود تو کسی مرشد کامل سے بیعت و ارشاد حاصل نہیں کرتے لیکن دوسروں کو طالب بنا کر انہیں زندگی کے فریب میں مبتلا رکھتے ہیں جس کا انجام بے سود ہو جاتا ہے۔ مرشد کے لیے ضروری ہے کہ وہ خود کسی مرشد کامل کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرے اور اس سے ہدایت حاصل کرے۔

دراصل سلسلہ طریقت ایک زنجیر کی کڑیوں کی طرح ہے جس کی پہلی کڑی آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو کوئی سالک کسی مرشد طریقت سے بیعت نہیں کرے گا تو اس کا کوئی فائدہ روحانی حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ خود معرفت کی زنجیر کی کڑی میں شامل نہیں ہے۔ دوسروں کو کس طرح منسلک کرے گا۔ گویا ایسا مرشد خود تو بھوکا ہے اور دوسروں کو پکھا اور کھاتا ہے۔ ایسا طریق کار محض ظلم ہے کیونکہ ایسے طریق سے خلق خدا گمراہی میں مبتلا رہتی ہے۔ ایسے مرشدان ناقص تو گویا دیہاتی کاندوں کی طرح ایک معاوضہ کے بدلے میں لوگوں کو معرفت عطا کرنے کا ٹھیکہ اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ حضرت سلطان العارفین نے ان کی اس بے سود ذمہ داری کو کھیپ کا نام دیا ہے اور ان کے اس عمل کو "سیپ" کا تصوص نام دیا ہے۔ ایسے خام و ناقص مرشد کے بارے میں ایک مقام پر فرمایا "اس سے تلقین لینا محض حرام ہے۔ کیونکہ جس طرح کسی کامل استاد کے بغیر پارہ کشتہ نہیں ہوتا جو کھانے کے قابل ہو۔ اسی طرح توحید الٰہی کی معرفت اس مرشد کامل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی جو وجودی طلسمات کو توڑ کر خزانہ دکھائے۔ معمے کو وہی حل کر سکتا ہے۔ اللہ بس باقی ہوس۔ مرشد کامل بہتر ہوتا ہے۔ ناقص سے نقصان پہنچتا

ہے"

بیت کے آخر میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ ایسے مرشدان ناقص جو مجازی حرص اور ہوا و ہوس کی پھسلن میں قدم رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ بالآخر خود شرمندہ و خوار ہوتے ہیں۔ اسی طرح میں ایک مقام پر فرمایا۔ "احمق حرص و ہوس میں مارا مارا پھرتا ہے۔

باھوؒ مردِ مرشدی بر در ہر مقام | نامردِ مرشد عاجز است ناموس نام"

الف اندر بھی ھو باہر بھی ھو باھوؒ کتھاں لبھیوے ھو (۱)

ئے ریاضتاں کر کراہاں توڑے خون جگر دا پیوے ھو (۲)

لکھ ہزار کتاباں پڑھ کے دانشمند سدیوے ھو (۳)

نام فقیر تہندا باھوؒ قبر جہاندی جیوے ھو (۴)

ترجمہ: (۱)۔(میرے) اندر بھی ھو (ذات اللہ تعالیٰ ہے اور) (میرے) باہر بھی ھو (ذات اللہ تعالیٰ ہے) (لیکن اے) باھوؒ (اس ذات باری تعالیٰ کا دیدار اور وصال) کہاں ملے (گا)۔

(۲)۔ (زاہد اور عابد) چاہے (اس کی تلاش میں) ریاضتیں کر کر کے (اپنا) جگر کا خون (بھی) پی لیں (مگر اس ذات باری تعالیٰ کا وصال اس طرح سے تو حاصل نہیں ہوتا)

(۳)۔(اسی طرح عالم اور فاضل چاہے) لاکھ ہزار کتابیں پڑھ کر دانشمند (بھی) کہلائیں (مگر اس ذات باری تعالیٰ کا وصال اس طرح سے حاصل نہیں ہوتا)

(۴)۔(البتہ) فقیر (واصل باللہ) وہ ہوتا ہے جس کی قبر زندہ ہو۔

تشریح: علی ہجویریؒ کا قول ہے۔ وہ شخص جو مجرد عبارتوں کو حفظ کیے ہوئے ہو لیکن حفظ معنی سے محروم ہو وہ عالم ہے۔ اور جو ان کے معنی اور حقیقت سے بھی آگاہ ہو وہ عارف ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب مشائخ طریقت اپنے معاصرین کی ہتک یا تحقیر کرنا چاہتے ہیں تو انہیں "دانشمند" کہا کرتے ہیں۔ اور عوام (اس رمز کی بار یکی سے جاہل ہونے کے باعث) اسے ناپسند کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ مشائخ کا مقصد حصول علم کی ملامت کرنا نہیں ہوتا بلکہ وہ ملامت اس بات پر کیا کرتے ہیں کہ علم حاصل کیا ہے تو عمل کیوں ترک کر رکھا ہے؟ کیونکہ عالم قائم ہوتا ہے اپنے نفس کے ساتھ جب کہ عارف اپنے رب کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔

بیت میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ اگرچہ وہ ذات مطلق ہر جگہ موجود ہے حتیٰ کہ

ہماری جان میں بھی وہی جلوہ گر ہے مگر اس کے باوجود اس ذات اللہ تعالیٰ کو پہچاننے اور پانے کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اس کو حاصل ہو سکتا ہے۔ طبقہ زہاد چاہے عبادتوں اور ریاضتوں میں اپنی جان دے دے اور عالم و فاضل حضرات چاہے اتنا علم حاصل کر لیں کہ دانشمندی کا دعویٰ کر لیں مگر ان عبادتوں، ریاضتوں اور دانشمندیوں سے حق تعالیٰ کا حصول نہیں ہوتا۔ حق کا حصول اس ذات فقیر کو حاصل ہے جس کی قبر بھی زندہ ہوتی ہے۔

اس ذات مطلق کا انسانی جسم و جان میں جلوہ گر ہونے کے متعلق قرآن حکیم میں وارد ہے۔ "اور تمہارے بدن میں اور جسم میں ہیں نشانیاں بہت خدائے تعالیٰ کی پھر کیا تم نہیں دیکھتے۔ اسی طرح جملہ کائنات میں اس ذات باری تعالیٰ کی جلوہ گری کے بارے وارد ہوا ہے۔ "اور زمین میں نشانیاں ہیں خدائے تعالیٰ کی قدرت کے واسطے یقین لانے والوں کے"

"اور اللہ تحقیق پہنچا ہے ساتھ سب چیز کے اور علم اس کا محیط ہے اوپر سب چیز کے" بلکہ "اور خدا تمہارے ساتھ ہے جہاں ہو (تم)"

گویا اس ذات مطلق کا ہر شے اور ہر مقام پر موجود ہونا تو لازم ہو گیا۔ اسی لیے حضرت سلطان العارفین نے فرمایا کہ وہ ذات مطلق میرے من میں بھی ہے اور جملہ کائنات میں بھی مگر اس کو کہاں پر پایا جائے۔ اس کا وصل کس طرح حاصل ہو مگر وہ تو زاہدانہ عبادتوں اور ریاضتوں سے حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہمارے علم و فضل کی دانشمندیوں سے ملتا ہے۔ بھلا ہماری عبادات و ریاضت کی اس کے سامنے کیا حیثیت۔ جب کہ تمام کائنات اسی کی تسبیح کر رہی ہے۔ "پاکیزہ اور ستھری طرح سے یاد کرتے ہیں خدا تعالیٰ کو جو کچھ کہ ہے آسمانوں اور زمین میں"۔ نیز اس عقل کل اور اصل علم کے مالک کے سامنے ہمارے محدود عقل کی دانشمندیوں کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہمارا محدود علم و فضل اس تک رسائی کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ کیونکہ اصل علم و حکمت کا مالک تو وہ خود ہی ہے۔ "وہی جانتا ہے مضبوط کام کرنے والا"۔ البتہ سب زہد و عبادات اور علم و فضل کے دعوے ترک کر کے فقر الی اللہ اختیار کرنے سے حصول حق ہوتا ہے۔ بلکہ یہ احساس بھی رلانے والا بن جاتا ہے۔ بقول رومیؒ ؎

گفتم آخر غرق تست ایں عقل و جان | گفت رو رو بر من ایں افسوں مخواں

یہاں تو ترک ترک کا مقام کام دیتا ہے۔ اسی لیے سالک کے انانیت کے ہمہ دعوے ختم ہو جاتے ہیں۔ پس بھاگو طرف اللہ کی' کیونکہ۔ "اے لوگو تم محتاج ہو خدا تعالیٰ کے اور خدا تعالیٰ بے پرواہ ہے۔ تعریف کیا گیا خوبیوں والا۔ پس اس راہ میں واحد راستہ فقر کا ہے۔ فقیر اسی زندگی میں ترک جان اور ترک عالم اختیار کر کے زندہ جاوید ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس کی قبر کو جاودان زندگی مل جاتی ہے۔ اسی ضمن میں

ایک اور مقام پر حضرت سلطان العارفین نے فرمایا-

وہم خلق ایشت جُسہ درقبر — جُسہ راباخود برو صاحب نظر
گاہ در توحیدگاہ با مصطفیٰ — عارفاں را جُسۂ قدرت الٰہ
گاہ بالا عرش وگاہی درقبر — جُسہ سراست نوری سر بسر
جُسہ نوری بناشد زیر خاک — معرفت توحیداللہ راز پاک
اولیاء راقبر جنت خانہ — ہر کہ محرم نیست زاں بیگانہ
ازقبر بیرون برآید اولیاء — ہم سخن با توشود بہر از خدا
ہر کہ مرشد رانیابد در جہان — ازقبر عارف شود صاحب عیاں

الف — اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لاندا ھُو (۱)
جس گت اتے سوہنا راضی ہوندا اوہو گت سکھاندا ھُو (۲)
ہر دم یاد رکھے ہر ویلے سوہنا اٹھاندا بہاندا ھُو (۳)
آپ سمجھ سمجھیندا باھُوؒ آپ اپنے بن جاندا ھُو (۴)

ترجمہ: (۱)-(اسم) اللہ (ذات) چنبے (کا پُرمہک) پودا ہے- جو کہ مرشد میری (زمین) دل میں کاشت کرتا ہے-

(۲)-(میرا) پرجمال (مرشد) جس حالت وکیفیت کو پسند کرتا ہے (مجھے) وہی طرز عمل سکھاتا ہے (یعنی میرے سب حرکات وسکنات اس کی رضا کے مطابق ہیں)

(۳)-(میرا) محبوب (مرشد) میرا (اس قدر نگہبان ہے کہ وہ) ہمیشہ میری نگہبانی فرماتا ہے (یعنی ہر آن میں) مجھے یاد رکھتا ہے (اور اپنی نظر رحمت سے فراموش نہیں کرتا) (میرا ہر فعل مرشد کامل کے فرمان پر ہے) حتیٰ کہ مجھے اٹھاتا بھی وہی ہے اور بٹھاتا بھی وہی ہے-

(۴)-اے باھُوؒ- وہ خود ہی مجھے (دقائق) معرفت سمجھاتا ہے- (اور مجھے اپنی محبت میں فنا کر کے) وہ خود ہی (مجھ میں وجود باقی) بن جاتا ہے-

تشریح: حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ مرشد کامل ان کے من میں اسم اللہ ذات کے پودے کی کاشت فرماتا ہے- اور پھر وہ محبوب معرفت ذات عطا کرنے کے بعد جس حالت میں بھی چاہتا ہے فقیر کو وہی حالت عطا فرماتا ہے- کیونکہ فقر کے حصول کے بعد فقیر کا جسم اپنا جسم نہیں رہتا اس کا کوئی

فعل اپنا فعل نہیں رہتا- وہ رضائے الٰہی کے اس قدر تابع ہو جاتا ہے کہ اس کا ہر فعل خدا کی طرف سے سمجھا جاتا ہے- اس بیت میں حضرت سلطان العارفین فنا فی الشیخ کے مقام کی کیفیت کا اظہار فرما رہے ہیں- اور اپنے مرشد کامل کی مہربانیوں اور عنایات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ ہادی طریقت ومعرفت ان کی ہر دم نگہبانی فرماتا ہے حتیٰ کہ ان کا اٹھنا بیٹھنا بھی مرشد کامل کے حکم کے مطابق ہے-

جس طرح قرآن حکیم میں اصحاب کہف کی نگہبانی کرنے میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے- اور تم انہیں جاگتا سمجھو اور وہ سوتے ہیں- اور ہم انکی داہنی بائیں کروٹیں بدلتے ہیں-

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ مرشد کامل اسی طرح نہ صرف مکمل نگہبانی فرماتا ہے بلکہ ان کا اپنا جسم فنا فی الشیخ ہونے کی وجہ سے اپنا نہیں رہتا بلکہ مرشد کامل کا وجود ہو جاتا ہے جو پھر ہر راز معرفت کائنات ومعرفت ذات سے مطلع کرتا ہے- ایسے ہی مقام کے لیے رحمٰن بابا نے فرمایا-

واڑاتہ ئے خنداول کہ جڑاول کڑے — زے پہ اخپلہ نہ خنداکڑم نہ جڑا

ایسی ہی کیفیات کے لئے کہا گیا ہے-

مقصد میرا وہی ہے جو مطلب ہے یار کا — میں اپنے اختیار میں بے اختیار ہوں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(منظور شدہ)
ایورگرین کیڈٹ سکول رتہ کلاں
لالیاں روڈ ضلع جھنگ
آپ کے بچے — نرسری تا ہشتم (انگلش میڈیم) — ہماری تربیت
منجانب > حق باھُوؒ ویلفیئر سوسائٹی (رجسٹرڈ) حق باھُوؒ کالونی خوشاب روڈ جھنگ
برائے رابطہ- پٹھان منزل دُرانی سٹریٹ نمبر 2 چوہدری کالونی جھنگ شہر
صدر صاحبزادہ سلطان غلام میراں
0471-614059
جنرل سیکرٹری ناصر سلطان خان دُرانی

تصوّف اور وحدتِ ملت

پیر سید محمد سراج گیلانی (حق باھوؒ ایوارڈ یافتہ)

تصوف اسلامی دین حق کی روح ہے-بزرگان دین کا فرمان ہے کہ اگر شریعت دودھ کی طرح ہے تو طریقت مثل لسی ہے-معرفت کی مثال مکھن ہے جبکہ گھی کو حقیقت کی مثال بتایا گیا ہے-

دورحاضر میں امت مسلمہ کو ایک نہایت پیچیدہ چیلنج درپیش ہے-غیر مسلم واقتصادی قوتیں اپنی فطرت کے مطابق اسلام کی دشمنی پر پہلے سے کہیں زیادہ عمل پیرا ہیں-اور بظاہر حالات بھی ان کی دسترس میں ہیں-اس وقت ان گنت محاذ بین الاقوامی سطح پر اسلامیان حاضرہ کے خلاف انہوں نے کھول رکھے ہیں-مگر سب سے خطرناک محاذ داخلی انتشار وافتراق کا ہے-صوفیائے کرام سے جس طرح قدرت نے اپنے دین کی ترویج واشاعت کیلئے خدمت ماضی میں لی تھی اس کو دیکھتے ہوئے باطل کی قوتوں نے سب سے پہلے تصوف کو ہی نشانہ بنایا-اور اس بارے طرح طرح کے شکوک وشبہات پھیلانے کے لئے جہاں مبہم علماء کو اپنا بالواسطہ ہتھیار بنایا-وہاں جاہل مشائخ بھی باطل کی قوتوں کا کامیاب آلہ کار ثابت ہوئے-

محبت انسانی خصوصیات میں سب سے اعلیٰ خصوصیت ہے-محبت صرف نظریے سے ہی نہیں بلکہ انسان انسان سے بھی محبت کر سکتا ہے-اس لئے خدا کی محبت جو اس آدم خاکی کے بس کی بات نہ تھی-اس محبت کو سیدھا راستہ دکھانے کے لئے پیغمبروں کی ذات خدا نے پیدا فرمائی-محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے بغیر دین خدا کی محبت کا تصور بھی ناممکن ترین ہے-شریعت کے تمام اعمال وارکان اسی محبت کی آبیاری اور نشوونما کے لئے ہیں-تصوف بھی اپنے انداز میں اسی محبت کا چراغ نفس انسانی میں جلاتا ہے-لیکن اس میں زیادہ باریکیاں نہیں ہیں-اس لئے یہ تعصب سے پاک ہے اور کسی بھی طرح کی فرقہ پرستی کسی صوفی کے لئے ممکن نہ ہے-جس طرح ماضی میں تصوف اسلامی اخوت اور انسانی محبت کی پناہ گاہ رہا ہے-مستقبل میں بھی یقیناً یہ اہم ذمہ داری ذات باری تعالیٰ پھر صوفیائے کرام پر ڈالنے والے ہیں-فرق صرف اتنا ہے کہ اب تصوف کا کلچر ضرور بدلے گا اس میں بڑی اجارہ داریوں کی بجائے اب ہو سکتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے حلقے یہ کام کریں اور انسانی وقار کے منافی بہت سی رسومات جو صوفیائے سلف کے وقت میں بھی نہیں تھیں مگر بعد کے دور انحطاط میں متاخرین میں در آئیں ان رسومات کا بھی خاتمہ ہو جائے گا-

عصر حاضر کے تقاضے خواہ کیسے ہی پیچیدہ کیوں نہ ہوں تصوف ہی وہ واحد دفاعی معیار ہے جو

ملت کی وحدت کو پارہ پارہ ہونے سے بچا سکتا ہے-سیاسی، عسکری، معاشی واقتصادی میدانوں میں سے پسپائی اختیار کرنے کے بعد مسلمانوں میں ایمان کے دعوی کے سوا کچھ باقی نہ ہے پُرتکلف زندگی میں مبتلا ہو کر آج دنیا بھر کی پسماندہ اقوام کے اکابرین باطل کی قوتوں کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں اور اس سے زندگی کے کسی بھی شعبے کو استثنیٰ نہیں ہے عوام کو اب کس طرح کی بھی قیادت قابل اعتبار نظر نہیں آتی-مذہب، سیاست، کاروبار، زراعت، صنعت وتجارت غرض تمام شعبہ ہائے زندگی کے اکابرین نہایت پُرتکلف مسرفانہ زندگی کے عادی ہو چکے ہیں-اور اس طرز کے انداز کو اپنے اور اپنی اولاد کے لئے قائم ودائم رکھنا چاہتے ہیں-اور اس کے نتیجے میں اپنی نسلوں کا مستقبل اور اپنا ایمان تک گروی رکھ چکے ہیں-

بظاہر یہ صورت حال انتہائی مایوس کن ہے-لیکن باطل کے اس جال کو تصوف ہی فقط ایک جھٹکے سے توڑ سکتا ہے-چونکہ تصوف ہی وہ طریق حیات سکھاتا ہے-جس میں سادگی اور قناعت انسان کیلئے جزو زندگی بن جاتے ہیں-اور وہ ہوس کے پھندوں سے آزاد ہو جاتا ہے-ایسا انسان ہی حقیقت میں پوری بے نیازی سے باطل کی پیش کردہ ترغیبات سے منہ پھیر لیتا ہے اور جب پسماندہ اقوام میں ایسے انسان حسب ضرورت تعداد میں موجود ہو جاتے ہیں تو قوم متحد ہو جاتی ہے-اب اس کے لئے دنیا کی بڑی سے بڑی نمرودیت کو نیست ونابود کر دینا ممکن ہی نہیں بلکہ ممکن ترین ہو جاتا ہے-

عصر حاضر کے روش کو دیکھتے ہوئے تصوف اسلامی کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے-جسے آدمی کو چاہیئے کہ وہ نگاہ باہر کی چمک دمک سے کچھ دیر کے لئے ہٹا کر اپنے باطن کی طرف کرے-پھر اپنے اردگرد اس کو اپنی طرف کی سوچ رکھنے والے دوست نظر آئیں گے اس سے رابطہ ہوتے ہی وہ اس طرح کے ہم خیال لوگوں کے حلقے بنائے جو اسلامی تصوف کی افادیت پر یقین کامل رکھتے ہوں اور اس کے عملی طریقوں کی تلاش میں سرگرداں ہوں-بڑے پیمانے پر یا میڈیا کے سہارے پر یہ کام کرنے کا خیال دل سے نکال کر ہی کامیابی کی منزل طے ہو سکتی ہے-روحانی طور پر بالیدگی اور سکون رکھنے والے لوگ ماحول کو مثبت انداز میں متاثر کرتے ہیں اور پھر نفرت کو محبت میں بدلنا ممکن ہو جاتا ہے-

راقم الحروف نے اپنے خیالات کے بارے میں کوئی دلائل یا ثبوت دینے کی کوشش اس لئے نہیں کی کہ سب دلائل محض بحث کو جنم دیتے ہیں جبکہ ہمارا مقصد فقط فکر کی دعوت دینا ہے-آج ہمیں دوست اور دشمن کی پہچان تک نہیں رہی اسی وجہ سے بھائی بھائی سے لڑ رہا ہے-بحث سے آج تک کسی بھی مسئلہ کو فائدہ نہیں پہنچا اور نہ ہی حل ہوا ہے-

---------0---------

شکاریات

صاحبزادہ سلطان غلام اکبران

انسان کو زندگی میں تمام قسم کی صحت مند سرگرمیوں میں بھرپور طریقے سے حصہ لینا چاہیے جن میں شکاریات سرفہرست ہے- جس کو میں نے اپنے زمانہ طالب علمی سے اپنایا اور زندگی کے آخری حصے تک اس سے لطف اندوز ہوا- پورا پاکستان میرا شکار کا علاقہ ہوتا تھا- جس میں بالخصوص گلگت اور سکردو مارخور کے شکار کے لئے مشہور جگہیں ہیں- وہاں جا کر شکار کرنا میری زندگی کا ناقابل فراموش حصہ ہے- فتح جنگ کے مشہور کالا چٹا پہاڑ پر موسم سرما میں میں نے ایک خون خوار چیتے کو شکار کیا- جس کا سر اور کھال اپنے ناروے میں رہنے والے دوست چوہدری غلام حسین صاحب کو بطور تحفہ پیش کیا- بلوچستان کے علاوہ پٹ فیڈر میں ہرن اور پہاڑوں پر گڈ کا شکار کرتے رہے-

شکار انسانی زندگی کیلئے تفریحی پروگرام کے علاوہ صحت پر بھی نہایت خوشگوار اثرات چھوڑتا ہے- شکاری کی صحت اچھی رہتی ہے- شکار ایک پاکیزہ شغل ہے- جتنا وقت انسان شکار کی تلاش میں رہتا ہے اُس دوران وہ تمام سوچ و بچار سے دور رہتا ہے- نہ اُسے کسی کا عیب یاد آتا ہے اور نہ ہی اُسے اپنی گھریلو پریشانی تنگ کرتی ہے- اُس کی نگاہیں صرف اور صرف شکار کی تلاش میں رہتی ہیں- اور دل و دماغ کی تمام تر صلاحیتیں ایک ہی طرف لگی رہتی ہیں- وہ ہر قسم کے وہم و گمان سے مبرا ہوتا ہے- میرے ذاتی خیال میں شکار کا دورانیہ تمام گناہوں سے پاک ہوتا ہے لہٰذا جس پہلو سے بھی آپ اس کھیل کو پرکھیں یہ انسان کے لئے مفید ثابت ہوتا ہے-

شکار کی اقسام

(1)- مچھلی کا شکار- (2)- کتوں سے خرگوش کا شکار- (3)- باز سے تیتر کا شکار- (4)- رائفل یا شاٹ گن سے پرند و چرند کا شکار-

لہٰذا شکار کی بڑی چار اقسام ہیں اور ہر قسم اپنے طور پر اپنے شکاری کے لئے تسکین قلب ہوتی ہے- ہم ہر قسم کو علیحدہ علیحدہ بیان کریں گے- اس شمارے میں ہم رائفل کے شکار پر کچھ لکھیں گے- کیونکہ اس شکار کا پورا عمل میں ذاتی طور پر جانتا ہوں- میں نے تیس سال اسی شکار میں گزارے ہیں لہٰذا میں اپنے مشاہدات رائفل کے شکار پر ہی صحیح بیان کر سکوں گا اور دیگر 3 اقسام کے شکار اُسی شکاری کی قلم سے پیش کریں گے جس کو اس پر عبور حاصل ہوگا- انشاءاللہ- اس دفعہ صرف تعارف ہی پیش کر سکوں گا تاکہ

شکاریات میں دلچسپی رکھنے والے صاحب یہ جان سکیں کہ اس قسم کا شکار کیا چیز ہوتا ہے اور کیسے اس کا ماحول بنایا جاتا ہے اور کیا کیا سامان درکار ہوتا ہے- رائفل کا شکار ہم دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں-

(1)- بگ گیمز یعنی بڑا شکار- (2)- شاٹ گیمز چھوٹا شکار

بگ گیمز میں ہاتھی سے لے کر ہرن تک کے شکار کو کہا جاتا ہے- جو کہ عموماً چوپائے جانوروں کا شکار کہا جاتا ہے- اور اس میں عملاً پکی گولی والی رائفل استعمال میں لائی جاتی ہے- یعنی رائفل 9mm, 7mm، 30/30 بور رائفل 22/22 ہارنیٹ بور وغیرہ- یہ رائفلیں عموماً پانچ چھ گولیوں کا چیمبر رکھتی ہیں- اور ان کی گولی صرف ایک پن کی طرح ہوتی ہے اس کو صحیح نشانہ لگانا پڑتا ہے- ذرہ برابر بھی ہاتھ ہل گیا یا آنکھ ہل گئی تو نشانہ خطا ہو جائے گا اور نشانے والا جانور آپ سے نکل جائے گا- لہٰذا اس رائفل کی پریکٹس بہت کرنی پڑتی ہے- نئے نئے شکاری 2/2 رائفل سے اپنا نشانہ بناتے ہیں- کیونکہ اس میں پریشر نہیں ہوتا اور گولی بھی سستی ہوتی ہے- اس لئے شکاری کو اپنا نشانہ اس سے پختہ کرنا چاہیے پھر جا کر 7mm یا 9mm والی رائفلوں سے شکار کیا جاتا ہے-

چونکہ رائفل کی ایک گولی بڑے رینج پر جاتی ہے یعنی بہت دور تک مار کرتی ہے اس لئے اس کا استعمال بھی پہاڑی علاقوں میں موزوں ہوتا ہے- تاکہ جو گولی خطا بھی جائے تو وہ کسی نہ کسی چٹان سے ٹکرا کر آگے نہ جا سکے اور پہاڑی جانور مثلاً مارخور، چیتا، شیر، گڈ (ہڑیال) ہرن وغیرہ بھی عموماً پہاڑی اور نیم پہاڑی علاقوں میں پائے جاتے ہیں- جن کا شکار کرنے کا طریقہ تفصیل وار آئندہ شمارہ میں آئے گا-

(2)- شارٹ گیمز میں تمام قسم کے پرندے آبی و صحرائی آتے ہیں- اور اس کے لئے شکاری شاٹ گن استعمال میں لاتے ہیں- شاٹ گن میں 12 بور، 16 بور، 20 بور وغیرہ عام استعمال میں لائی جاتی ہیں- ان کے ایک کارتوس میں کئی کئی چھرے ہوتے ہیں جو کہ سرکل بنا کر گن کے منہ سے نکلتے ہیں- اور پھیل جاتے ہیں اور اپنے شکار کا تعاقب کرتے ہیں- جو کہ عموماً ایک فٹ کے دائرہ میں شکار پر برس پڑتے ہیں- اس نشانہ کے خطا جانے کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں- رائفل کی نسبت شاٹ گن کا شکار آسان ہے- شاٹ گیمز میں تیتر، کبوتر، فاختہ، بٹیر، مرغابی اور تلور وغیرہ آتے ہیں- جو عموماً میدانی علاقوں میں میسر آتے ہیں اور ان پر شاٹ گن استعمال ہوتی ہے- کیونکہ اس کا رینج کم ہوتا ہے- اس کے چھرے پھیل جاتے ہیں- اور پچاس سے 100 گز تک کے ایریا تک مار کر سکتے ہیں- اس لئے ان شکاروں میں شاٹ گن ہی استعمال کی جانی چاہیے-

عموماً میدانی علاقوں کے لوگ شاٹ گن ہی لیتے ہیں- اور شاٹ گیمز سے ہی اپنی تسکین

کرتے ہیں۔ رائفل میدانی علاقوں میں بیکار تصور کی جاتی ہے۔ شاٹ گیمز کے لئے اور بگ گیمز کے لئے جو بہترین اسلحہ درکار ہوگا ان کا تعارف بھی کراتا جاؤں تاکہ ایک اچھا شکاری بننے کے لئے کس قسم کا اسلحہ درکار ہوگا۔ جو سب سے اعلیٰ اسلحہ دنیا میں مشہور ہے۔ اس میں بگ گیمز کیلئے 7mm کی رائفل کمپنی جو کہ جرمنی میڈ ہے سب سے اچھی تصور کی جاتی ہے۔ ایک تو اس کا وزن بہت ہلکا ہوتا ہے فائرنگ میں گرم نہیں ہوتی۔ تیسرے اس کا نشانہ بالکل صحیح جگہ پر جاتا ہے۔ اور شکاریات کی دنیا میں جانی پہچانی رائفل ہے۔

شاٹ گیمز میں ہالینڈ اینڈ ہالینڈ کی شاٹ گن 16 بور نمبر 1 اور 12 بور کا جوڑا اپنی افادیت کے حساب سے بہت اچھی مانی جاتی ہے۔ اور انگلینڈ میڈ ہیں۔ لیکن یہ دونوں اقسام کی شاٹ گنز لاکھوں روپے مالیت کی ہیں اس لیے ایک درمیانہ درجہ کا شکاری اس سے اپنا شوق پورا نہیں کرسکتا۔ لہٰذا درمیانے درجے کی شاٹ گن ڈبل بیرل فرانس میڈ 12 بور آتی ہے۔ جو وزن میں ہلکی اور شاٹ میں سخت ہے۔

اچھے شکاریوں کا قول ہے کہ رائفل فرام موزر۔ ریوالور فرام ویبلس کارٹ۔ اینڈ شاٹ گن فرام ہالینڈ اینڈ ہالینڈ۔ (آر دی بیسٹ ان دی آل ورلڈ)۔

آئندہ شمارہ میں انشاء اللہ ان کے شکار اور عملی مظاہرہ کے بارے میں بیان کیا جائے گا کہ پاکستان میں کہاں پر کس کس چیز کا شکار موجود ہے اور کس طرح وہاں تک پہنچا جا سکتا ہے۔ یار زندہ صحبت باقی۔

-----------0-----------

حق باھو رحمۃ اللہ علیہ بھٹہ خشت
حق باھو کالونی خوشاب روڈ جھنگ
معیار ہماری شناخت
زیر نگرانی
صاحبزادہ سلطان غلام میراں سابق ممبر شاہی جرگہ بلوچستان

حشرات (انشائیہ)

پروفیسر غلام شبیر رانا

حشرات کے بارے میں لوگوں کی کور مغزی اور بے بصری کا جو عالم ہے اسے دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ لفاظ حشرات سخن نے اس سلسلے میں جو حشر مچا رکھا ہے اسے دیکھ کر بے اختیار آدمی پکار اٹھتا ہے

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصہ محشر میں ہے

بادی النظر میں یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اس عالم آب و گل کی تمام رنگینیاں اور رعنائیاں حشرات کی رہین منت ہیں۔ اس کے باوجود لوگ حشرات کے درپے آزار ہیں۔ جہد البقا کے اس دور میں اب تک کوئی انسانی تدبیر حشرات کی نمو کو روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ فطرت خود بخود ان کی حنا بندی میں سرگرم عمل رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر جگہ ان کے حسن بے پروا کی جلوہ فرمائی کے گوناگوں مظاہر دیکھ کر انسان محو حیرت ہو جاتا ہے۔ خرد کی گتھیاں سلجھانے کا داعی خرد بینی حشرات کے بارے میں کامل آگاہی سے آج بھی محروم ہیں۔

تاریخی عمل اس بات کا شاہد ہے کہ انسانی ارتقاء اور حشرات کی بقا لازم و ملزوم ہیں۔ بڑے بڑے نکتہ طرازوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حشرات کے بغیر زندگی کا تصور ہی عبث ہے۔ حشرات دراصل زندگی کی علامت ہیں۔ حشرات اور انسان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ زندگی کی حرکت اور حرارت انہی سے عبارت ہے۔ یہ زندگی بھر انسان کا ساتھ نبھاتے ہیں حتیٰ کہ انسانوں اور جانوروں کے مرنے کے بعد بھی حق رفاقت ادا کرتے ہیں۔ جب تہہ خاک مٹی و مور کے جبڑوں میں انسانوں کا بدن آتا ہے تو وہ اپنی قوت و ہیبت کا لوہا منوا لیتے ہیں۔ یہ تحسین کے غلغلوں اور آفرین کے بے ہنگم آوازوں سے ہمیشہ بے نیاز رہتے ہیں۔

حشرات کی کئی قسمیں ہیں ان میں سے کچھ زیادہ معروف ہیں۔ مثلاً ریشم کا کیڑا، کتابی کیڑا، کبر و نخوت کا کیڑا، دولت و ثروت کا کیڑا، گھر کا کیڑا وغیرہ۔ ان میں سے ہر کیڑا جس جگہ ہے وہیں باکمال ہے۔ ماہرین حشرات کا خیال ہے کہ اس عالم آب و گل میں تمام حیاتیاتی عمل کا محور حشرات ہیں۔ ماہرین حرب اس بات پر متفق ہیں کہ آنے والا دور حشرات کا دور ہوگا۔ جو بھی قوم حشرات کو تابع کرے گی وہی غالب رہے گی۔ جراثیمی جنگ کے ذریعے دشمن کے پورے ملک سے روح حیات سلب کی جاسکے گی۔ گویا حشرات ایٹم بم سے زیادہ ہلاکت خیزیوں کے حامل ثابت ہوں گے۔

میرے خیال میں انسان نے حشرات کی اہمیت کو تسلیم کرنے میں ہمیشہ تامل سے کام لیا ہے۔ حشرات کی اہمیت اور افادیت کے بارے میں مثبت شعور و آگہی پروان چڑھانے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی۔ اگر اس بات پر کوئی بات کی بھی جائے تو کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ یہ غیر متوازن اندازِ فکر ایک ایسی فکری کجی کا مظہر ہے جس کے باعث کارِ جہاں میں انتشار کا اندیشہ ہے۔ حشرات کے ہاں اشیاء اور معمولات کی شیرازہ بندی کا جو معیار ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ مثلاً چیونٹیوں ہی کو لیں قطار اندر قطار سرگرم سفر رہتی ہیں۔ جبر کا کوئی انداز ان کی فطرت کو نہیں بدل سکتا۔ روحِ عصر سے مطابقت حشرات کی زندگی کا دلکش پہلو ہے۔

لفاظ حشرات سخن کی چیرہ دستیوں نے ہمیں یہ دن دکھائے ہیں کہ دیمک کی طرح کتابیں چاٹنے میں مصروف ہیں اور اس کے بعد خاک اگل رہے ہیں۔ ہمیں اپنے فکر و خیال پر یقین نہیں بلکہ چبائے ہوئے نوالے چبانا ہمارا معمول بنتا جا رہا ہے۔ بے یقینی کے اس گھمبیر ماحول نے تمدن کو گہنا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیسی دیمک اب ولایتی زعفران چاٹنے کی رسیا بنتی جا رہی ہے۔

جب مجھے دل لگی کی آرزو بے چین کر دیتی ہے تو میں اپنے گرد و نواح کا جائزہ لیتا ہوں۔ مجھے تمام عالم حلقۂ دامِ خیال نظر آتا ہے جس میں لاتعداد حشرات شگوفہ کاری اور پیوند کاری میں مصروف ہیں۔ دفعتاً مجھے وہ ابرآستین یاد آ جاتے ہیں جن کی نیش زنی نے میرے تجربوں کے طیف کو ہمیشہ منتشر کرنے کی کوشش کی مگر رحمتِ ایزدی ہر بار آڑے آئی اور میں ہنستا کھیلتا موجِ حوادث سے گزر گیا۔

ایک لحاظ سے دیکھیں تو حشرات کی پیدا کردہ دشواریاں زندگی کو آسان بنا دیتی ہیں۔ انسان جب رنج سے خوگر ہوتا ہے تو رنج کی مسموم فضا میں بھی وہ امید کے پھول کھلاتا چلا جاتا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے موجودہ زمانے میں حشرات کی حیثیت ایک ایسے پل کی سی ہے جو جامد کو جاندار سے معلوم کو نامعلوم سے اور خاکِ راہ کو نہ سپہر سے مربوط کرتا ہے۔ جو ہستی پتھر میں موجود کیڑے کی حیات، رزق اور تولید پر قادر ہے اس کی عظمت کا اعتراف نہ کرنا بے بصری کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

حشرات میں سب سے زیادہ خطرناک احساسِ برتری کا کیڑا ہے۔ جب یہ کسی کے دماغ میں سما جائے تو اس کے تجربات، جذبات اور خیالات کو بری طرح مسخ کر دیتا ہے۔ احساسِ برتری کا کیڑا ایسے متعدی امراض کا باعث بنتا ہے جن سے گلوخلاصی ناممکن ہے۔ ایسے شخص کی زندگی اپنی دنیا میں محدود ہو کر رہ جاتی ہے وہ اپنے آپ کو بشریت کی بجائے کسی اور خلقت سے وابستہ سمجھنے لگتا ہے۔ ماہرین کے خیال میں ایسے شخص کا علاج وہی ہے جو نمرود کا ہوا تھا۔

آج کے دور میں حشرات جہاد للبقا میں مصروف ہیں انسان کیڑے مار ادویات تیار کرنے میں دن رات ایک کر رہے ہیں اور کیڑے قوت مدافعت پیدا کر رہے ہیں۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا انسانی تدبیر سے تقدیر کے فیصلے بدل سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ اوہام کی دھند کے باعث ہے۔ ہم حقائق کا سامنا نہیں کرتے۔ اگر حیات ہے تو حشرات ہیں۔ اگر اونٹ ہے تو کوہان ہوگا۔ ایک تولیدی جرثومے کی فرٹیلائزیشن کی بدولت وجود میں آنے والا حشرات کا قلع قمع کرنے کا خیال کرتا ہے کس قدر حیران کن بات ہے۔

-----------0-----------

کوالیفائیڈ آپٹیشنز
یہاں پر نظر کی عینکیں ڈاکٹری نسخہ کے عین مطابق تیار کی جاتی ہیں۔
نیز دھوپ کے ٹھنڈے چشمے ہر کوالٹی میں موجود ہیں
پروپرائیٹر محمد فاروق
فاروق عینک سنٹر
ہسپتال جھنگ-فون-621992پی پی

بجلی (اِنشائیہ)

پروفیسر شفیع ہمدم

گرما کی ایک رات کو میں چھت پر پڑی کھاٹ پر لیٹا آسمان کی شال کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اس شال میں جڑے بے ترتیب ننھے منے ستارے کتنے پیارے لگ رہے تھے! میرا جی چاہا میں اس منقش شال کو اپنے بدن پر پھیلا لوں!! میرے بائیں جانب ٹیبل فین اپنے پروں کو تیز گردش دے کر حبس کو دور بھگانے کی کوشش میں مصروف تھا۔ چاروں اطراف بجلی کے قمقمے روشن تھے۔ جس وجہ سے چھت گھپ اندھیرے کی زد سے باہر تھی۔ بہت دور سے ایک معروف شعلہ بیان مقرر کی آواز آ رہی تھی۔ قریب ہی کی چھت پر کوئی دل جلا گانوں کی کیسٹ چلا رہا تھا اور ایک معروف گلوکار فیض کی غزل گا رہا تھا۔

گلوں میں رنگ بھرے بادِ نو بہار چلے

میں آوازوں کے طلسم، روشنیوں کے سیلاب اور ستاروں کے سحر میں پوری طرح ڈوبا ہوا تھا کہ اچانک بجلی غائب ہو گئی۔ ہر شئے ساکت و جامد ہو گئی۔ گھپ اندھیرے اور مسلسل گہری بلاتی خاموشی نے ماحول کو بوجھل اور بے جان بنا دیا۔ مجھے لگا جیسے کسی نادیدہ طاقت نے مجھے ایک پر رونق شہر سے اٹھا کر ویرانے میں لا کر کھڑا کر دیا ہو۔ لمحہ بھر کے لئے مجھ پر یہ احساس بھی غالب آیا کہ میری آنکھیں میرا ساتھ چھوڑ چکی ہیں۔ مگر جب میں نے آسمان کی جانب دیکھا تو وہاں ستارے پہلے کی نسبت زیادہ آب و تاب سے چمک رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر مجھے ایک دم خیال آیا کہ ان چمکتے ہوئے ستاروں کے پیچھے ان کا بجلی گھر ضرور موجود ہوگا۔ جو سدا اپنا کام بخوبی انجام دیتا رہتا ہے۔ اس میں کبھی کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ جو ان ستاروں کو کھربوں سالوں سے روشن رکھے ہوئے ہے۔

جب آسمان پر چمکتے ہوئے جگنوؤں سے نظر ہٹا کر اپنے اردگرد کا جائزہ لیا تو میں نے خود کو تاریکی کے دریا میں ڈوبا پایا۔ تھوڑی دیر پہلے میں روشنیوں میں نہا رہا تھا اور آوازوں کی بارش میں بھیگ رہا تھا۔ مگر اب میں خاموشی کے تکیے پر سر رکھے اندھیرے کے بستر پر دراز تھا۔ ایسی حالت کچھ دیر کے لئے تو تکلیف دہ ہوتی ہے۔ مگر جلد ہی آدمی اس حالت کو بدلنے یا اس سے بچنے کا سامان پیدا کر لیتا ہے۔ جب باہر کی تاریکی، حبس اور خاموشی سے میرا دم رکنے لگا تو میں نے ایک جست لگائی اور اپنے اندر کے جہان میں پہنچ گیا اور خیالات کے نو بہ نو جزیروں کی سیاحت کرنے لگا۔ میں سوچنے لگا کہ جس طرح بجلی گھر ساری بستی کو روشنیوں سے جگمگاتا ہے۔ اسی طرح ایک اچھی کتاب بھی تو بجلی گھر کی مانند ہوتی ہے۔

بجلی گھر شہروں کو روشنی مہیا کرتے ہیں اور کتابیں دل و دماغ کو تابانی بخشتی ہیں۔ کتاب کے بدن سے پھوٹتی ہوئی ہلکی ہلکی روشنی کو صرف ایک صاحب عرفان ہی دیکھ سکتا ہے۔ جب میرے ہاتھ میں کتاب ہوتی ہے تو میں ایک نئی دنیا کے سفر پر نکل جاتا ہوں۔ جہاں کے دلآویز اور انوکھے مناظر اس طرح مجھے اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں کہ میں تنگ و تاریک گھر کی گھٹن، ماحول کی شدت اور زندگی کے تفکرات سے آزاد ہو جاتا ہوں۔

کتاب کے صفحات پر بکھرے ہوئے حروف ننھے منے ستارے ہوتے ہیں۔ جن سے پھوٹنے والی روشنی انسان کے اندر کی بربریت اور سفاکی کو راکھ کر دیتی ہے اور اس کے اندر خلوص و محبت کی فضا پروان چڑھاتی ہے۔ شہر کا پاور ہاؤس جگمگاتی روشنیوں کو لمحہ بھر میں مہیب اندھیروں میں بدل سکتا ہے۔ مگر کتاب کا پاور ہاؤس چاند ستاروں کے بجلی گھر کی طرح انسان کے دل و دماغ کو ہمیشہ روشن رکھتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ روشنی وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی اور پھیلتی جاتی ہے۔

قدرت نے انسان کے اندر کئی چھوٹے بڑے پاور ہاؤس نصب کئے ہیں۔ اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ ان سے برق پیدا کرتا ہے یا انہیں سدا بند رکھتا ہے۔ بعض لوگ اندر کے اس پاور ہاؤس کو چلاتے ہیں جو بے انتہا طاقت پیدا کرتا ہے اور ہر شے کو مسخر کرنے بلکہ ہر شے کی تضحیک و تذلیل پر قائل ہوتا ہے۔ اس قسم کے لوگ کبھی یونان سے چل کر دریائے جہلم کے کنارے تک بستیوں کو لوٹتے ہوئے سلطنت قائم کرتے ہیں اور کبھی نسلی تعصب کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے علاوہ سب کو مٹاتے چلے جاتے ہیں۔

بعض لوگوں کے اندر جمالیات کا برقی گھر نصب ہوتا ہے۔ جو حسن و سیرت کی روشنی پیدا کرتا ہے۔ جس سے آنکھوں کو ٹھنڈک دل کو سرور اور دماغ کو تازگی ملتی ہے۔ جب ان لوگوں پر خود رفتگی کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو ان کا وجدان ایسی اعلیٰ تخلیقات کا باعث بنتا ہے۔ جو لوگوں کے دلوں میں شعور و آگہی کے چراغ روشن کر کے ان کی زندگی میں خوشگوار تبدیلی پیدا کرتا ہے۔ کتاب لکھنے اور پڑھنے کا یہ لامتناہی سلسلہ نسل در نسل چلتا رہتا ہے۔

رشی منی اپنے من پر جمی سیاہی کو کشٹ کے صابن سے اس درجہ صاف کرتے ہیں کہ انہیں اپنے من میں خالق حقیقی کے جلوے دکھائی دینے لگتے ہیں۔ ایسے عابد زاہد لوگوں کے پاور ہاؤس خلوص و محبت کی جو روشنی پیدا کرتے ہیں۔ اس سے وہ دوسرے لوگوں کے دلوں پر جمی ہوئی نفرت اور طمع کی میل دور کر کے ان میں خلوص و ایثار کی روشنی پیدا کرتے ہیں۔ جب کوئی شخص اس روشنی کے حصار میں داخل ہو جاتا ہے تو

وہ اپنے اندر ایک انوکھی اور خوشگوار تبدیلی محسوس کرتا ہے۔ اس کے اندر کا کھردرا پن اور خونخواری آہستہ آہستہ ختم ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ لطافت اور ملائمت لے لیتی ہے۔ اس کے اندر صبر و تحمل اور بردباری کا مادہ اس درجہ پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کے من کے معبد میں ایقان و آگہی کا ننھا سا چراغ روشن ہو جاتا ہے۔ ایسے صاحب طریقت لوگوں کا فیض سینہ بہ سینہ اور نسل در نسل جاری رہتا ہے۔

مہیب خاموشی اور گھپ اندھیرے نے جب میرے پرِ خیال کی پرواز کا رخ باہر کی دنیا سے موڑ کر من کی بستی کی طرف کر دیا تو میں اندھیرے اور حبس سے بے نیاز ہو کر اپنے دل کی دنیا میں کھو یا رہا۔ دل کی بستی کی سیاحت کے دوران اچانک مجھے محسوس ہوا کہ آہستہ آہستہ من کی تاریکیاں چھٹنے لگی ہیں اور میرے اندر ایک ننھا سا دیا روشن ہو گیا ہے۔ جس سے کچھ اسرار آہستہ آہستہ مجھ پر منکشف ہوتے جا رہے ہیں۔

-------------0-------------

جامعہ ختم نبوت

اجمیری چوک

ملت کالونی جھنگ شہر

دینی و دُنیاوی تعلیم ساتھ ساتھ

بفیضانِ نظر۔ حضرت سخی سُلطان باھُوؒ

بفیضانِ کرامت۔ آستانہ عالیہ سید آباد موضع سلیانہ ضلع جھنگ

زیرِ نگرانی

صاحبزادہ سید جاوید اکبر حُسینی القادری

صاحبزادہ سید فیض رسائی حُسینی القادری

اردو غزل پر چند باتیں

پروفیسر ناصر عباس نیّر

ذرائع ابلاغ کی بے مثال ترقی اور وسائل ابلاغ کی سہل یابی سے دنیا سکڑ کر رہ گئی ہے۔ زمانی فاصلے اور زمینی دوریاں نہ ہونے کے برابر باقی ہیں۔ مختلف قومیں اور ثقافتی اکائیاں ایک دوسرے کی دہلیز تک رسائی حاصل کر چکی ہیں۔ یہ صورت حال بظاہر انوکھی، خوشگوار اور حیرت زا ہے مگر اپنے باطن میں بعض پیچیدگیاں بھی رکھتی ہے۔ جس کا اظہار مابعد جدید تصورات اور سوالات کی صورت میں ہو رہا ہے۔ بعض لوگ اس صورت حال کو انسانیت کے ایک دیرینہ خواب کی تکمیل کا ذریعہ قرار دے رہے ہیں جس کے مطابق انسانوں کی نسلی، قومی، مذہبی، ثقافتی، لسانی امتیازات مٹ جائیں گے اور واحد انسانی برادری کا تصور عملی شکل اختیار کر لے گا۔ ثقافتی اکائیوں کی کثرت جس نئی ثقافتی صورت میں ڈھلنے کے عمل سے گزر رہی ہے یہ وحدت اختلافات اور تضادات کو مٹانے اور اشتراکات کو فروغ دینے سے عبارت ہے۔ چنانچہ اس بین الاقوامیت کے تناظر میں کچھ نقاد یہ کہہ رہے ہیں کہ صرف وہی اصناف ادب باقی رہیں گی جو مشترکہ ثقافتی اور جمالیاتی اقدار رکھتی ہیں اور جن کے عالم گیر ابلاغ میں ان اصناف کی ہیئتی ساخت اور علامتی نظام حائل نہیں ہے۔ لہٰذا اردو نظم کا مستقبل روشن اور غزل کا مستقبل مخدوش ہے۔

کیا واقعی ایسا ہی ہے؟ اردو غزل اپنی مخصوص ہیئت اور علامتی نظام کی وجہ سے مابعد جدید عہد کی ثقافتی صورت حال میں خود کو برقرار نہیں رکھ سکے گی؟ اور تمام دنیا میں لکھے اور سمجھے جانے کی وجہ سے نظم ہی بین الاقوامی سماج کی تخلیقی اور ابلاغ کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی اہل ہوگی؟

نظم کے سلسلے میں اٹھائے گئے سوال کا جواب تو اثبات میں ہی دیا جائے گا۔ مقام شکر ہے کہ ایک ایسی صنف شعر موجود ہے جو اقوام عالم کو جذباتی، عرفانی اور جمالیاتی سطحوں پر ہم آہنگ ہونے میں مدد دے سکتی ہے۔ مگر غزل کے سلسلے میں اٹھائے گئے سوال پر غور ضروری ہے۔

اردو غزل پر اعتراضات کا جو سلسلہ بیسویں صدی کے آغاز میں شروع ہوا تھا وہ بیسویں صدی کے اختتام تک جاری ہے۔ اس پوری صدی میں وقفے وقفے سے غزل کو قسم قسم کے سوالات اور اعتراضات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ مولانا حالی نے نئی سماجی اور تہذیبی تبدیلیوں سے بے خبری اور لاتعلقی کا الزام اردو غزل پر رکھا تھا۔ ترقی پسندوں نے اسے جاگیردارانہ عہد کی یادگار قرار دیا تھا۔ کلیم الدین احمد نے غزل کو نیم وحشی صنف ادب ہونے کا طعنہ دیا تھا۔ بعض لوگوں نے غزل کی مخصوص صنفی پابندیوں کو اپنی

تخلیقی واردات کے موزوں پر مکمل اظہار میں رکاوٹ سمجھا اور انہیں توڑنے کو اپنا حق جانا۔ یوں اینٹی غزل، غزل نما اور آزاد غزل کو رواج دینے کی کوشش ہوئی۔ گویا ان کی نظر میں غزل ایک ناقص صنف سخن ہے۔ اب یہ کہا جا رہا ہے کہ اردو غزل نئے عالمی تناظر میں کوئی مقام نہیں بنا سکتی۔ غور کریں تو مولانا حالی تا حال اردو غزل پر الزامات و اعتراضات کی جو بارش ہوئی ہے ان میں ایک بات مشترک ہے کہ نظم کو غزل کے مقابلے میں اور حریف کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور بالعموم نظم کو نئے زمانے سے ہم آہنگ اور زندہ رہنے والی صنف کہا گیا ہے۔ اور غزل کو از کار رفتہ اور زوال پذیر سمجھا گیا ہے۔ راقم کو اردو غزل کے معترضین کی نیت پر شک نہیں ان کے طرز فکر سے اختلاف ہے۔ یہ حضرات غزل کو نظم کی "آنکھ" اور "نظر" سے دیکھتے ہیں اور نظم کے معیار فن سے غزل کا جائزہ لیتے ہیں اور غزل کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ حالانکہ ہر ادب کا تخلیقی عمل اور اس کی اقدار اور معیار بڑی حد تک اسی سے مخصوص ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک صنف کی ترازو میں کسی دوسری صنف کو تولنا اصولاً غلط ہے۔ اور اس غلطی کا نتیجہ ہمیشہ گمراہ کن نتائج کی صورت میں برآمد ہوا ہے۔ کسی صنف سے متعلق گمراہ کن نتائج اس صنف کو جڑوں سے اکھاڑنے میں تو ناکام رہتے ہیں تاہم اس کی رفتار تخلیق اور اس کے عمل تحسین پر اثر انداز ضرور ہوتے ہیں۔ اردو غزل کی تاریخ اس امر کی گواہ ہے۔

اردو غزل کے مستقبل کے بارے میں تازہ پیش گوئی (جس کا ذکر ابتدا میں کیا گیا ہے) بعض حوالوں سے اردو غزل کے متعلق سابقہ اعتراضات کا تسلسل ہے۔ اور بعض زاویوں سے یہ "چیزے دیگرے" اور اپنے پس منظر میں ایک ایسی صورت حال کو لئے ہوئے ہے جو اس سے پہلے درپیش نہیں تھی۔ اس ضمن میں اصل سوال یہ ہے کہ کیا دنیا کے گلوبل ویلج بننے سے قوموں اور ملکوں کے انفرادی ثقافتی تشخص کا خاتمہ ہونے والا ہے؟ اور ایسی ثقافتی وحدت واقعی وجود پذیر ہو رہی ہے جس میں انسانوں کو فرقوں اور اکائیوں میں تقسیم کرنے والی حد بندیاں باقی نہیں رہیں گی؟ اور دنیا فی الواقعی ایک ایسے گاؤں میں بدلتی جا رہی ہے جس کے مکیں ایک خاندان کے افراد کی طرح رہتے بستے ہیں؟ دنیائے انسانیت اگر اس منزل کو سر کر لے تو یہ انسانی ارتقاء کی سب سے بلند منزل ہوگی۔ مگر ایسا ہوتا نظر نہیں آتا۔ غالب کے لفظوں میں جنت کی مانند اس خیال سے دل کو تو خوش رکھا جا سکتا ہے ورنہ اس خیال کی حقیقت معلوم؟ پہلی وجہ تو وہی ہے جس کی طرف اشارہ ڈاکٹر وزیر آغا نے "نوائے وقت" کو اپنے ایک تازہ انٹرویو میں کیا ہے۔ یعنی ڈش انٹینا اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کی دیگر صورتوں نے ملکوں کو ایک دوسرے کے قریب تو کیا ہے، مگر ان ممالک نے ابھی اپنی قومی اور جغرافیائی حد بندیوں کو تیاگنے پر آمادگی ظاہر نہیں کی۔ ان حد بندیوں کے

ہوتے ہوئے ملکوں کے ثقافتی تشخص کا ملیامیٹ ہونا ممکن نہیں۔ سیاست عالم کے منہاج اور عزائم کے پیش نظر اس بات کا ابھی دور دور تک امکان نہیں کہ ملکوں کی قومی اور جغرافیائی حدود کا خاتمہ ہو سکے گا (گو یہ ناممکن نہیں) بلکہ راقم کے نزدیک فی الوقت ممالک ایک دوسرے کے قریب آنے یا قربت محسوس کرنے کے بجائے خود کو ایک ثقافتی یلغار کی زد میں محسوس کر رہے ہیں اور منفرد ثقافتی وجود کی بقاء کی فکر کر رہے ہیں۔ گویا وہ ابھی اپنی انفرادیت کو اجتماع کی یکسانیت میں ضم کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ اس زاویے سے دیکھئے تو ان اصناف ادب کی اہمیت بڑھ جاتی ہے جو ہماری ثقافتی انفرادیت کی علمبردار ہیں۔ اور اردو غزل میں یہ انفرادیت بدرجہ اتم موجود ہے۔

دنیا بظاہر جس وحدت کی طرف بڑھتی نظر آتی ہے وہ اگر کبھی وجود میں آئے گی بھی تو ڈھیلی ڈھالی ہوگی جس میں ہر ثقافتی اکائی کو اپنے اہم انفرادی اوصاف کو برقرار رکھنے اور انہیں ترقی دینے کی اجازت ہوگی۔ اردو ثقافت کو ثقافت کی عالمی وحدت میں شامل ہونے کے لئے یوں بھی تردد کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے کہ ہمارے پاس اردو نظم کا وسیع و وقیع ذخیرہ موجود ہے۔ جس کے ذریعے ہم اقوام عالم کی فکری اور تخلیقی مین سٹریم سے وابستہ رہ سکتے ہیں۔ غزل ہمیں اس مین سٹریم سے خارج نہیں کرے گی بلکہ اس میں ضم ہو کر بے نشاں ہونے سے بچانے میں مددگار ہوگی۔

----------o----------

حق باھُو رح رائس اینڈ جنرل ملز
حق باھُو کالونی خوشاب روڈ جھنگ
چاول کی ایکسپورٹ کوالٹی کا واحد مرکز
مینجنگ ڈائریکٹر
صاحبزادہ سلطان غلام میراں سابق ایم پی اے بلوچستان

زندہ ہے پاکستان تو ہم سب زندہ ہیں

ناصر سلطان نعمان

14 اگست 1947ء کو ہماری قومی تاریخ میں ایک باب منور کی حیثیت حاصل ہے۔ یہی وہ دن ہے جب آزادی کی صبح درخشاں طلوع ہوئی اور استعماری قوتوں کو منہ کی کھانا پڑی

میری تاریخ کا وہ باب منور ہے یہ دن
جس نے اس قوم کو خود اپنا پتا بتلایا

آزادی کی جدوجہد کا حقیقی تاریخی حوالے سے مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ 30 جون 1947ء کو ریڈکلف نے جو کہ سرحدی کمیشن کا سربراہ تھا۔ بددیانتی کی انتہا کر دی اور بعض مسلم اکثریتی علاقے ہندوستان کے حوالے کر دیئے۔ مثلاً کلکتہ، گورداس پور اور بٹالہ اس کی واضح مثال ہیں۔

آزادی کے فوراً بعد بھارت نے کشمیر پر یلغار کر دی۔ اس کے خاتمے کے لئے جب 27 اکتوبر 1947ء کو پاکستانی افواج کشمیر بھیجنے کا فیصلہ ہوا تو پاکستانی فوج کے قائم مقام کمانڈر جنرل گریسی نے لیت ولعل سے کام لیتے ہوئے دشمن کے ہاتھ مضبوط کیے۔

عوام پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ بے یار و مددگار تارکین کی بحالی بڑا کٹھن مرحلہ تھا۔ ایک کروڑ بیس لاکھ مسلمان بھارت سے ہجرت کر کے ارض پاک پہنچے۔ آزادی کی صبح جن حالات میں طلوع ہوئی اس نے آزادی کی خوشیوں کو گہنا دیا۔

11 ستمبر 1948ء کو قائداعظم کوئٹہ میں تھے۔ ان کی طبیعت بہت خراب تھی۔ انہیں کوئٹہ سے کراچی منتقل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ بانی پاکستان کو کراچی ایئرپورٹ سے لانے کیلئے جو ایمبولینس بھیجی گئی واپسی پر نہ صرف اس کا پٹرول ختم ہو گیا بلکہ بندر روڈ پر وہ خراب ہو گئی۔ قائداعظم بے بسی کے عالم میں ایمبولینس میں لیٹے ہوئے تھے۔ دو گھنٹے کوئٹہ سے کراچی کے سفر میں لگے اور دو گھنٹے ہوائی اڈے سے گورنر جنرل ہاؤس تک۔

شاید یہی وجہ ہے کہ جب قائداعظم نے چاروں طرف مہم جو، موقع پرست اور طالع آزما لوگوں کو دیکھا تو انہوں نے اپنے معالج کرنل الٰہی بخش سے کہا۔

"میری خواہش تھی کہ میں زندہ رہوں لیکن اب مجھے اس کی کچھ فکر نہیں کہ میں زندہ رہوں گا یا مر جاؤں گا"

قائداعظم کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا اس کے باعث سلطانی جمہور کا خواب کرچی کرچی ہو

گیا۔ ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ آزادی اور آزادی موہوم کے بارے میں کوئی ابہام نہ رہا۔ فیض کی نظم صبح آزادی میں اس جانب واضح اشارہ نظر آتا ہے۔

صبحِ آزادی۔ اگست 1947ء

یہ داغ داغ اجالا، یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار جس کا، یہ وہ سحر تو نہیں
یہ وہ سحر تو نہیں جس کی آرزو لے کر
چلے تھے یار کہ مل جائے گی کہیں نہ کہیں
فلک کے دشت میں تاروں کی آخری منزل
کہیں تو ہو گا شب سُست موج کا ساحل
کہیں تو جا کے رکے گا سفینۂ غم دل
کہاں سے آئی نگار صبا کدھر کو گئی
ابھی چراغ سر رہ کو کچھ خبر ہی نہیں
ابھی گرانی شب میں کمی نہیں آئی
نجات دیدہ دل کی گھڑی نہیں آئی
چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی

قائداعظم کی اچانک وفات ملک اور قوم کے لیے بہت بڑا سانحہ تھا۔ آئین کی تیاری کا مرحلہ ابھی طے نہیں ہوا تھا کہ 16 اکتوبر 1951ء کو وزیراعظم لیاقت علی خان کو راولپنڈی کے ایک جلسہ عام میں گولی مار دی گئی۔ قومی تاریخ میں یہیں سے ہماری بدقسمتی کا آغاز ہوتا ہے۔ 1949ء میں پروڈا کی منظوری دی گئی۔

(Public and Perpresentative Officers Disqualification Act) اس قسم کے قوانین فرد کی آزادی میں زبردست رکاوٹ ثابت ہوئے۔ 17 اپریل 1953ء کو گورنر جنرل غلام محمد نے وزیراعظم خواجہ ناظم الدین کو برطرف کر دیا۔ اس کے بعد محمد علی بوگرہ وزیراعظم بنے جو 24 اکتوبر 1954ء تک اس منصب پر فائز رہے۔ 24 اکتوبر 1954ء کو گورنر جنرل غلام محمد نے آئین ساز اسمبلی کو توڑ دیا۔ محمد علی بوگرہ نے دوبارہ کابینہ تشکیل دی۔ جو 11 اکتوبر 1955ء تک اقتدار میں رہی۔ مولوی تمیز الدین خان نے جو کہ آئین ساز اسمبلی کے سپیکر تھے۔ گورنر جنرل کے اسمبلی توڑنے کے

اقدام کو سندھ کورٹ میں چیلنج کر دیا- 9 فروری 1955ء کو سندھ کورٹ نے مولوی تمیزالدین کے حق
فیصلہ دیا- لیکن بعد میں فیڈرل کورٹ نے سندھ کورٹ کے فیصلے کو کالعدم کر دیا جو کہ ایک سیاسی فیصلہ تھا-
16 اکتوبر 1955ء کو سکندر مرزا نے گورنر جنرل کا عہدہ سنبھال لیا- 14 اکتوبر 1955ء کو وحدت مغربی
پاکستان کا قیام عمل میں لایا گیا- 29 فروری 1956ء کو آئین منظور ہوا- حسین شہید سہروردی نے 12
ستمبر 1956ء کو وزارت عظمیٰ کا منصب سنبھالا اور سکندر مرزا 1956ء کے آئین کے مطابق پاکستان
کے پہلے صدر منتخب ہوئے-

17 اکتوبر 1958ء کو سکندر مرزا نے آئین کو منسوخ کر دیا اور پاکستان میں مارشل لاء نافذ
کر دیا- جنرل محمد ایوب خان نے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے فرائض سنبھال لئے-

نثار میں تری گلیوں کے اے وطن کہ جہاں — چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے
یونہی ہمیشہ الجھتی رہی ہے ظلم سے خلق — نہ ان کی رسم نئی ہے نہ اپنی ریت نئی
یونہی ہمیشہ کھلائے ہیں ہم نے آگ میں پھول — نہ ان کی ہار نئی ہے نہ اپنی جیت نئی
اسی سبب سے ہم فلک کا گلہ نہیں کرتے — ترے فراق میں ہم دل برا نہیں کرتے

مارشل لاء کے بعد پوڈو (Public Offices Disqualification Order) اور
ایبڈو (Elective Bodies Disqualification Order) کے تحت پانچ سے چھ ہزار
سرگرم سیاسی عہدیداروں کو سیاست سے الگ کر دیا- اسی طرح بدعنوان سرکاری ملازموں میں سولہ سو باٹھ
افسران کے خلاف کاروائی کی گئی- جن میں سے آٹھ سو تیس کو برطرف کر دیا گیا-
یکم مارچ 1962ء کو صدر ایوب نے نئے آئین کا اعلان کیا اور 8 جون 1962ء کو مارشل
لاء کا خاتمہ کیا گیا-

2 جنوری 1965ء کو صدارتی انتخابات ہوئے- اپوزیشن نے محترمہ فاطمہ جناح کو صدر
ایوب کے مقابلے میں کھڑا کیا- انتخابی نتائج کے مطابق صدر ایوب اکیس ہزار تین سو دو ووٹوں کی
اکثریت سے جیت گئے- اسی دوران 6 ستمبر 1965ء کو بھارت سے جنگ ہوئی جو سترہ روز جاری رہی-
دونوں فریق طویل جنگ کے متحمل نہ ہو سکتے تھے اس لیے تاشقند کے معاہدے پر آمادہ ہو گئے-

آیئے ہاتھ اٹھائیں ہم بھی — ہم جنہیں رسم دعا یاد نہیں
ہم جنہیں سوز محبت کے سوا — کوئی بت، کوئی خدا یاد نہیں
آیئے عرض گزاریں کہ نگار ہستی — زہر امروز میں شیرینی فردا بھر دے

وہ جنہیں تاب گراں باری ایام نہیں — ان کی پلکوں پہ شب و روز کو ہلکا کر دے

پاکستان میں سیاسی بے چینی کے آثار 1965ء سے نمایاں تھے- ان میں روز بروز اضافہ ہو
رہا تھا- سیاست دانوں نے سیاسی عدم استحکام پیدا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی- نتیجہ یہ نکلا کہ 25 مارچ
1969ء کو استعفیٰ دے دیا اور اسی روز جنرل یحییٰ خان نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا- اور ان لوگوں
نے قوم کی کھال سے چام کے دام چلائے- 31 مارچ 1969ء کو یحییٰ خان نے صدر کا عہدہ بھی سنبھال
لیا- 30 جون 1970ء کو "ون یونٹ" کا خاتمہ کر دیا- 7 دسمبر 1970 کو قومی اسمبلی کے انتخابات
ہوئے اور 17 دسمبر 1970ء کو صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کرانے کا اعلان ہوا-
مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ نے زبردست کامیابی حاصل کی- اور مغربی پاکستان میں
پیپلز پارٹی اکثریتی جماعت بن کر ابھری- 25 مارچ 1971ء کو صدر یحییٰ خان نے آپریشن سرچ لائیٹ
کے نام سے مشرقی پاکستان میں فوجی کاروائی کا حکم دیا- حالات اتنے خراب ہو گئے کہ 3 دسمبر 1971ء کو
بھارت نے مشرقی پاکستان پر حملہ کر دیا اور 16 دسمبر 1971ء کو پاکستانی فوج نے مشرقی محاذ پر ہتھیار ڈال
دیے-

50 ہزار پاکستانی فوجی بھارت کے جنگی قیدی بن گئے- ڈھاکہ ڈوب گیا اور ایک ایسی رات
مسلط ہوئی جس کی سحر کبھی نہ ہوئی- پاکستان کے اس وقت کے چیف جسٹس جناب محمود الرحمن نے اپنے
فیصلہ میں لکھا تھا "جنرل آغا محمد یحییٰ خان کا چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور پھر صدر کے طور پر اختیارات
سنبھالنا غاصبانہ اقدام تھا اور بالکل غیر قانونی اور غیر آئینی کاروائی- اس ناجائز اور خلاف آئین حکومت
کی تمام قانونی و انتظامی کاروائیاں جہاں تک قانونی جواز کا تعلق ہے ناقابل توثیق ہیں"
قومی زندگی کے اس نازک مرحلے پر پیپلز پارٹی نے 20 دسمبر 1971ء کو عنان اقتدار
سنبھالی- 10 اپریل 1973ء کو پاکستان کا نیا آئین منظور ہوا- بالآخر 1977ء کے انتخابات کے بعد
زبردست عوامی تحریک کے نتیجے میں جو بحران پیدا ہوا اس کے باعث 5 جولائی 1977ء کو ملک میں مارشل
لاء نافذ کر دیا اور جنرل محمد ضیاء الحق نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کا عہدہ سنبھال لیا- 14 اپریل 1979ء
کو نواب محمد احمد خان کیس میں ذوالفقار علی بھٹو کو عدالت عظمیٰ کے حکم کے تحت پھانسی دے دی گئی-
یکم دسمبر 1984ء کو ریفرنڈم کا آرڈر جاری ہوا اور 19 دسمبر 1984ء کو ہونے والی ریفرنڈم
میں 97.71 ووٹروں نے جنرل ضیاء الحق کے اقدام کی تائید کی- اس کے بعد 27 فروری 1985ء کو
قومی اسمبلی کے انتخابات اور 28 فروری 1985ء کو صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کروائے گئے-

16 اکتوبر 1985ء کو آئین میں آٹھویں ترمیم کی منظوری دی گئی اور 30 دسمبر 1985ء کو ملک سے مارشل لا ختم کر دیا گیا۔

جنرل ضیاء الحق نے 29 مئی 1988ء کو قومی اسمبلی توڑ دی اور 17 اگست 1988ء کو جنرل ضیاء الحق ایک حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔ اس کے بعد سیاسی نشیب و فراز کا ایک دور شروع ہو گیا۔ 16 اکتوبر 1988ء کو انتخابات کے نتیجے میں پیپلز پارٹی نے حکومت بنائی جو صدر غلام اسحاق خان نے توڑ دی بعد میں آٹھویں ترمیم سے مسلح غلام اسحاق خان نے دوسری مرتبہ نواز شریف کی حکومت کو ختم کر دیا۔ 1996ء میں بھی آٹھویں ترمیم کا نشانہ بننے والی پیپلز پارٹی کی حکومت تھی اور پھر آٹھویں ترمیم کا خاتمہ 1997ء میں ہو گیا اس طرح ملک سیاسی استحکام کی منزل پر چل نکلا۔

جب ہم ماضی کی جانب دیکھتے ہیں تو آزادی کی 50 سالہ تقریبات مناتے ہوئے یہ احساس دامن گیر ہوتا ہے کہ جمہوریت کے بارے میں گزشتہ نصف صدی کے دوران مثبت انداز فکر پروان نہیں چڑھ سکا۔ حبیب جالب کی یہ نظم حقائق کی صحیح صورت پیش کرتی ہے

بھگتائے جیل خانے — دیکھے تمام تھانے
دامن ہوا دریدہ — لکھا نہیں قصیدہ
سڑکوں پہ مار کھائی — جمہوریت نہ آئی
چڑھ آئیں ہم پہ فوجیں — طوفان کی جیسے موجیں
کچھ بھی رہا نہ باقی — ساغر سبو نہ ساقی
کیا کیا ہوئی نہ بھائی — دنیا میں جگ ہنسائی
بنگال بھی گنوایا — اپنا ہی خوں بہایا
دار و رسن سے کھیلے — پاپڑ ہزار بیلے
محنت نہ رنگ لائی — جاں رات دن کھپائی
جمہوریت نہ آئی

1997ء کے عام انتخابات کے بعد عوام نے مسلم لیگ کو جو زبردست مینڈیٹ دیا اس کے بعد اس ملک میں جمہوری قدروں کو تقویت ملی۔ اور سوچا کہ عوام کو آزادی کے ثمرات یقیناً مل کر رہیں گے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد مسلم لیگ کی حکومت ختم ہو گئی اور عنان اقتدار جنرل پرویز مشرف کے ہاتھوں چلا گیا۔ جنہوں نے اقتدار ضلعی حکومتوں کی شکل میں عوام کو منتقل کرنے کی ابتدا کر دی ہے اور عام انتخابات اکتوبر

2002ء میں کروانے کا وعدہ کیا ہے۔ جس سے یقیناً حقیقی جمہوریت کو فروغ ملے گا اور ملک ایشین ٹائیگر بن جائے گا۔ قوم کو چاہیے کہ وہ ریفرنڈم میں بھرپور طریقے سے ان کا ساتھ دیں تا کہ جنرل پرویز مشرف کی مثبت پالیسیاں جاری رہ سکیں۔

اب یہ فکر ہو گی کہ خاروخس نہ رہیں — ہر زباں پر وطنِ وطن ہو گا
انداز انجمن ہو گا — شوق آرائش چمن ہو گا

---------o---------

فائدہ آپ کا ہے

ایک درزی اپنی چالاکی سے گاہکوں کا کپڑا اتار لیتا تھا۔ ایک دن پولیس والے نے اسے وردی سینے کے لئے دی۔ تو درزی نے اُس کو ایک لطیفہ سنایا۔ جس پر پولیس والا بہت ہنسا اور درزی نے تھوڑا سا کپڑا نکال لیا۔ پولیس والے نے کہا کہ ایک لطیفہ اور سناؤ۔ درزی بولا حضور میرا کیا ہے میں لطیفہ تو سنا دوں گا۔ مگر آپ کی پتلون چھوٹی ہو جائے گی۔

اردو مزاحیہ شاعری پر ایک نظر

پروفیسر صفدر علی شاہ (حق باہُو ایوارڈ یافتہ)

انسان میں لطیف احساسات کو بیدار کرنے کے لئے سب سے زیادہ کارگر صنف شاعری ہے۔ شاید اسی لئے ہر معاشرہ میں شعری سرمایہ دیگر اصناف سخن کی نسبت زیادہ موجود ہے۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ جو کام ایک شعر کر جاتا ہے وہ شاید ایک پورا مضمون بھی نہیں کر سکتا۔ چونکہ انسان کی داخلی زندگی جذبات پر مشتمل ہے اس لئے داخلی یا خارجی سطح پر جب کوئی ناہمواری جنم لیتی ہے تو اس کے نتیجے میں انسان کے اندرونی نظام میں ایک طلاطم برپا ہوتا ہے۔ اس کا اظہار غصہ، غم، خوف، طنز، خوشی، قہقہہ، مسکراہٹ، تبسم، ہنسی اور مزاح کی صورت میں ہوتا ہے۔ تاہم اگر غور کیا جائے تو ہنسی اور نشاط دیگر جذبات کے مقابلے میں طاقت ور بھی ہیں اور قدیمی بھی۔ احساس کی یہی کیفیت فرد اور معاشرہ کی جذباتی اور فکری زندگی کے ارتقاء کا سبب بنتی ہے۔ بالعموم غیر متوازن زندگی کا اظہار ہنسی کی کسی صورت میں رونما ہونے کی وجہ سے خوش مزاجی توجہ کا مرکز بن جاتی ہے۔ اس خوش مزاجی کی کوکھ سے ہیجانی کیفیت برآمد ہوتی ہیں جو انسان کے باطن میں پیدا ہونے والے تموج کی نشاندہی کرتی ہیں۔ اگر اس عمل کو وسیع تناظر میں دیکھا جائے تو کائنات کی سنجیدہ زندگی میں ہنسی کا عمل ابتدائی صورت میں ہی مل جاتا ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان محض مٹی کی مورت کا نام نہیں بلکہ احساسات و جذبات کے مجموعے سے عبارت ہے۔ انسان کو ابتدائی زندگی میں اپنی کامیابی اور عافیت کا ادراک ہوتا تو از خود مسرت اور نشاط کے اظہار پر مچل جاتا لیکن مسرت کے اظہار کے وہ ایسے طریقے اپناتا جو اس کی تمدنی اور ثقافتی زندگی کے آئینہ دار ہوتے۔ بارے میں رشید احمد صدیقی کی رائے وزنی معلوم ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"جب انسان کے جذبات میں تموج ہوتا ہے اور اس پر ایک ہیجانی کیفیت طاری ہوتی ہے اس وقت اس کا لب ولہجہ ہی نہیں بدل جاتا بلکہ ایسی حالت میں اس کے لب وزبان سے جو کلمے ادا ہوتے ہیں وہ اپنی ترکیب و بندش کے اعتبار سے بھی مختلف ہوتے ہیں۔ لب ولہجہ اور ترکیب کی یہ عجیب نوعیت فن شعر و شاعری میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔" (۱)

انسان کی ذاتی، سماجی اور معاشرتی زندگی کا دائرہ وسیع ہونے کی وجہ سے اس کے احساسات اور وسیع ہوتے چلے گئے۔ اب سوال یہ ہے کہ ہنسی ہے کیا، جو شروع سے ہی فرد کی زندگی میں دخیل چلی آ رہی ہے۔ ابوالاعجاز صدیقی اسے ذہنی کیفیت قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

"ہنسی ایک ذہنی کیفیت ہے۔ ایک طرح کی بشاشت ہے یا زیادہ صحت کیساتھ یوں کہے کہ ہنسی انبساط ہے" (۲)

... یہ درست ہے کہ انسان ابتدائے آفرینش سے ہی زندگی کے اتار چڑھاؤ سے بیزاری اور ... کا اظہار بھی کرتا رہا۔ وہ غیر یقینی صورت حال کی وجہ سے ایک انجانے خوف میں مبتلا رہا مگر دوسری طرف تبسم کے حسین جذبے نے اسے زندگی پر اعتبار عطا کیا۔ اور توانائیوں سے اسے معمور کیا۔ اس لئے خوف سے بچنے کیلئے اُمید کا دامن بھی اس کے ہاتھ رہا۔ ڈاکٹر وزیر آغا ہنسی کے اس فعل کو حیاتیاتی اور ... زاویے سے دیکھتے ہیں ان کے نزدیک انسان کے اس جذباتی عمل کا مفہوم یوں ہے۔

"ہنسی ایک حیاتیاتی فعل ہے جو فاضل جذبے کے اخراج کی صورت میں سامنے آتا ہے مگر تبسم زیر لب ایک رومانی کیفیت ہے جو جذبے کے اُبھار اور اخراج کے عین درمیان محض ایک موہوم سی ... کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسے جذبے کے لطیف پرتو کا نام بھی دیا جا سکتا ہے" (۳)

فرد کی شخصیت کا نفسیاتی پہلو سے مطالعہ بھی اس ضمن میں خارج از دلچسپی نہیں۔ اس کی شخصیت کی تعمیر و تشکیل کو سمجھنے میں کرداری جائزہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ تقریر و تحریر سے فرد کے پوشیدہ گوشے عیاں ہونے لگتے ہیں۔ ماہرین نفسیات اس عمل کو (Verbal Behaviour) قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک سماجی شعور اور آگہی مرکزی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں۔ علم نفسیات کے ماہرین نے انسانی ذہن کو حرکی اور ماحولی خانوں میں تقسیم کیا ہے۔ حرکی پہلو کے تین درجے ہوتے ہیں یعنی ID، EGO اور Super Ego۔ اسی طرح ماحولی پہلو کی درجہ بندی میں تین نکات ابھرتے ہیں جن میں Conscious، Unconscious اور Sub-conscious شامل ہیں۔ یہاں حرکی درجوں پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس (Verbal Behaviour) میں ID فرد کی جبلی ضروریات کے لئے فوری تکمیل کا تقاضا کرتا ہے جو لذت کوشی پر منتج ہوتا ہے۔ اس لئے سماجی اور اخلاقی اقدار سے بے نیاز ہوتا ہے مگر ID کو اپنی جبلی تسکین کے لئے EGO پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ ID میں مثبت اور منفی دونوں رجحانات موجود ہوتے ہیں اس لئے EGO ان خواہشات کو بے قابو نہیں ہونے دیتا۔ بلکہ مصلحت آمیز رویہ اختیار کرتا ہے۔ اس اہم مقام پر Super Ego کو فیصلہ کن کردار انجام دینا ہوتا ہے جو ضمیر کی صورت میں بیدار ہو کر بُرے کام سے منع کرتا ہے اور انا کی افزائش سے تعمیری کاموں کی طرف فرد کی شخصیت کا رُخ موڑ دیتا ہے۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ فرد میں جس قدر Super Ego طاقت ور ہوگا اسی قدر تعمیری قدروں کو اولیت دینے اور زبان و بیان پر قدرت حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگی۔

اس علامت کے بارے میں لطف الرحمن اپنے ایک مضمون "طنزیہ ادب اور سماجی شعور" میں لکھتے ہیں:

''جس فرد کے یہاں مثبت رجحان حتمی اور تخریبی رجحان پر حاوی ہو جاتا ہے اور جس پر تخریبی رجحان قابو پا لیتا ہے، وہ سنجیدہ ادب کی تخلیق کرتا ہے اور جس شخص میں مثبت رجحان تو غالب ہوتا ہے لیکن تخریبی رجحان کی سرکشی بھی برقرار رہتی ہے وہ طنزیہ ادب کی تخلیق کرتا ہے جس کے پس پردہ اصلاحی شعور سنجیدہ پہلو محرک کی حیثیت رکھتا ہے جو فرد کے جبلی تعمیری رویہ کا غماز ہے'' (۴)

اس طرح یہ خیال تقویت پاتا ہے کہ ہنسی کا نفسیاتی پہلو جب انسان کے اندر کے احساس کو متحرک کرتا ہے تو نفسی کیفیت کا اظہار ہونے لگتا ہے۔ ہنسی کی سماجیات کے بارے میں اکثر ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ بے اعتدالی کی صورت میں تمسخر نمودار ہوتا ہے خواہ فرد اپنے اندر زندگی کا کوئی شعور رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ اس بارے میں ناصر عباس نیر ایک اور پہلو سے سماجی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں۔ اپنے ایک مضمون "ہنسی کیا ہے؟" میں ہنسی کے وجود و ارتقاء کے بارے میں وسیع رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

''ہنسی کی ابتدائی اور خام شکل وہ قہقہہ ہے جو قدیم وحشی لگایا کرتا۔ اس قہقہے کے کئی محرکات تھے۔ جب وہ اپنے حریف کو قوت بازو سے اپنی نوکِ پا پر لاتا تو جشن کامرانی کے طور پر ایسے خندہ و دندان نما کا مظاہرہ کرتا جس میں اس کا حلق ہی نہیں پورا جسم شریک ہوتا'' (۵)

اس رائے سے پتہ چلتا ہے کہ کسی مضحک چیز کو وجدانی اور ذوقی عمل کے نتیجے میں گرفت میں لا کر کوئی روحانی یا جمالیاتی تاثر پیدا نہیں ہوتا بلکہ برتری کا احساس ہی آدمی پر غالب آتا ہے۔ اس طرح لطیف احساسات شکست کھانے لگتے ہیں جو انسان کے کرداری عمل میں منفی پہلو کی نشاندہی کرتے ہیں۔ قہقہہ کے نتیجے میں انسان کے اندر کا وحشی فاتحانہ روپ میں سامنے آ کر جبر کو معاشرہ کی اہم قدر ظاہر کرتا ہے۔ انسان اور دیگر مخلوقات میں جو امتیازات ہیں ان میں ایک وجہ ہنسنے کا عمل بھی ہے۔ انسان کو جذباتی کیفیت اور سماجی احساس سے ہنسی کے عمل میں رنگارنگی پیدا ہوتی ہے۔ فاتح کا مفتوح اور ظالم کا مظلوم پر قہقہہ لگانا کسی اصلاحی جذبے کے تحت نہیں ہوتا بلکہ اپنے رعب و دبدبے اور طاقت کے اظہار کے لئے ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ایک نفسی کیفیت ہمدردی بھی ہے جو معاشرتی زندگی میں ناتمامی اور ناہمواری کے شعور کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ اس مرحلے پر فاتح اور ظالم ایک مربی کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ جس کی وجہ سے فرد اور سماج کے تعلقات میں صحت مند رویوں کو فروغ ملنے لگ جاتا ہے۔ یہ رویے دراصل انسانی فطرت کے تابع ہوتے ہیں اس لئے جذبہ ترحم کا اظہار مزاح کی صورت میں آشکارا ہوتا ہے۔

سگمنڈ فرائیڈ نے انسانی ذہن کے ماحولی پہلوؤں میں Un-Conscious کے وجود کو تسلیم کرتے ہوئے چار عناصر پر اپنے نظریات کی بنیاد رکھی جو خواب "عرشی" "عصبانیت" اور مزاح پر مشتمل ہیں۔ فرائیڈ کے خیال میں اہم عناصر جو ہنسنے کا موجب ہوتا ہے وہی مزاح کا سبب ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ انسان کے لاشعور میں موجود رہتا ہے۔ وہ انسان کی زائد توانائیوں کی پیداوار نہیں ہوتا بلکہ کسی توانائیوں کو خاص مقاصد کے لئے استعمال کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ عام طور پر مزاح کو چار صورتوں میں دیکھا جاتا ہے۔ ان میں ایک بے ضرر لطائف ہیں جو الفاظ یا افکار کے ذریعے مسرت کا سامان پیدا کرتے ہیں۔ دوسرا انکاری لطائف ہیں جو بے ضرر لطائف کے طریق کار کے ساتھ تشدد آمیز خواہش کی تسکین کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ تیسرا مضحک پہلو ہے جس میں کسی فرد کی خواہش یا کوشش کے برعکس نتائج برآمد ہوتے ہیں تو وہ ندامت محسوس کرنے لگتا ہے۔ اس کا چوتھا اور اہم پہلو خالص مزاح ہے جس میں ایک فرد کسی کو تکلیف میں گھرا ہوا دیکھ کر ہمدردی کا اظہار کرتا ہے مگر اسے بعد میں احساس ہوتا ہے کہ پہلا شخص تو اپنی تکلیف کا خود مذاق اڑا رہا ہے۔ اس ادراک سے دونوں کے رویوں میں تبدیلی آ جاتی ہے پھر یہ ایک دوسرے کے ہمنوا بن جاتے ہیں۔ اس طرح ہمنوائی کرنے کی وجہ سے ہمدردی بھی ہنسی کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ یہی ہنسی خالص مزاح ہے کیونکہ ہنسی تخیل اور حقیقت کے مابین ناہمواری کے وجود کو اچانک محسوس کر لینے سے جنم لیتی ہے۔ ڈاکٹر احسن فاروقی مزاح کو چار اقسام میں تقسیم کرتے ہیں جو الفاظ کا مزاح" خیالات کا مزاح" حالات کا مزاح اور کردار کا مزاح پر مشتمل ہیں۔ ان کے نزدیک یہی وہ پہلو ہیں جن کے گرد مزاح کا تانا بانا بنا جاتا ہے۔ مزاح کی تعریف کا بنیادی نکتہ انسانی شعور ہے جو کسی غیر متوازن حالت کو دیکھ کر بیدار ہوتا ہے تو اظہار کے لئے کوئی نہ کوئی انداز اپنا لیتا ہے۔

مزاح نگاری میں زبان و بیان کو ہی زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے۔ کیونکہ خیال یا تصور کتنا ہی خوشگوار کیوں نہ ہو وہ اپنے اظہار کے لئے موزوں اور پُر تاثیر الفاظ کا محتاج رہتا ہے۔ دراصل زبان ہی وہ بنیادی آلہ ہے جس کے برموقع تخلیقی استعمال سے مزاح نگار اپنے فن کو بلندی عطا کرتا ہے۔ مزاح کے محرکات میں سماجی ناہمواری' بے اعتدالی' بے انصافی' کج روی اور کوتاہی نمایاں ہیں۔ مزاح کے اس چلن سے ہی معاشرہ ارتقائی منازل طے کرتا ہے تبھی مہذب اور متمدن معاشرہ تشکیل پذیر ہوتا ہے۔ اس سے یہ بات تو واضح ہوتی ہے کہ انسانی زندگی کا ثقافتی ارتقا مزاح کی کیفیت اور ادراک کا مرہون ہے مگر مزاح کی صورتیں سماجی حالات کے تابع رہتی ہیں۔

بعض نقادوں کا خیال ہے کہ مزاح بالعموم آسودہ معاشرہ میں لکھا جاتا ہے جبکہ طنز ناآسودگی

کے عہد میں ختم ہوتا ہے۔ یہ بات ایک حد تک درست ہے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں لکھا جا چکا ہے
مزاح [illegible] انسان کے [illegible] اور جبلی میلانات سے ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ اردو میں مزاح [illegible]
کا آغاز کب اور کیسے ہوا۔ [illegible] شاعری کی ابتدا کے بارے میں فرحت کاکوروی کا خیال ہے کہ

"اردو شاعری میں سب سے پہلے ہم کو ظرافت کا پتہ [illegible] اور [illegible] کی صحبت میں [illegible]
[illegible] ہے" (۲)

[illegible] کے [illegible] تو پتہ چلتا ہے کہ جب انسان نے [illegible]
[illegible] میں [illegible] تھا۔ اس نے [illegible] زبان سے [illegible]
[illegible] تھے۔ اس [illegible] ہو کر [illegible] تھا۔ اس طرح
[illegible] کے ساتھ مزاح کا اسلوب بھی پروان چڑھنے لگا۔ اس بات کو رشید [illegible]
کرتے ہیں۔

"[illegible] میں طنز و مزاح کا [illegible] کے لحاظ سے اس وقت ہو گیا تھا جب انسان
نے [illegible] تھا" (۵)

اردو مزاحیہ شاعری کا آغاز [illegible] سے مانا جاتا ہے۔ ان کے کلام میں [illegible]
[illegible] اور مزاح کے نمونے [illegible] میں ملتے ہیں۔ ان کا ایک شعر دیکھیے
جس میں [illegible] ہے۔

[illegible]   [illegible]

[illegible] کے بعد [illegible] کا ہے۔ ان کی ظریفانہ شاعری میں [illegible]
[illegible] نے طنز و مزاح کے [illegible] سے [illegible] مسائل کو
[illegible] کے اسلوب میں [illegible] پایا جاتا ہے۔ اس لیے ان کی نظم میں [illegible]
[illegible] رکھتے ہیں۔ ان کی ایک نظم "روٹیاں" سے ایک بند دیکھیے
[illegible] ہے۔

[illegible]   [illegible] نے بنائے ہیں کس لیے
[illegible]   [illegible] چاند مجھے سورج ہیں مانے

[illegible] یہ نظر آتی ہیں روٹیاں

[illegible] کے [illegible] ایک [illegible] اسلوب ملتا ہے۔ وہ [illegible] جانب

[illegible] اشاروں میں بہت کچھ کہہ جاتے ہیں مگر فوری طور پر احساس نہیں ہونے دیتے۔ ان کے
[illegible] شوخی ہے۔ انہوں نے اپنے کلام کو ابتذال سے آلودہ نہیں کیا۔ ان کا ایک شعر دیکھیے جس
[illegible] ظرافت کے دونوں پہلو موجود ہیں۔

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سبک سر بن کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

مزاحیہ شاعری کے دور ثانی میں "اودھ پنچ" کے لکھاریوں نے ہنگامی نوعیت کے مسائل،
[illegible] اور بد عملیوں پر گہرے عمل کا اظہار کیا مگر لب و لہجہ تند و تیز ہونے کے باوجود ظریفانہ ہی رہا۔ اکبر
الہ آبادی نے مغربی تہذیب کے اثرات اور سرسید احمد خان کے افکار و نظریات پر رد عمل کا اظہار کیا۔
انہوں نے طنز و مزاح کے کم و بیش تمام اسالیب کو برتا۔ اس طرح ان کے فنی اور فکری رویے صاف نظر
آتے ہیں۔ ان کا نمونہ کلام دیکھیے جس میں پوری ادبی شان کے ساتھ مزاحیہ لہجے میں بات کی گئی ہے۔

غریب خانے میں للہ دو گھڑی بیٹھو   بہت دنوں میں تم آئے ہو اس گلی کی طرف
ذرا سی دیر بھی ہو جائے گی تو کیا ہوگا   گھڑی گھڑی نہ اٹھاؤ نظر گھڑی کی طرف
جو گھر میں پوچھے کوئی خوف کیا ہے کہہ دینا   چلے گئے تھے ٹہلتے ہوئے کسی کی طرف

علامہ اقبال نے قوم کی زبوں حالی اور کائناتی مسائل کو ابتداً ظریفانہ اسلوب اور بعد میں
شگفتہ رنگ میں بیان کیا۔ ان کی شاعری میں سنجیدہ اور مزاحیہ دونوں عناصر ملتے ہیں۔ اس طریقے سے وہ
ناہمواریوں کو تبسم زیر لب کے پردے میں بیان کرتے ہیں۔ مکالماتی طرز میں انہوں نے خوب وضاحت کو
عمدگی سے بیان کیا ہے۔ ان کے مزاحیہ رنگ میں شائستگی کا پہلو موجود ہے۔ مکالمات طرز میں مزاح کا
نمونہ دیکھیے۔

کہے اک روز ہوئی اونٹ سے یوں گرم سخن   نہیں اک حال پہ دنیا میں کسی شے کو قرار
میں تو بدنام ہوئی توڑ کے رسی اپنی   سنتی ہوں آپ نے بھی توڑ کے رکھ دی ہے مہار

مولانا ظفر علی خان بھی اس دور کی ایک توانا آواز ہیں۔ انہوں نے فکر و نظریات کا اظہار کی
[illegible] میں جا بجا [illegible] سے طنزیہ و مزاحیہ لہجے میں رد کیا۔ مشرقی اور مغربی تہذیب کی آویزش کے سلسلے میں
ان کا رویہ جارحانہ رہا۔ ان کے ظریفانہ اشعار میں اکبر الہ آبادی کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔

[illegible] انگریزوں کو بھی یارب دیا ہوتا کبھی   تو نے کیوں سارے زمانے کا انہیں [illegible] بنا دیا
یہ [illegible] کے فرشتوں نے کیا [illegible] نہ ہو   ہم نے آج ان کو بھی اپنا [illegible] بنا دیا

قیامِ پاکستان کے بعد نئے اور غیر یقینی حالات کے نتیجہ میں ملکی صورت حال اور مختلف تحریکوں کے کردار و عمل کو جوش ملیح آبادی، مہدی علی خان اور چراغ حسن حسرت سمیت بہت سے شعراء نے مزاحیہ رنگ میں پیش کیا۔ چراغ حسن حسرت کے مزاح میں طنز کی آمیزش موجود ہے۔ انہوں نے سیاسی موضوعات کو اپنی فکر و نظر میں شامل کیا۔ اتحاد پارٹی کی شان میں ان کے لکھے ہوئے ٹپے دیکھیے۔

تیرے گورے گورے گال
اتحاد پارٹی
تیرے لمبے لمبے بال
اتحاد پارٹی
تیرا یار زیندر ناتھ
اتحاد پارٹی
سارے ٹوڈی تیرے ساتھ
اتحاد پارٹی

مجید لاہوری نے اکبر الہ آبادی کی تقلید میں دو زبانوں کے ملاپ سے مزاح پیدا کرنے کی قدرت حاصل کی۔ اس اسلوب کو اپنا کر بعض خود غرض رہنماؤں کی فریب کاریوں کو طشت از بام کیا۔ قوم و ملک کی ترقی و بہبودی کے نام پر سادہ لوح عوام کو لوٹنے والے رہنماؤں کے بارے میں بالواسطہ انداز اپنا کر اپنے دل کی بات کہی۔ ان کی ایک نظم "گداگری بند ہوگئی مگر......" کا ایک بند ملاحظہ ہو۔

اے پلاٹوں کے مالک تری خیر ہو
اے الاٹوں کے مالک تری خیر ہو
کوئی کوٹھی دِلا، کوئی بنگلہ دِلا
چھاپہ خانہ دِلا، کارخانہ دِلا
پمپ پٹرول کا یا سینما دِلا
بس نہیں کوئی تو بس کا اڈہ دِلا
قوم کے نام پر مجھ کو داتا دِلا
ہوگا تیرا بھلا مجھ کو داتا دِلا

سید محمد جعفری نے سماجی مسائل کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد افراد کی بجائے اداروں اور اجتماعی زندگی کو طنز و مزاح کے پیرائے میں بیان کیا۔ ان کی ایک ہکلی نظم خاصی مشہور ہوئی۔ اس دور کی ایک اہم شخصیت خضر تمیمی ہیں۔ انہوں نے مشرقی اور مغربی تہذیب کو مناظراتی و مزاحیہ انداز میں پیش کیا۔ انہوں نے استدلال کی بنیاد پر مشرقی تہذیب و تمدن کو فطرت کے عین مطابق ثابت کیا۔ انہوں نے تحریف نگاری اور تضمین سے خوب کام لیا۔ "وکیلوں کی فریاد" کے عنوان سے لکھی گئی نظم میں مزاح کا نمونہ دیکھیے جو ان کے قادر الکلام ہونے کی دلیل بھی ہے۔ یہ نظم مسدس ترکیب بند کی ہیئت میں ہے۔

دنیا کی کوئی چیز بھی بہتر نہیں زر سے
افسوس ہے مفقود وہی اپنی نظر سے
دس سال ہوئے کھاتے ہیں ماں باپ کے گھر سے
بے فیس کے آنسو ہیں رواں دیدۂ تر سے
دل صاحب دینار سے انصاف طلب ہے
نائی کا بڑا آج وکیلوں سے ادب ہے

اردو مزاحیہ شاعری کی تاریخ لکھنے والا کوئی بھی مؤرخ ضمیر جعفری کا تذکرہ کیے بغیر آگے قدم نہیں رکھ سکتا۔ انہوں نے معیاری مزاح لکھ کر پیر و مرشد کا رتبہ حاصل کیا۔ انہوں نے تیکھا انداز اپنانے کی بجائے دھیمے لہجے میں معاشرہ کی ناہمواریوں اور سماجی رویوں کو سادہ مگر پرتاثیر الفاظ میں بیان کیا۔ ان کا مزاحیہ لہجہ گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ ان کی ایک نظم "پرانی موٹر" کا ایک بند ملاحظہ کیجیے جس میں بے ساختگی کا عمدہ نمونہ ملتا ہے۔

شکستہ ساز میں بھی محشر نغمات رکھتی ہے
توانائی نہیں رکھتی مگر جذبات رکھتی ہے
پرانے ماڈلوں میں کوئی اونچی ذات رکھتی ہے
ابھی پچھلی صدی کے بعض پرزہ جات رکھتی ہے
غم دوراں سے اب تو یہ بھی نوبت آ گئی اکثر
کسی مرغی سے ٹکرائی تو خود چکرا گئی اکثر

دلاور فگار نے مزاحیہ شاعری کو اعتبار بخشا۔ وہ مخصوص لہجہ اور شگفتہ بیانی سے دوسروں کو مرعوب کرنے کا گُر جانتے تھے۔ ان کی طبیعت مزاح کی طرف زیادہ مائل تھی۔ انہوں نے روزمرہ مسائل کے علاوہ ادبی موضوعات پر مزاحیہ نظمیں لکھیں۔ "پٹاخہ" کے عنوان سے لکھا ہوا ان کا ایک قطعہ دیکھیے۔

اگرچہ پورا مسلماں تو نہیں لیکن
میں اپنے دین سے رشتہ تو جوڑ سکتا ہوں
نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ کچھ نہ سہی
شب برات پہ پٹاخہ تو چھوڑ سکتا ہوں

انور مسعود تحریف نگاری کے ماہر اور بات سے بات پیدا کرنے کا غیر معمولی ملکہ رکھتے ہیں۔ وہ اپنے مخصوص لہجے اور طرز سے پہچانے جاتے ہیں۔ عوامی زندگی کے شب و روز ان کے پسندیدہ موضوعات ہیں۔ انہوں نے بھی تضمین کے استعمال سے مزاحیہ کلام کو دلکش بنایا ہے۔ "چالان" کے عنوان سے ان کا ایک قطعہ دیکھیے جس میں خوش رنگ مزاح اور طنز دونوں موجود ہیں۔

آپ بے جُرم یقیناً ہیں مگر یہ فدوی
آج اس کام پہ مامور بھی مجبور بھی ہے
عید کا روز ہے کچھ آپ کو دینا ہوگا
"رسم دنیا بھی ہے موقع بھی ہے دستور بھی ہے"

عہد حاضر میں ایسے متعدد شعراء ہیں جنہوں نے زندگی کے تمام موضوعات پر قلم اٹھایا ہے اور حساس فرد ہونے کے ناطے اپنے ردعمل کو ظاہر کیا ہے۔ آج بھی ہماری تہذیبی، ثقافتی، قومی اور ملکی زندگی کو کئی برائیوں اور تہہ دار پیچیدگیوں کا سامنا ہے۔ ان الجھنوں اور بے اعتدالیوں کے نتیجے میں ذہنی انتشار اور پراگندگی نے سوچ اور فکر کو دبا رکھا ہے۔ انسان کی نفسی زندگی کو متاثر کرنے والے عوامل کے بارے میں پروفیسر عنوان چشتی کی رائے وزنی معلوم ہوتی ہے۔

"مزاحیہ روح کی جلوہ گری دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک تو اچھی نمایاں اور بے باک ہوتی ہے کہ امگ امگ سے جھلکتی ہے اور ہر لفظ بولتا' بجتا ہوا ساز دکھائی دیتا ہے۔ دوسری الفاظ کی انجانی گہرائی تہوں میں چھپی ہوئی ہے اور ذرا غور و فکر کے بعد دل و دماغ پر جادوگری کر دیتی ہے" (۸)

یہ مزاحیہ روح کی جادوگری ہے جو اعتدال اور توازن کی فضا کو برقرار رکھتی ہے۔ ان تمام توضیحات اور توجیہات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ معاشرے کی اصلاح کے لئے طنزیہ رویہ اپنایا جائے تو اس سے احساس کی شدت تو پیدا ہو سکتی ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ اس سے کوئی ایسی تبدیلی عمل میں آئے جو دیرپا اور گہرے اثرات رکھتی ہو۔ جبکہ مزاح شوگر کوٹڈ ٹیبلٹ (Sugar Coated Tablet) کی مانند ہے۔ جو اپنے اثرات سے بیمار معاشرہ کو تنومند بناتا ہے اور اس کی کڑواہٹ محسوس نہیں ہونے دیتی۔ مزاح میں ایک قسم کا ہمدردانہ شعور موجود ہوتا ہے۔ جو رویوں میں تبدیلی کا باعث بنتا ہے اور انا کو بھی مجروح نہیں کرتا۔ صالح معاشرہ اور فرد کے ذاتی کردار کی تشکیل کے لئے جو کام مزاح کر سکتا ہے وہ کسی اور رویے یا اسلوب سے ممکن نہیں۔ یہ خیال کرنا کہ مزاح آسودہ معاشرے کی پیداوار ہے اور طنز ناآسودگی کے خلاف جنم لیتا ہے' کچھ درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ ناہمواری کے اسباب سے کوتاہی سر فہرست ہے جو کسی بھی وقت ابھر سکتی ہے۔ مزاح کی ضربوں نے نہ صرف معاشرے کو نکھارا ہے بلکہ ہمدردی کا لبادہ اوڑھ کر بے اعتدالیوں کے خلاف ردعمل پیش کیا۔ اس طرح شعور و ادراک کی بدولت اخلاقی قدریں سنورتی رہتی ہیں۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسانی زندگی کا فکری اور نظریاتی نظام تخلیق اور تسکین کی لذت سے آشنا ہوتا ہے اور مزاح کی اوٹ میں جمالیاتی اقدار کو پنپنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اکثر مزاح نگار مزاحیہ اسلوب اپناتے ہوئے بڑے بڑے پتے کی باتیں کہہ جاتے ہیں اور حقیقت کو اس کے اصلی لباس میں سامنے لاتے ہیں۔ بلاشبہ ادب کی کسی صنف میں ظریفانہ رنگ پیدا کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ معمولی درجے کا مزاح تو نقال' بھانڈ' مسخرے اور بہروپیے بھی پیدا کر لیتے ہیں لیکن ادبی تحریروں اور بالخصوص شاعری میں تک بندی سے کام نہیں چلتا بلکہ سلیقہ اور ہنرمندی درکار ہوتی ہے۔ دراصل مزاح جمود کو توڑتا ہے اور مایوسی کے خلاف اپنا ردعمل ظاہر کر کے دوستی کی طرف مائل کرتا ہے۔ نفسیاتی پہلو سے مزاح کو دیکھا جائے تو یہ دکھ اور غم کی گود میں پلتا ہے جو کچھ دیر کے لئے غم و یاس کے بادل بنا کر امید کی کرن دکھاتا ہے۔ مزاحیہ رویوں سے سماج کے ذہین اور فطین ہونے کی دلیل قوت پکڑتی ہے۔ اس کے علاوہ اعصابی تھکاوٹ دور کرنے کیلئے مزاح سے بڑھ کر ایسا کوئی اسلوب نہیں جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہو۔ درحقیقت مزاحیہ ادب

[illegible] سے معاشرے کا جمود ٹوٹتا ہے اور معاشرہ ارتقا کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔

1. رشید احمد صدیقی "طنزیات و مضحکات" لاہور آئینہ ادب چوک مینار انارکلی 1966، ص 14
2. [illegible] حفیظ صدیقی (مرتب) "کشاف تنقیدی اصطلاحات" طبع اول اسلام آباد مقتدرہ قومی زبان [illegible] 1985، ص 74
3. وزیر آغا (ڈاکٹر) "تنقید و مجلسی تنقید" طبع دوم لاہور آئینہ ادب چوک مینار انارکلی 1981، ص 126
4. [illegible] الرحمن "طنزیہ ادب اور سماجی شعور" ماہنامہ اوراق لاہور نومبر دسمبر 1993، ص 110-
5. ناصر عباس نیّر "جدیدیت سے پس جدیدیت تک" ایڈیشن اول ملتان صدر کاروان ادب دسمبر 2000، ص 147
6. فرقت کاکوروی "اردو ادب میں طنز و مزاح" لکھنؤ ادارہ فروغ اردو 1957، ص 24
7. رشید نثار "اردو ادب میں طنز و مزاح" ماہنامہ نیرنگ خیال راولپنڈی اگست 1989، ص 8
8. عنوان چشتی (پروفیسر) "اکبر الٰہ آبادی اور ان کا فن" ماہنامہ ادب لطیف لاہور سالنامہ 1967ء، ص 35

استفادہ

1. احسن فاروقی (ڈاکٹر) "تخلیقی تنقید" بار اول کراچی اردو اکیڈمی سندھ 1968
2. سی۔ اے۔ قادر (ڈاکٹر) "فرائڈ اور اس کی تعلیمات" لاہور مغربی پاکستان اردو اکیڈمی 1987-
3. وزیر آغا (ڈاکٹر) "اردو ادب میں طنز و مزاح" لاہور پانچواں ایڈیشن مکتبہ عالیہ ایبک روڈ 1987

---------------o---------------

شیطان کا سامان تجارت

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ شیطان چار گدھوں پر سامان تجارت لادے ہوئے جا رہا ہے۔ آپ نے پوچھا اے مردود یہ کیا لے جا رہا ہے۔ شیطان نے کہا کہ یہ مال تجارت ہے۔ ایک گدھے پر ظلم' دوسرے پر خیانت' تیسرے پر مکر و فریب اور چوتھے پر حسد لادا ہوا ہے۔ پیغمبر خدا نے پوچھا۔ اس مال کا خریدار کون ہے۔ شیطان نے کہا ظلم حکمران اور بادشاہوں کے کام کی چیز ہے۔ خیانت تاجروں کے ہاتھ فروخت کرتا ہوں۔ مکر و فریب عورتوں کا پسندیدہ مال ہے۔ اور حسد کی علماء کے ہاں بہت مانگ ہے۔ میرے تمام مال کے گاہک موجود ہیں۔

اقبالؒ اور انسانی ہستی کی حقیقت

پروفیسر قمر سلطانہ (گولڈ میڈلسٹ)

علامہ اقبال بلاشک وشبہ دُنیا کے عظیم ترین مفکروں کی صف میں شمار ہوتے ہیں۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ انسان سوچ اور فکر کے بعض معاملات میں ان کے نظریات دوسرے فلاسفروں کے آدرشوں سے بہتر بھی ہیں اور جامع و مکمل بھی۔

اقبال کی تخلیقی شخصیت اتنی ہمہ گیر اور اس کے فلسفے کی پرواز اتنی بلند ہے کہ اس کے فکر وفن کے کسی پہلو کو ہی کیوں نہ لے لیں اس میں تنوع کی صد رنگی نظر آ جاتی ہے۔ اقبال کے پیغام نے ایک ایسے ملک کو وجود بخشا ہے جو اسلام کا قلعہ بن جانے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ لیکن جب اقبال نے اپنا کام ختم کیا' ملک بن گیا اور آتشِ عشق کے فروزاں ہونے کا وقت آیا تو اس قوم کی خودغرضیوں' ہوس پرستیوں' حرص وجاہ کی خواہشوں' دولت بٹورنے کی اندھی آرزوؤں کی مٹی سے اس آتشِ عشق کو بجھانے کا کام شروع کر دیا اور اس طرح ہر نئی صبح نئے مسائل لے کر آئی۔

آج کا دور مسائل کے اعتبار سے اقبال کے عہد سے صرف اس قدر مختلف نہیں کہ آج کے مسائل پیچیدہ' متنوع' دقیق و عمیق اور ہمہ گیر ہیں بلکہ اس لحاظ سے بھی مختلف ہے کہ وہ عواقب وعوامل جو اس وقت صرف کارفرما تھے ان کا ردِعمل اب ظاہر ہوا ہے۔ وہ صرف ایک جھلک تھی اور اب پورا منظر اپنے جملہ گرد و پیش اور تمام تر جزئیات کے ساتھ اُبھر کر سامنے آ چکا ہے۔ ہم عظمت ورفعت' مزاج ومرتبت کی تمام اقدار مغرب سے متعلق قرار دے چکے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اقبال کے نظریات وافکار کی روشنی میں ہم اپنی تہذیب کا تعین کریں۔ اور دیکھیں کہ کیا ہم اپنے تہذیبی مرکز سے ہٹ تو نہیں گئے۔

طبیعات کے موجودہ انکشافات کے مطابق مادی جوہر (Atom) جو بظاہر اس درجہ حقیر وصغیر معلوم ہوتا ہے کہ طاقتور خوردبینوں کی مدد سے بھی انسانی آنکھ اسے دیکھ نہیں سکتی۔ اپنی ماہیت کے اعتبار سے طاقت وتوانائی کا ایسا زبردست سرچشمہ ہوتا ہے کہ اگر کسی طرح اس جوہر کی شکست عمل میں لائی جائے تو ایک حقیر جوہر کا دھماکہ کرۂ ارض کے ایک حصے کو جلا کر خاکستر کر دیتا ہے۔

اقبال کے نقطۂ نظر سے انسانی ہستی کا حال کچھ ایسا ہی ہے خفتہ حالت میں انسانی جوہر بھی ایسا ہی افتادہ پڑا ہوتا ہے جیسے ریگستان میں ریت کے بے شمار ذرات' جن کا وجود وعدم دُنیا کے لیے برابر ہے لیکن جب کسی انسانی جوہر میں دھماکہ ہوتا ہے تو وہ دنیا میں ایک تہلکہ مچانے اور تاریخ عالم کے رُخ کو بدل دینے کا باعث ہوتا ہے۔ ایک عظیم الشان انسان کی شخصیت کو جوہر انسانی کے دھماکے سے تشبیہ دی جا سکتی

مادی جوہر کی شکست یا دھماکے کا واقعہ اگر اقبال کی زندگی میں پیش آتا تو ان کو اپنے تصورِ خودی کی توضیح کے لیے بھی اس انکشاف سے کافی اچھوتا مواد ہاتھ آتا اور ان کا شاعرانہ تخیل اس واقعہ کی روشنی میں خوب طبع آزمائی کرتا۔ اقبال اپنے اکثر اشعار میں اس بے پناہ کا ذکر کرتے ہیں:

اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تو
قطرہ ہے لیکن مثالِ بحر بے پایاں بھی ہے
کیوں گرفتار طلسم ہیچ مقداری ہے تو
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکت طوفاں بھی ہے

"بالِ جبریل" میں فرماتے ہیں:

خودی جلوہ بدمست و خلوت پسند
سمندر ہے اک بوند پانی میں بند

اقبالؒ کے نزدیک قلب' رُوح یا نفسِ مستغرقہ انسان کی اصلی یا حقیقی ہستی ہے۔ اور اس کی مادی ہستی صرف اس رُوح کا ظاہر ہو جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر انسان کی مادی ہستی کا اس کی حقیقی ہستی قلب یا روح کے بے شمار مظاہر میں سے ایک مظہر ہے۔ حیات انسانی کا صحیح ارتقاء یہ ہے کہ وہ اپنی ہستی کی اقلیم قلب تک رسائی کرے۔ وہ روحانیت یا وہ تصوریت جو مقرون (Concrete) کی تسخیر کے بغیر حاصل کی گئی ہو اقبال کے نزدیک ایک مکر وفسوں ہے:

دلبری بے قاہری جادوگری است
رائے بے قوت ہمہ مکر و فسوں

انسان کی رُوحانی حیات اس وقت تک برقرار رہتی ہے جب تک کہ انسان "کبریا" کو اپنا نصب العین بنائے رہے۔ جب شخصیت کا یہ اعلیٰ جوہر فنا ہو جاتا ہے تو رُوح کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ شخصیت کا ادنیٰ جوہر اور اس سے متعلقہ اقدار انسان پر قبضہ جمانے لگتی ہیں۔ اور اس کی حالت گھاس کے ایک حقیر تنکے کی ہو جاتی ہے جس کو ہوا کا ہر جھونکا جدھر چاہتا ہے اُڑا لے جاتا ہے۔ محض انسان کی مادی ہستی مقصود بالذات بن جاتی ہے۔

مغرب جدید کی تہذیب کا زائیدہ انسان زندگی کو شخصیت کے ادنیٰ جوہر اور اس کے مقصود "خدا" کی اقدار میں نہیں' بلکہ انسان کی مادی ہستی اور اس کے احتیاجات کی اقدار میں دیکھتا ہے۔ اقبال کا مردِ کامل مادی قوتوں کی تسخیر اس لیے کرتا ہے کہ تو تیں رُوح کے مقصد کی راہ میں ایک ذریعہ کی حیثیت سے اس کی معاون ومددگار ہوں' وہ ذاتی حیثیت میں ان کا محتاج نہیں۔ دوسرے الفاظ میں وہ "نارِ خودی" سے "نورِ خودی" تک رسائی کرتا ہے۔ شخصیت انسانی کے نمود وارتقاء کا یہی طریقِ عمل اقبال کے نزدیک اسلامی تہذیب کی رُوح ہے۔ اقبال کے نزدیک "ہر صحیح مومن فوق الانسان (Super man) ہے"۔ اور اسلام "وہ بہترین سانچہ ہے جس میں فوق الانسان ڈھلتے ہیں"۔ اسلامی تہذیب مادی تسخیر اور کشش

ے غیر مغلوب اور بالاتر ہونے پر مشتمل ہے- اسی لیے ان کے ہاں عالم محسوس سے تعلق سے مسلک
تصوف کے رجحان نے اسلام کی سائنسی روح کو سخت نقصان پہنچایا ہے- گوش و چشم کو بند کرنا اور چشم باطن
پر زور دینا انحطاط طبع کی پیداوار ہے-

اقبال کم بینی، کم آگاہی، کمزوری اور کم ہمتی کا دشمن ہے- ایک مثبت انداز نظر، توانا ذہنیت، روحانی بلند نظری اور عالی حوصلگی کے نشوونما کا متمنی ہے- اقبال کی نظر میں مسلمان اپنی فطرت سے جوہر قابل ہے- فطرت "جلترنگ" نہیں بلکہ "لہو ترنگ" ہے- وہ زندگی کو جامد نہیں متحرک خیال کرتے ہیں-

جو لوگ صدی، نصف صدی زندہ رہنے کی خواہش رکھتے ہوں ان کی بات اور ہے مگر جو قومیں اور تہذیبیں صدیوں تک یا تا قیامت صفحہ ہستی پر اپنے آپ کو قائم و دائم دیکھنے کی آرزومند اور دعویدار ہوں ان کے لئے اور باتوں کے علاوہ ایک نہایت اہم بات یہ ہے کہ وہ ثبات اور تغیر کے باہمی ربط اور ان کی حقیقت کو واضح طور پر جانیں- زندگی نہ محض ثبات اور نہ محض تغیر ہے- اس کے کچھ عناصر ابدی اور غیر متبدل ہیں اور کچھ وقت کے ساتھ بدلنے والے اور تغیر پذیر- ان دونوں عناصر پر نگاہ رکھنا، مستقل اقدار کی مسلسل حفاظت کرنا اور بدلنے والے پہلوؤں میں حالات اور ضروریات کے مطابق تبدیلی لانا اور تبدیلی قبول کرنا بقاء و دوام کی شرط اولین ہے-

ہم پیغامِ اقبال کا حوالہ جس پہلو سے بھی چاہیں اس میں نفس ایک اہم نکتے کے طور پر ضرور موجود ہے- اقبال نے خودی کی توسیع و بقا کو اپنے فلسفہ و تمدن کا سنگِ بنیاد قرار دیا ہے- خودی کا استحکام زندگی کا واحد معیار ہے، جس سے اس کی وسعتوں کی پیمائش ممکن ہے-

رائی زورِ خودی سے پربت　　　پربت زورِ خودی سے رائی

اس لیے ضروری ہے کہ مومن اپنی خودی پہچانے اور اسے بلند کرے- کیونکہ اصل فسادِ آدمیت، آدم کی آدم ناشناسی ہے اور آدم ناشناسی کا نقطہ آغاز آدم کی ناخودشناسی ہے- لہذا ضروری ہے اپنے فکر و عمل کی راہیں متعین کرتے وقت اقبال کے افکارِ عالیہ سامنے رکھیں- کیونکہ ان کے موضوعات کی رفعت ہر دور کے طالبانِ حق کو عرفانِ حیات کا راستہ دکھاتی ہے اور ان کا تجربہ کسی ایک فرد کا تجربہ نہیں رہتا- بلکہ اس میں بنی نوع انسان کے اجتماعی تجربے کے گھمبیرتا بھی نظر آتی ہے- ان کا مقام فکر کی تشکیل نو کے ساتھ وابستہ ہے- اقبال سے رہنمائی کی جتنی ضرورت عہد حاضر میں ہے- شاید فکری اعتبار سے اتنی ضرورت عہد اقبال میں بھی نہ تھی- اس لیے اقبال تک پہنچنے کے لیے ایک نئے زاویہ نظر اور ایک نئی فکری زبان کی دریافت شدت اختیار کر گئی ہے- اگرچہ ہمارے عہد کی علمی اور تدریسی روایت نے ابھی تک اس سچائی کو تسلیم نہیں کیا- اسی لیے ہمارا عہد اقبال کی اصطلاحوں کے سامنے دم بخود ہے-

---0---

اقبالؒ ہمہ گیر شخصیت

شمشاد سلیم

اقبالؒ اسلامی مجاہدوں، عالموں اور ادیبوں کی نوسوسالہ جدوجہد کا خلاصہ اور نچوڑ ہیں- اور علمی و ادبی ہندوستان کا پکا ہوا پھل ہیں- اقبالؒ نے ہر زمانے کی اہل علم اور اہل نظر ہستیوں کا مطالعہ کیا اور ان میں سے بہت سی شخصیتوں کو نظم و نثر میں خراج عقیدت بھی پیش کیا- مثلاً سلطان ٹیپو شہید کی وصیت کے ضمن میں فرماتے ہیں-

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے　　　شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول
صبح دم یہ مجھ سے کہا جبرائیل نے　　　جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

سید جمال الدین افغانی کو یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں-

سید السادات مولانا جمالؒ　　　زندہ از گفتار او سنگ و سفال

آپ نے ماضی کے حوالے سے حال کو..... اور پھر حال کے حوالے سے مستقبل کو سمجھنے کی کوشش فرمائی- اس طرح 1929ء میں طلباء علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سپاسنامہ کے جواب میں فرماتے ہیں-

"میں جس پر زور دیتا ہوں وہ ہمارا انکشاف ماضی ہے- مگر میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو ماضی سے محبت کرتے ہیں، میں تو مستقبل کا معتقد ہوں مگر ماضی کی ضرورت اس لئے ہے کہ میں حال کو سمجھوں" ـ

کبھی اے نوجوان مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اُس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سردارا
تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار، تو ثابت وہ سیارا

اقبالؒ ایک عظیم ہستی تھے اور عظیم ہستیوں کی شخصیتوں کے کئی پہلو ہوتے ہیں- وہ ایک بلند مرتبت شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سچے راسخ العقیدہ مسلمان تھے- حکیم الامت اور مفکر پاکستان تھے-

آپ نے بڑی حد تک تحریروں، تقریروں، مباحثوں اور آزمائشی مقابلوں کی تشکیل میں بہت کچھ کیا۔ ماضی کی کسک ہو یا حال کی ترجمانی یا مستقبل کی اُمنگ، وہ اپنے احساس میں ڈوب کر شعر کہتے ہیں۔ان کے رومان میں محویت ہے، جو صرف مردانِ عمل کا خاصہ ہے۔وہ بت کی طرح ماضی کی پرستش نہیں کرتے بلکہ اس کے احساس سے حدت اور تیزی پیدا کرتے ہیں۔وہ تخیل کا سہارا لئے بغیر سیدھے سادھے الفاظ میں حقیقت بیان کرتے ہیں اور اس حقیقت کے سامنے تصور کی بلند پروازیاں اور گل کاریاں ماند پڑ جاتی ہیں۔

میرے اشعار اے اقبالؒ کیوں پیارے نہ ہوں مجھ کو
میرے ٹوٹے ہوئے دل کے یہ دردانگیز نالے ہیں

---------0--------

غریبی

مجبوریاں ہی انسان سے سب کچھ کرواتی ہیں۔ورنہ خوشی سے تو کوئی بھی دکھوں کی صلیب پر نہیں چڑھتا۔اگر کوئی ماں اپنے بچے کو سردیوں میں گرمیوں کے لباس میں سکول بھیجتی ہے اور گرمیوں میں وہی ماں گرمیوں کا لباس فراہم نہیں کر سکتی۔دراصل ایسا وہ اپنی غربت اور مجبوری کی وجہ سے کر رہی ہے۔ ورنہ کوئی ماں چاہے گی کہ وہ اپنے لختِ جگر کی تمام ضرورتیں پوری نہ کرے۔اگر کسی ماں کا بچہ سکول جانے کی بجائے محنت مزدوری کے لیے روانہ ہوتا ہے تو اس ماں کے دل پر اُس وقت گزرنے والی قیامت کا اندازہ صاحب اولاد یا پھر ایک حساس انسان ہی کر سکتا ہے۔غریبی انسان کو اپنے جیسے انسان کا غلام بنانے پر مجبور کر دیتی ہے۔غربت انسان سے تمام صلاحیتیں چھین لیتی ہے۔موسم بدلے، حکومتیں بدلیں، مگر اِن سے کیا تعلق کہ اس کے مَن کا موسم تو ہمیشہ ہی خزاں رسیدہ رہتا ہے۔اگر دُنیا سے غربت ختم ہو جائے تو کبھی رشتہ دار ایک دوسرے سے تعلق خراب نہ کرتے۔کبھی دوست سے دوست جدا نہ ہوتے۔کبھی کسی گھر میں کوئی بھوکا نہ سوتا۔اس غربت نے کتنے گھر برباد کئے۔کتنے ارمانوں کا قتل کیا۔

23 مارچ کا پیغام

عابدہ کلثوم

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

اسلام نے مسلمانوں کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار سے تشبیہ دی ہے۔مملکت پاکستان آج تاریخ کے نازک دور سے گزر رہا ہے۔صیہونی طاقتیں ہمارے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔عوام اور ... مذہب کی آڑ میں جذباتی فیصلے اور مظاہرے کر رہے ہیں۔اس لئے وقت کی پکار یک جہتی ... ہے تا کہ کفر و شرک کے منصوبے تار تار ہو جائیں اور ان کے بُنے ہوئے جال سبوتاژ نہ ہوں۔ آج کہیں لسانی جھگڑے ہیں تو کہیں صوبائی تعصب کی باتیں ہو رہی ہیں اور کسی جگہ فرقہ وارانہ تعصبات ... کی طرح پھنکار رہے ہیں اور اگر یہی حالت رہی تو وطن عزیز کی سلامتی خطرہ میں پڑ جائے گی۔جس وطن کو قائم کرنے میں لاکھوں شہیدوں کا خون ہزاروں قوم کی بیٹیوں کی عصمتیں کام آئیں جب یہ تمام ناپاک منصوبے دیکھتی اور سنتی ہوں تو یہ شعر شعور سے گونج اٹھتا ہے۔

کیا اس لئے تقدیر نے چنوائے تھے تنکے
بن جائے نشیمن تو کوئی آگ لگا دے

اس عالم فتنہ و فساد میں مسلمانوں کا قافیہ حیات تنگ کیا جا رہا ہے۔گرانی کے دور میں مسلمان کا خون پانی سے بھی ارزاں ہے۔کشمیر ہو یا فلسطین، بوسنیا ہو یا چیچنیا ہر جگہ مسلمانوں کو ہزاروں کی تعداد میں روزانہ شہید کیا جا رہا ہے۔ناموسِ اسلام کی خاطر سینکڑوں مجاہد قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ مسلمان جس کی ہیبت سے خاقان و جم لرزاں تھے۔جن کا لوہا ہر لوہے کو کاٹتا تھا۔۔جس نے قیصر و کسریٰ اور مصر و روم کی استبدادی طاقتوں کو ہلا کر رکھ دیا۔آج تمام خطہ ارض پر ذلیل و خوار ہے۔علامہ اقبال کی روح پکار پکار کر کہہ رہی ہے

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے غافل مسلمانو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

آیئے اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں۔اپنے فروعی اختلافات ختم کر کے ایک قوم کی حیثیت سے صف آرا ہوں۔ہم پہلے پاکستانی ہیں اور پھر پنجابی، سندھی، بلوچی اور پٹھان ہیں۔ایک قرآن، ایک رسولؐ اور ایک خدا کو ماننے والے ہیں۔

تیری آگ اس خاکداں سے نہیں
جہاں تجھ سے ہے تُو جہاں سے نہیں
بڑھے جا تُو کوہِ گراں توڑ کر
طلسمِ زمان و مکاں توڑ کر

---------0--------

دوقومی نظریہ بنائے پاکستان

طاہرہ اشرف شاکر

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیراز نوائے قیصری
دیو استبداد ہے جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

23 مارچ 1940ء کی تاریخ سعید تھی جب منٹو پارک لاہور کے وسیع و عریض گراؤنڈ میں شاہی مسجد کے میناروں کے سایہ تلے شیر بنگال مولوی فضل الحق نے لاکھوں کے مجمع میں قرارداد لاہور پیش کی-اسی قرارداد کو بعد میں عوام اور پریس نے قرارداد پاکستان کا نام دے دیا اور پورے سات سال بعد 14 اگست 1947ء کو ہندوپاک کے مسلمانوں کی جدوجہد مسلم لیگ کی قیادت اور ہلالی پرچم کے سائے تلے سب سے بڑی اسلامی سلطنت معرض وجود میں آئی- دوقومی نظریہ کی بنیاد پر یہ قرارداد پاس ہوئی- انگریز اور ہندو تلملا گئے کیونکہ آج تک دنیا کے سامنے حکومت کے لئے ایک ہی نظریہ "وطنیت" تھا-یہ نظریہ کانٹے کی طرح ان کے دل میں پیوست ہو گیا- آیئے سب سے پہلے اس نظریہ کے ثمرات دیکھیں-

مغربی مفکرین اور آل انڈیا کانگریس نظریہ وطنیت کے حامی تھے- وہ کسی صورت نہیں چاہتے تھے کہ ہندوپاک تقسیم ہو- ہندو قوم اکثریت کے بل بوتے پر چاہتی تھی کہ اقلیت کی وجہ سے مسلمان ہمیشہ ان کے دست نگر اور غلام رہیں- مگر مسلمانوں کے سامنے تمام حالات و واقعات تھے- وہ دیکھ رہے تھے کہ کروڑوں انسانوں کا مذہب، ملک اور زبان اگرچہ ایک ہیں مگر نسلی اور خاندانی اختلاف کی وجہ سے ہزاروں سال پہلے بھی شودر تھے- آج بھی نیچ تصور کئے جا رہے ہیں- ان بدقسمت انسانوں کے لئے تعلیم کے دروازے بند ہیں- عام کنوؤں کا پانی استعمال نہیں کر سکتے- مندروں میں ان کا داخلہ ممنوع ہے- رشتہ و پیوند کے روابط ان کی زیست کا مقدر نہیں- نیز نسلی تفرقات کی بنا پر ان کا شمار ہندوستان کی بدترین قوم میں ہوتا ہے- ہزاروں سال حکمران رہنے کے باوجود شہنشاہ اکبر اور جہانگیر کی رواداری نے بھی ان کو ہم سے الگ تھلگ رکھا اور ان کا مسلمانوں سے میل جول نہ ہوا- نیز انہیں بدیشی ہی سمجھا گیا- قصہ مختصر نظریہ وطنیت اصل میں "چہرہ روشن اندرون چنگیز سے تاریک تر" کی مثال ہے- اسلام نے وطنیت کے نظریہ کو ایسی ہی قباحتوں کی بنا پر رد کیا ہے-

ارشاد ربانی ہے- تم آدمؑ کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے- گورے کو کالے پر کوئی فوقیت نہیں- تمہارے قبیلے اس لئے بنائے گئے کہ تمہاری شناخت ہو سکے- خدا کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے-

دوقومی نظریہ دوسرے معنوں میں نظریہ اسلام ہے اور اسلام اُس ضابطہ حیات کا کام جس کو خالق ارض وسماء نے بنی نوع انسان کی فلاح اور بہترین رہبری کے لئے منتخب فرمایا- اسلام نے تمام انسانوں کو اتحاد، یکجہتی اور مساوات کا سبق دیا- اسلامی فلسفہ حیات کی نگاہ بیکراں وطنیت کو ایسا بت قرار دیتا ہے جس کی پرستش انسانوں کو تباہی، بربادی اور انتشار سے ہمکنار کرتی ہے-

اقوام جہاں ہے رقابت تو اسی سے — تسخیر ہے مقصود تجارت تو اسی سے
اقوام میں مخلوق خدا بٹتی ہے اسی سے — قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اسی سے

اسلام وطنیت کے تمام تصورات کو ختم کر کے عالمی رنگ و بو کی تشکیل برادری پر زور دیتا ہے- وطنیت پرستی دراصل مغرب کے اندر فکر وعمل کا ثمر ہے-- جس کی بنیاد رنگ و نسل اور زبان میں یکسانیت پر ہے-

ان کی جمعیت کا ہے ملک ونسب پر انحصار — قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری
دامن دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں — اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی

اسی لئے ہمارے آباؤ اجداد نے ملک پاکستان کی بنیاد دوقومی نظریہ پر رکھی- اب ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم ایک ملت بن کر اس مملکت خداداد کی ترقی اور خوشحالی کے لئے کوشاں ہوں- میں مصور پاکستان کے اسی شعر پر اپنی معروضات سمیٹتی ہوں-

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو — جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

---------o----------

موجودہ حکومت کی غریب پرور اور عوام دوست پالیسیوں پر تسلسل سے عمل کرنے کی ضرورت ہے

چوہدری مقبول حسین سہو

موجودہ حکومت عوام کی مشکلات اور مسائل کا بھرپور ادراک رکھتی ہے اس لیے حکومت محروم اور غریب طبقات کی بہتری اور فلاح و بہبود کے دوررس نتائج کے حصول کیلئے عملی اقدامات کر رہی ہے۔حکومت کو اس امر کا بھی پورا احساس ہے کہ ملک کی اقتصادی اعتبار سے ترقی میں دوسرے عناصر کے علاوہ غربت ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔اخباری رپورٹ کے مطابق پاکستان کی 14 کروڑ کی آبادی میں سے ایک محتاط اندازے کے مطابق 6 کروڑ لوگ غربت کی سطح سے نیچے ہیں۔اس طرح پاکستان میں ایک ڈالر روزانہ کمانے والوں کی تعداد 33% سے کم ہے۔موجودہ حکومت مختلف طبقات کو مشکلات اور گرداب سے نکالنے کے لیے مختلف پروگراموں پر عمل پیرا ہے جس میں خوشحال پاکستان پروگرام، زکوۃ فنڈز سے امداد، مستقل بنیادوں پر زکوۃ فنڈز سے روزگار کے مواقع میسر کرنے، ہسپتال میں غربت اور نادار مریضوں کی زکوۃ فنڈز سے امداد، زکوۃ فنڈز سے غریب طالب علموں کی امداد، بے سہارا بچیوں کی شادیوں کیلئے جہیز فنڈز سے امداد، بیوہ اور یتیموں کی فوڈ سپورٹ سے امداد، بیوہ، یتیم اور معذوروں و پراپرٹی ٹیکس میں چھوٹ اور خوشحال بنک کے ذریعے غریبوں کو قرضوں کی سہولتیں شامل ہیں۔جو خاص قابل ذکر ہیں۔

خوشحال پاکستان پروگرام علاقہ کی تعمیر و ترقی اور بہتری کیلئے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے موجودہ حکومت نے اس پروگرام کے تحت زیادہ اور پسماندہ علاقوں کی ترقی پر زور دیا ہے تاکہ پسماندہ علاقے ترقی یافتہ علاقوں کے برابر لائے جائیں اس لئے حکومت زیادہ فنڈز کم ترقی یافتہ اور نظر انداز علاقوں کو دے رہی ہے۔علاوہ ازیں حکومت وسائل کی تقسیم بھی آبادی کی بجائے پسماندگی اور غربت کو پیش نظر رکھ رہی ہے۔حکومت پنجاب امسال آٹھ ارب دو کروڑ سے ساڑھے چھ ہزار مختلف فلاحی اور تعمیراتی منصوبے مکمل کر رہی ہے۔

ضلع جھنگ جو ایک پسماندہ علاقہ ہے اس کے لیے حکومت نے امسال 22 کروڑ روپے کے فنڈز خوشحال پاکستان پروگرام کے تحت فراہم کیے ہیں۔حکومت نے غریب اور عام لوگوں کو بنیادی سہولتیں مہیا کرنے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔اس لیے خوشحال پاکستان پروگرام کے تحت سوئی گیس اور بجلی کے

علاوہ فلاحی اور رفاہی منصوبوں کو مکمل کیا جا رہا ہے تاکہ عام آدمی کا معیار زندگی بلند ہو سکے۔علاوہ ازیں فلاحی و ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل کے عملدرآمد کے سلسلہ میں لوگوں کو روزگار کے مواقع بھی میسر ہو رہے ہیں ایک محتاط اندازے کے مطابق پنجاب میں امسال پانچ لاکھ سے زائد لوگوں کو خوشحال پروگرام سے روزگار کے موقع میسر آئیں گے۔

موجودہ حکومت شروع سے ہی ملک میں غربت کے خاتمہ کیلئے کوشاں ہے اور ترجیحی بنیادوں پر غریب لوگوں کو اولیت دے رہی ہے۔حکومت لوگوں کو بھکاری یا محتاج نہیں رکھنا چاہتی بلکہ انہیں مستقل بنیادوں پر بحال کرنا چاہتی ہے تاکہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر روزی کمانے کے قابل ہو سکیں اور ملک کے خود کفیل شہری بن سکیں اس لیے حکومت نے مستحقین زکوۃ کو مستقل بنیادوں پر کھڑا کرنے کے لئے مستقل بحالی پروگرام کے تحت تین پیکج دیے ہیں جن کے ذریعے مستحقین زکوۃ فنڈ سے دس ہزار سے لے کر پچاس ہزار روپے تک کی امداد حاصل کر کے اپنی تعلیمی قابلیت، ہنر مندی اور علاقائی ضروریات کے مطابق 43 مختلف کاروبار کر سکتے ہیں۔پنجاب حکومت نے اب تک بحالی سکیم کے تحت 96 ہزار سے زائد مستحقین زکوۃ فنڈ سے دس ہزار سے لے کر پچاس ہزار روپے تک کی امداد حاصل کر کے اپنی تعلیمی قابلیت، ہنر مندی اور علاقائی ضروریات کے مطابق 43 مختلف کاروبار کر سکتے ہیں۔پنجاب حکومت نے اب تک بحالی سکیم کے تحت 96 ہزار سے زائد مستحقین زکوۃ میں ایک ارب 84 کروڑ 10 لاکھ روپے تقسیم کیے ہیں جبکہ مزید رقوم سے زیادہ سے زیادہ مستحقین زکوۃ کو امسال مستقل بنیادوں پر بحال کر دیا جائے گا اس ضمن میں حکومت پنجاب ضلع جھنگ کیلئے مستقل بحالی زکوۃ کے لئے چار کروڑ 40 لاکھ روپے فراہم کیے ہیں۔جس میں اب تک دو کروڑ 64 لاکھ روپے 1232 مستحقین زکوۃ کو بحالی پروگرام کے تحت دیے جا چکے ہیں۔جبکہ بقیہ رقوم حکومت کے لائحہ عمل کے تحت انہیں دے دی جائیں گی تاکہ زیادہ سے زیادہ مستحقین اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔

موجودہ حکومت نے غریب، نادار، بیواؤں اور بیماروں کیلئے زکوۃ فنڈز میں اضافہ کر دیا ہے اور اس ضمن میں ترجیحی بنیادوں پر عملی اقدامات جلد کر دیے گئے ہیں جن کے تحت گذارہ الاونس کے سلسلہ میں مختص شرح بڑھا کر 500 روپے ماہانہ کر دی گئی ہے تاکہ معذور اور ایسے افراد جو کام کاج نہ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اس سے استفادہ کر سکیں۔مستحقین بچیوں کی شادی کیلئے شرح رقم 5 ہزار روپے سے بڑھا کر 10 ہزار روپے کر دی گئی ہے۔اور اسی طرح سے حکومت نے تعلیمی وظائف کیلئے 50% اضافہ کر دیا ہے۔مستحقین مریضوں کو ایک وقت میں فراہم کی جانے والی ادویات کی رقوم میں بھی 100% اضافہ کر

دیا گیا ہے۔ ضلع میں اب تک مجموعی طور پر گزارہ الاؤنس' وظائف ادویات کی فراہمی کے سلسلہ میں مستحقین میں دو کروڑ روپے تقسیم کئے جا چکے ہیں حکومت پنجاب اسال ہسپتالوں میں غریب اور نادار وں کی صحت کے سلسلہ میں 27 کروڑ 50 لاکھ روپے زکوۃ سے خرچ کر رہی ہے۔ جبکہ زکوۃ فنڈز سے تعلیمی وظائف 35 کروڑ 56 لاکھ روپے تقسیم کئے جا رہے ہیں۔ اس طرح فوڈ سپورٹ پروگرام کے تحت ساڑھے 62 کروڑ روپے تقسیم کئے گئے ہیں۔ تاکہ اس سکیم سے براہ راست غریب عوام کو فائدہ پہنچایا جا سکے۔ علاوہ ازیں بیواؤں' یتیموں اور معذوروں کیلئے پراپرٹی ٹیکس میں چھوٹ دی گئی ہے۔ پراپرٹی ٹیکس چھوٹ کی مد میں اب 27 ہزار سے بڑھا کر 48 ہزار روپے کر دی گئی ہے۔

ملک کی 33% آبادی غربت سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے۔ اس لئے حکومت نے خوشحال بنک سمیت زرعی ترقیاتی اور مائیکرو کریڈٹ سکیم کے ذریعے غریب مرد و خواتین کو قرضوں کی سہولتیں فراہم کرنے کا پروگرام شروع کر رکھا ہے۔ جس سے خواتین و مرد یکساں استفادہ کر رہے ہیں اور اس طرح سے یہ بنک غربت اور بے روزگاری کو ختم کرنے کے لئے وقت کے ساتھ خاصی مدد دیں گے۔

موجودہ حکومت محدود وسائل کے باوجود عوام دوستی اور غریب پروری کی سکیموں اور پالیسیوں پر لگن کے ساتھ غربت پسماندگی' ناانصافی اور سماجی برائیوں کے خلاف جہاد کر رہی ہے۔ اور اب وہ وقت زیادہ دور نہیں کہ عام آدمی خوشحال ہو۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ عوام موجودہ حکومت سے قدم سے قدم ملا کر چلے اور صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کا بھرپور ساتھ دے تاکہ جنرل پرویز مشرف عوام دوست پالیسیوں کو تسلسل کے ساتھ جاری و ساری رکھ سکیں۔

---------------o---------------

لیزر کنگھی کی ایجاد

گنجا پن ایک ایسی بیماری ہے کہ دنیا میں بہت عام ہوتی جا رہی ہے۔ عمر کے مطابق تو کسی حد تک گنجا پن برداشت ہو سکتا ہے۔ مگر جوانی کے عالم میں گنجا پن اذیت ناک عمل ہے۔ حال ہی میں ایک لیزر کنگھی ایجاد ہوئی ہے۔ اس کے موجد کا دعویٰ ہے کہ اس سے طاقتور لیزر شعاعیں نکلتی ہیں۔ جو بالوں کی تھیلیوں میں یعنی جڑوں میں تحریک پیدا کرتی ہیں۔ اس طرح کھوپڑی میں دوران خون تیز ہو جاتا ہے۔ اس ایجاد کو امریکی وزارت صحت نے تسلیم کر لیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لیزر کنگھی کے ذریعے گھنے اور مضبوط بال اگائے جانے ممکن ہو سکیں گے۔

...ی عمر حیات: انسپکٹر پنجاب پولیس

سید اظہار حسین بخاری

محکمہ پولیس کا شمار اہم ترین سرکاری محکموں میں ہوتا ہے ...ملک میں یہ محکمہ گوناگوں مسائل اور بھاری ذمہ داریوں کے ...وقع پذیر ہوا ہے جس کی وجہ سے بعض اوقات لوگوں کو پولیس کے خلاف شکایات پیدا ہوتی ہیں۔ تاہم ...وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ نامساعد حالات' محدود وسائل اور طویل و کٹھن اوقات کار کے باوجود ...ستان میں پولیس کی مجموعی کارکردگی دیگر ترقی پذیر ممالک کی پولیس سے کئی گنا بہتر ہے۔ بالخصوص ...جاب پولیس کی تاریخ جرات مندی' بہادری اور فرض شناسی کی شاندار مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ جھنگ ...ضلعی پولیس میں بہت سے افراد ایسے ہیں جن کی کارکردگی بطور نمونہ پیش کی جا سکتی ہے۔ جھنگ ...لیس کے ضلعی سربراہ ڈاکٹر طارق مسعود یسین چوہدری کی پر جوش اور ولولہ انگیز قیادت میں مقامی پولیس ...ترقی و بہتری کی شاہراہ پر تیزی سے گامزن ہے۔ ضلعی پولیس جن افسروں پر بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔ انسپکٹر ...حاجی عمر حیات ایس ایچ او تھانہ اٹھارہ ہزاری ان میں سرفہرست ہیں۔ پنجاب پولیس کے اس ہونہار' بہادر' ...فرض شناس اور درویش منش سپوت نے 25 مارچ 1985ء کو محکمہ مذکور میں بحیثیت اسسٹنٹ سب انسپکٹر (ASI) شمولیت اختیار کی۔ ان کی اعلیٰ کارکردگی' پیشہ وارانہ مہارت اور فرض شناسی کی بنا پر محکمہ نے اقوام متحدہ امن مشن کے لیے انہیں منتخب کیا اور وہ مشن کے ہمراہ نمیبیا و جنوب مغربی افریقہ روانہ ہو گئے اس ...دوران 1989ء میں انہیں سب انسپکٹر کے عہدے پر ترقی دے دی گئی۔ 1991ء میں وہ وطن واپس پہنچے اور محکمہ نے انہیں فیصل آباد سے تبدیل کر کے جھنگ بھیج دیا۔ جہاں مختصر قیام کے بعد وہ 1992-93ء میں اقوام متحدہ امن مشن کے سلسلے میں دوبارہ کمبوڈیا چلے گئے اور وہاں شاندار خدمات سرانجام دے کر اپنے ملک اور محکمے کی نیک نامی کا باعث بنے۔ 1994ء میں کمبوڈیا سے واپس آ کر انگلی ...مشن میں فرائض سرانجام دینے لگے۔ اقوام متحدہ امن مشن میں بہترین خدمات سرانجام دینے پر ان کو تین ...مرتبہ تمغہ امن اور تین مرتبہ تعریفی اسناد سے نوازا گیا۔ موصوف نے 1996ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

حاجی عمر حیات 1997ء سے اب تک ضلع جھنگ کے کئی اہم تھانوں جن میں الایاں' الٹھرانہ' ...تھانہ موچی والا' شورکوٹ سٹی اور چناب نگر شامل ہیں میں بطور ایس ایچ او فرائض سرانجام دے چکے

ہیں اور ان دنوں تھانہ [illegible] کے انچارج ہیں۔ انہوں نے اپنے فرائض کی ادائیگی کو ہر [illegible] مقدم رکھا ہے [illegible] ان کے افسران بالا پورا اطمینان کا اظہار کرتا ہے۔ 1999ء میں تھانہ [illegible] میں تعیناتی کے دوران انہوں نے اپنی شجاعت، دلیری و فرض شناسی کا سکہ منوایا۔ جہاں انہوں نے قتل [illegible] پولیس مقابلوں جیسے سنگین جرائم کے خطرناک اشتہاریوں کو اصلی پولیس مقابلوں میں ہلاک کیا۔ اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر بڑے سے بڑے اور خطرناک ترین مجرم سے ٹکرا گئے۔ 14 اپریل 1999ء کو اس شیر دل جوان نے بدنام زمانہ دہشت گردوں جن میں اعجاز عرف [illegible] اور طارق عرف ٹیپو شامل تھے۔ جن کے سر کی قیمت حکومت نے 125 لاکھ روپے مقرر کی تھی کو کمال بہادری سے پولیس مقابلہ میں ہلاک کر دیا۔ اس جرأت مندی بہادری اور اعلیٰ فرض شناسی پر حکومت پنجاب نے ان کو آؤٹ آف ٹرن ترقی دے کر انسپکٹر بنا دیا۔ موصوف پنجاب پولیس کا قیمتی بہادر گراں قدر سرمایہ ہیں۔ ان کی محکمے سے وابستگی [illegible] اور عوام سے محبت نے انہیں قابل رشک مقام پر لا کھڑا کیا ہے۔

انسپکٹر [illegible] عمر حیات سادہ پُر وقار اور جاذب نظر شخصیت کے مالک ہیں اس پڑھے لکھے جوان [illegible] پولیس انسپکٹر کے پولیس سروس کے دوران کارہائے نمایاں سننے والے کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے ہیں اور آدمی بے ساختہ انہیں داد شجاعت دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ بطور انچارج تھانہ [illegible] انہوں نے اپنی محنت اور مسلسل کوشش سے اس علاقے کو امن و سکون کا گہوارہ بنا دیا ہے۔ ان کی تعیناتی سے عوام الناس نے سکھ اور چین کا سانس لیا ہے۔ ان کے بارے میں بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ [illegible] جھنگ پولیس بلکہ پنجاب پولیس کا ایک قیمتی اثاثہ ہیں۔

---o---

تین دوست

علم، دولت اور عزت تینوں ایک مقام پر جمع تھے۔ جب رخصت ہونے لگے تو ان کے درمیان [illegible] گفتگو ہوئی۔ دولت نے کہا کہ اب میں جا رہی ہوں اگر مجھے تلاش کرنا ہو تو امیروں کے محلات میں تلاش کرنا۔ علم نے کہا اگر مجھے ملنا ہو تو تعلیمی اداروں میں ملنا۔ عزت کچھ نہ بولی۔ جب دونوں نے پوچھا کہ تم کیوں خاموش ہے۔ تو عزت نے جواب دیا۔ جب میں جاتی ہوں تو پھر واپس نہیں آتی۔

سید منیر حسین شاہ گستاخ بخاری

انٹرویو- حق باھوؒ ڈائجسٹ

جھنگ کی سرزمین نے کئی عظیم شخصیات کو جنم دیا۔ جنہوں نے اپنے شعبہ ہائے زندگی میں اعلیٰ کارکردگی کے مظاہرے کر کے نہ صرف جھنگ کی عزت و تکریم میں بے پناہ اضافہ کیا بلکہ ملک کا نام بھی روشن کیا۔ سید منیر حسین شاہ گستاخ بخاری کا شمار سرزمین جھنگ کے ایسے ہی فرزندان میں ہوتا ہے جن پر یہ دھرتی بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔ آپ نے ادب کے شعبہ میں اپنی خداداد صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔ ہونہار اور منفرد لب و لہجے کے اس خوبصورت شاعر سے لیا گیا انٹرویو قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے۔

س۔ گستاخ بخاری صاحب گفتگو کے آغاز میں اپنے ابتدائی پس منظر پر روشنی ڈالیے؟

ج۔ میں نے موضع واصو آستانہ جھنگ کی معروف و معزز شخصیت الحاج حکیم سید دلدار علی شاہ کے گھر میں جنم لیا۔ ابتدائی تعلیم مقامی سکول میں حاصل کی بعد ازاں گورنمنٹ کالج جھنگ سے گریجوایشن کیا۔

س۔ شعر و ادب سے آپ کا رشتہ کب استوار ہوا؟

ج۔ جب شعر سمجھنے کا شعور آنے لگا تو طبیعت شعر کہنے کی طرف خود بخود راغب ہو گئی جب پہلی غزل کہی اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی میں طالب علمی کے دور میں ہی شعراء کی صف میں شامل ہو گیا۔

س۔ آپ کس صنفِ سخن کو زیادہ پسند کرتے ہیں؟

ج۔ میں نے تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے اردو کے علاوہ پنجابی میں بھی شعر کہے لیکن میری طبیعت غزل کی طرف زیادہ راغب رہی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اردو شاعری بالخصوص غزل میری پہچان بن گئی ہے۔ پچھلے 36 سال سے شعر و ادب سے وابستہ ہوں۔

س۔ انٹرنیٹ اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کے فروغ سے کیا اردو ادب اور زبان کو کوئی خطرہ ہے؟

ج۔ بڑے یقین سے کہتا ہوں کہ اردو زبان و ادب کو اس سے کوئی خطرہ نہیں۔

س۔ آپ کے خیال میں "تحقیق" کا مستقبل کیا ہے؟

ج۔ وقت کی کمی آڑے آ رہی ہے کتاب پڑھنے کا رجحان کم ہو رہا ہے اس لیے تحقیق بھی کم ہو رہی ہے علاوہ ازیں تحقیق ایک خشک کام ہے اور بہت زیادہ وقت کا تقاضا کرتا ہے۔

س۔ آپ کو شاعری میں کس نے متاثر کیا؟

ج۔ جو شعراء شاعری اور نثر کو باہم نہ ملائیں وہ متاثر کرتے ہیں پرانے اساتذہ میں میر تقی میرؔ، غالبؔ اور

اقبال ہنسکہ بعد کے دور میں فیض احمد فیض کا کوئی ثانی نہیں۔

س۔ کیا پاکستان میں اردو کے ادیب موجودہ تقاضوں کے مطابق لکھ رہے ہیں؟

ج۔ ہمارے ملک میں دورِ حاضر کے ادیب یا شاعر موجودہ تقاضوں کے مطابق نہ لکھ سکے اور نہ لکھ سکتے ہیں۔

س۔ آپ ادب میں گروہ بندیوں کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

ج۔ ادب میں گروہ بندیاں قابلِ تعریف چیز نہیں۔

س۔ آپ کا تازہ شعری مجموعہ "ساونوں کے بعد" شائع ہو کر منظرِ عام پر آ گیا ہے کیسا لگا؟

ج۔ بہت اچھا لگا علمی و ادبی حلقوں اور معزز قارئین نے بے حد حوصلہ افزائی کی ہے۔

س۔ کیا آپ نے نثر میں ناول وغیرہ لکھنے کی کبھی کوشش کی ہے؟

ج۔ افسانے لکھے ہیں مگر ناول کے لیے زیادہ وقت کی ضرورت ہوتی ہے وقت کی قلت میرے لیے ہمیشہ مسئلہ رہی ہے طب و حکمت اور زراعت کے پیشے سے وابستہ ہونے کی وجہ سے بہت معروف زندگی گزر رہی ہے۔

س۔ آپ کی شاعری میں اردو کے ساتھ ہندی اور پنجابی لفظوں کی خوبصورت آمیزش پائی جاتی ہے کیا آپ شعوری طور پر ایسا کرتے ہیں؟

ج۔ بعض اوقات.... شعر میں ایسا محل وقوع پیدا ہو جاتا ہے کہ اس میں ہندی یا پنجابی کے الفاظ آ جاتے ہیں تو ان کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ بات اس انداز سے کہی جائے کہ سامع یا قاری کو گراں نہ لگے یہ تحریر یا تقریر کی خوبیوں میں سے ہے۔

س۔ آپ پاکستان میں شعر و ادب کے فروغ کے لیے کیا تجویز دیں گے؟

ج۔ پاکستان میں شعر و ادب کے فروغ کے لئے کوئی کام نہیں ہو رہا ہے جہاں سے اس صنفِ سخن کی بھلائی ہو سکتی ہے وہاں پر اک جمود سا طاری ہے۔ جس طرح میڈیا نے قوالی کو نظر انداز کیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے قوالیوں کا رواج آہستہ آہستہ ختم ہوتا گیا اب یہ فن دھیرے دھیرے ختم ہو جائے گا اسی طرح اربابِ اختیار و اقتدار نہ شاعروں و ادیبوں کی بہتری کے لئے کچھ کرتے ہیں نہ ادب کی بہتری کے لیے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اس سلسلے میں حکومت کی خصوصی توجہ اور سرپرستی ضروری ہے

س۔ آپ اپنے قارئین کرام کو صرف ایک شعر میں کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟

ج۔ میں پتھروں میں محبت تلاش کرتا ہوں
مجھے زمیں سے اوپر اٹھا لیا جائے

سید مہدی حسن شاہ

غلام رسول آف حق باھو کالونی

سید مہدی حسن شاہ خانوادہ سادات کے معزز گھرانے بمقام منڈے سید خوشاب روڈ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے بزرگان نے علاقہ مذکورہ کی غریب عوام کو اپنی طرف سے پلاٹس دے کر منڈے سید گاؤں کی بنیاد رکھی۔ آپ شعبہ زراعت میں ماہر کاشتکار تصور کیے جاتے ہیں اور یوٹیلٹی سٹورز کارپوریشن میں ملازمت بھی کر چکے ہیں۔ آپ کے بڑے بھائی سید اعجاز حسین شاہ شعبہ طب میں ماہر ڈاکٹر کے طور پہ جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ انہوں نے علاقے کی غریب اور مستحق عوام کے علاج معالجہ کے لئے اپنے دروازے شب و روز کھولے ہوئے ہیں۔

سید مہدی حسن شاہ کو شعر و شاعری سے کافی شغف ہے۔ سچے اور سُچے عاشقوں کو شاعری کے ذریعے داد دیتے ہیں۔ اچھے شعراء کا کلام انہیں ازبر ہے اور جب بھی یار حضرات کی محفل جمتی ہے تو وہ شاعرانہ کلام سے سب کے دلوں کو خوب گرماتے ہیں۔ دوستوں کی محفل میں اپنی ہنستی کھیلتی طبیعت کے ذریعے فوراً جگہ بنا لیتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی ہی سمجھئے کہ ان کا تبادلہ آج کل سرگودھا میں ہے۔ جس سے یاروں دوستوں کی محافل ویران نظر آتی ہیں۔

30 اپریل ریفرنڈم والے دن عوام کو پولنگ اسٹیشن پر لانا اور واپس لے جانا ان کا اور ہمارے پرویز مشرف اتحاد گروپ کا معاملہ اکٹھا ہے۔ جس کے لئے انہوں نے اپنے تعاون کا مکمل یقین دلایا ہے۔ سماجی خدمات کے حوالے سے ان کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اسی لئے ان کا نام حق باھو ویلفیئر سوسائٹی میں نائب صدر کے طور پر اندراج ہے۔ ریفرنڈم کے حوالے سے انہوں نے جنرل پرویز مشرف کو اپنے مخصوص انداز میں شعر کہہ کر داد شجاعت دی کہ۔

تندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

ماں! جو رحمٰن کے کرم کی کرن ہے

اسماء عباس

ماں!

میں نے تیرے تلوؤں کو آنکھوں سے چوما تو اپنے چہرے کو جنت پر پایا- تیرے قدموں میں تمام زمانوں کی آسودگی مجھے مِل گئی- میں نے اپنے رُخسار کو تیرے پاؤں پر رکھ کر ادب کی نگاہ تیرے وجودِ محترم پر ڈالی اور شاد کام ہو گیا- میری روح ہمیشگی میں تیرے رُوبرُو مؤدب غُلاموں کی طرح کھڑی رہتی ہے اور میری پوری ہستی تیرے وجود بہاریں سے نمو پاتی ہے- بلاشبہ تو رحمان کے کرم کی کرن ہے اور لاریب تُو اس کی عنایتوں کی مظہرِ جمیل ہے-

دُنیا کی ہر ماں اپنی اولاد کیلئے مقدس و محترم ہوتی ہے- مگر ایثار لامثال سے جو عظمت تو نے پائی ہے اس رفعت کے نزدیک پہنچنے کا تصور بھی محال ہے- میں نے ل کو تراش کر ایک قلم بنایا اور آنکھ کے نور میں ڈبو کر تیرے احوال قلمبند کیے- مگر رے حرف ساکت ہیں اور میرے لفظ گنگ ہیں- اظہار کی ایک حد ہے مگر تیری قت' تیری مہربانی' تیری بڑائی اور دلرُبائی کی کوئی حد نہیں-

(انتخاب از تصورِ رسالت- محمود ترمذی)

سید علی کوثر جعفری (حق باھُوؒ ایوارڈ یافتہ)

بیادِ اقبالؒ

آنکھوں میں نجف دل میں ترے حُبِ مدینہ
اقبال تُو ہے سوچ کا انمول سفینہ
تُو حق کے مسافر کیلئے بانگِ درا ہے
تُو فہم و تدبّر کا ہے بے مثل خزینہ
مقروض ہے یہ دھرتی تری فکرِ رسا کی
تُو جرأت اظہار کا خوش رنگ نگینہ
ہر شعر میں روشن ہے خودی مانندِ کوکب
ہر حرف ترا غیرتِ انسان کا زینہ
احساس کی بستی کا ہے تُو مست قلندر
تُو عشق کی حِدّت سے سلگتا ہوا سینہ
افرنگ کے ماتھے پہ اتر آتا ہے اب بھی
اقبال کو پڑھنے سے کئی بار پسینہ
پنجاب کی دھرتی پہ سخن ایسا اُگایا
ہے شوق سے تکتی جسے دنیا کی حسینہ
صفحات کے مرقد سے اُسے ڈھونڈ کے لاؤ
تقسیم کرو اھلِ نظر میں یہ دفینہ
یہ عشق ہے میرا یا کوئی وہم و گماں ہے
لکھتا ہوں نومبر کو بھی ساون کا مہینہ

---o---

پروفیسر سیدہ فرخ گیلانی (حق باھو گولڈ میڈلسٹ)

کشمیر

آ گیا شعلوں کی زد میں کس طرح نقشِ ارم
وادیء گل پوش کیسے ہو گئی وقفِ الم
ہو میرا آنچل تیری دستار سب مقروض ہیں
غیرتِ انسان کا نوحہ کس طرح لکھے قلم
یہ ہماری سادگی ہے یا کہ لکھوں بزدلی
ہر طرف وحشت ہی وحشت ہر طرف ظلم و ستم
اس طرح سے اب بہاریں ہو گئی ہیں سوگوار
ہر کسی جلتے شجر پر اگ رہی ہیں چشم نم
چمن و شکوہ کے سب پرندے مر گئے ہیں دیکھ کر
فاختاؤں کے جہاں ہیں آتش و آہن کے بم
دخترِ کشمیر تو ہے دخترِ پنجاب میں
تیرا میرا دکھ بھی سانجھا تیرا میرا ایک غم
کس طرح شعلہ بنی ہے وادیء جنت نظیر
یہ خطا میری ہے یا کہ سازشوں کے پیچ و خم
ہر طرف زخمی بہاریں ہر طرف کلیوں کے بین
گونجتی ہوں قریہ قریہ ہر نگر میں ہر قدم
غازیء کشمیر تیری ہر قدم پر خیر ہو
آنکھ کی ہے روشنی تو، زندگی کا تو بھرم
وادیء کشمیر کی ساری بلائیں ٹال دے
المدد اے المدد اے المدد شاہِ اُمم
حضرت بلؒ کی کہانی بابری مسجد کا روگ
بخش دے تو لغزشیں سب بھیج دے ابرِ کرم
ہے غنیمت یہ ہی فرخ بے بسی کے دور میں
نظمِ کشمیر باندھو شعر میں ہی کم سے کم

---------0---------

مہر محمد ریاض سیال (حق باھو ایوارڈ یافتہ)

زُلف

ہک صاف سُہانی رات آہی
رِم جھم آہی برسات آہی
انج لے با مست ہواواں دی
جوں ڈھاک تے لوری ماواں دی
انج ابر قطار قطار ٹرن
جوں انکھیں ٹپ نمیار ترن
جد مستی دے وچ ڈُلدا ہا
ہر دُکھ شرابی لگدا ہا
جد کھمن کھم کھم کھمدی ہا
اکھ تانگاں والی ترمدی ہا
انج رونق ہا ویرانے وچ
جُوں دور چلے میخانے وچ
ایہہ رُت آہی ارماناں دی
نظماںؔ غزلاںؔ دیواناں دی
ماحول وڈا مستانہ ہا
ایہہ موسم معشوقانہ ہا
کہیں سوچ اج ہو مدہوش گیئم
بستر دی آ آغوش گیئم
جد بنیا زندہ لاشہ میں
ہک تکیا خوب تماشا میں
ہک شکل عجیب ترین ڈٹھی

پیراں توں دور زمین ڈھی
ڈر رعب توں اوہدے سینے وچ
ہا غرق وجود پسینے وچ
میں ڈر کے چھوڑ صبر بیٹھا
پچھنے دی جرأت کر بیٹھا
مہمان معزز کیا ہیں توں
ہے مینوں شک قضا ہیں توں
اوہ رو رو کے فرمان لگی
تے سارا حال سُنان لگی
نہ میتھوں ڈر فریادی ہاں
اَج کل اپنی بربادی ہاں
جن بھوت نہ ہور بلا ہاں میں
عصمت دی زلف سیا ہاں میں
ہک لے آئی فریاد آں میں
اج کل قابل امداد آں میں
گل پئی زلف دراز ڈسا
جس روون دے اسباب کیا
تیئں بانہواں تے آرام کیتے
تیئں پتھر دل دی رام کیتے
تیئں شاہاں دے تاج لہا چھوڑے
کر کئی سلطان گدا چھوڑے
جس تاج محل تیری خاطر
سیجاں مخمل تیری خاطر
تیئں ہے اِتھ بڑائی تیتھوں لئی
تیئں آب دتی تلواراں نوں

تیئں مہک دتی گلزاراں نوں
ہے سپ دا ڈنگیا نچ سکدا
ہر تیرا پانی کیں منگدا
ہکس نعمت توں محروم ایں توں؟
اج کیوں اتنی مغموم ایں توں؟
اوہ آ گئی طیش تے خار دے وچ
جوں بپھرے شیر کچھار دے وچ
انج غصے وچ تحلیل دے
جوں عاصی نوں عزرائیل دے
لہرا کے مست ہوا بندی
تے شوک کے آن گھٹا بندی
بَن مست نشیلی شام ونجے
بَن ڈُلدا ڈُلدا جام ونجے
بَن کھل کے تے تقدیر ونجے
جے سیٹے بن زنجیر ونجے
رنگ وکھو وکھ ہر گام آوے
جوں گردش دے وچ جام آوے
میں وڈیاں شاناں پایاں ھن
خود خالق قسماں چایاں ھن
میں شرم حیا دی لج ہاموں
عصمت دا چھتر کج ہاموں
ہک وال جے نظریں آوے ہا
ڈینہہ شرم کنوں شرماوے ہا
اج ہاں زینت بازاراں دی
اغیاراں دی تے یاراں دی

ت نے ہونٹھاں دی زینت ہاں
ے کون آدھا خوش قسمت ہاں؟
دا دی دجی کجھ غیرت کر
ے چلو پانی بِڈ کے مر
کجھ آپ نوں آپ سہارا دے
جی گلناں متھے زہرا دے
بس اتنی جد گل بات ہو گئی
مری نیند ریاضؔ اچاٹ ہو گئی

---------0---------

ریڈیکل ایجوکیشن سسٹم
نزد گوجرہ پھاٹک
گوجرہ روڈ جھنگ صدر
پھول آپ کے
تربیت ہماری
نرسری تا دہم
ہاسٹل کی سہولت کے ساتھ

ظفر سعید (حق باھوؒ گولڈ میڈلسٹ)

O

یادوں میں تیرا عکس ابھارا ہے کتنی بار
لہجے میں تیرے خود کو پکارا ہے کتنی بار

ہم ایسے سادہ دل تھے جنہیں ہر محاذ پہ
دنیا نے تیرے نام پہ مارا ہے کتنی بار

اک تیرے انتظار میں ملبوسِ زندگی
پہنا ہے کتنی بار اتارا ہے کتنی بار

ٹھہرے نہ بھول کر بھی بہاروں کے قافلے
پیڑوں کا روپ خلق نے دھارا ہے کتنی بار

وہ عرصۂ حیات جسے اشک نہ کہوں
آنکھوں سے اپنی ہنس کے گزارا ہے کتنی بار

اک لمحۂ وصال کی خاطر ظفر سعید
خود کو بساطِ ہجر پہ مارا ہے کتنی بار

---------0---------

نواز محمود

O

جو بھی غم ہو گلے لگا تو سہی
تو مشیت کو آزما تو سہی

کیا بتاؤں یہ زخم کس نے دیے
مجھ کو اک نام یاد تھا تو سہی

جانے کی بات تھی جو سن نہ سکا
زیرِ لب اس نے کچھ کہا تو سہی

شاید اس طرح میں سنبھل جاؤں
دو گھڑی میرے پاس آ تو سہی

ربطِ باہم سے ہے اساسِ حیات
دو گھڑی میرے پاس آ تو سہی

جستجوئے سکون تھی محمود
ان کے کوچے سے کچھ ملا تو سہی

O

محمد انیس انصاری

O

بارشِ سنگ ابھی باقی ہے
آخری جنگ ابھی باقی ہے

اس کو آمادۂ اظہار کرو
شامِ صد رنگ ابھی باقی ہے

وہی افسانۂ دل حرف بہ حرف
وہی آہنگ ابھی باقی ہے

ترے ہونٹوں پہ میرے آن پوش
جا بجا زنگ ابھی باقی ہے

ہتھکڑی ٹوٹ چکی ہے لیکن
قیدِ افرنگ ابھی باقی ہے

پیٹ کی آگ بجھی تو جانا
جسم کا سنگ ابھی باقی ہے

زندگی کھینچ نہ لے ہاتھ کہیں
موت سے جنگ ابھی باقی ہے

زمزمہ خوانِ محبت کے لیے
ہیر کا جھنگ ابھی باقی ہے

O

عابد خورشید

O

زندگی ہے کہ اک ڈگر خاموش
کیسے کٹ پائے گا سفر خاموش

میری آنکھوں کو بھی خبر نہ ہوئی
کر لیا اس نے دل میں گھر خاموش

ایک کہرام ہو گا چاروں سمت
یونہی چلتے رہے اگر خاموش

جانے کن منزلوں کا رہرو تھا
کر گیا دل کی رہگزر خاموش

جا نکلتے ہیں دل کی وادی میں
دیکھ لیتے ہیں جو نظر خاموش

کچھ تو وجہ سکوت بنتی ہے
کون رہتا ہے عمر بھر خاموش

آ گیا ہے یہ کیسا دور عابدؔ
دشت آباد ہیں، گھر خاموش

O

احمد نسیم

O

صدائے گنبد بے در سنائی دیتی ہے
پھر انقلاب کی صورت دکھائی دیتی ہے

ہیں منصفی کے تقاضے بھی مصلحت کا شکار
کبھی تو خلق خدا بھی دہائی دیتی ہے

میں بے نیاز نشیب و فراز وقت سہی
کمند شوق فلک تک رسائی دیتی ہے

شعور ذات کے لمحے بھی آزمائش ہیں
دل و نظر کو یہی شے صفائی دیتی ہے

نسیمؔ حسن طلب میں ہے اوج راز حیات
نموئے فقر غموں سے رہائی دیتی ہے

O

ذوالفقار احسن

O

خاموشیوں کی حد سے گذر کر بھی دیکھیے
یادوں کے خاکداں میں ہیں اخگر بھی دیکھیے
حدّت میں آفتاب کی جانے سے پیشتر
جو ساتھ ہے وہ موم کا پیکر بھی دیکھیے
خنجر یہ کس نے گھونپا ہے سینے میں رات کے
ڈوبے ہیں خون میں مہ و اختر بھی دیکھیے
فنکار اک سے ایک بڑا آئے گا نظر
اپنی انا کے خول سے باہر بھی دیکھیے
اب کون آ کے دیکھے گا موجوں کی سرکشی
بے آب ہو گئے ہیں سمندر بھی دیکھیے
منصف جو بن کے آج عدالت میں آ گیا
چھینٹے لہو کے اُس کی قبا پر بھی دیکھیے
اربابِ اختیار ہی شاعر نہیں یہاں
اس شہر میں ہیں اور سخنور بھی دیکھیے
کیا گُل کھلا گئے ہیں وہ ارضِ خیال میں
کچھ اور اُن کی یاد بھلا کر بھی دیکھیے
دعوے جو کر رہے ہیں کہ فنکار ہیں وہی
کیا ہیں مگر وہ اصل ہنرور بھی دیکھیے

---O---

نصرت عثمانی

کمزوری

ین آنکھیں

ئیں آنکھیں تو

ری کمزوری ہیں اس سے بڑھ کر یہ کہ

ن آنکھوں کی وسعتیں بھی آسماں سے بڑھ کر ہوں

تم کتنے حسین ہو کوئی مجھ سے پوچھے

کسی کو کیا معلوم کہ تمہاری آنکھوں کی وسعت

آسمان کی وسعت سے بھی گہری ہے

کسی کو کیا معلوم کہ تم کیا ہو؟

----------O----------

عباس علی برقی

جنت کیا ہے

میں کیا جانوں
جنت کیا ہے
اس کے اندر
دودھ کی بہتی نہریں کیا ہیں
حوریں کیا ہیں
ان حوروں کے
اداؤں کے
عشوے کیا ہیں
غمزے کیا ہیں
مجھ کو اس سے غرض نہیں ہے
جنت کے ابواب ہیں کتنے
جنت کے دربان
فرشتے
جنت کے پھولوں کی خوشبو
چھاؤں چھڑکتے پیڑ وہاں کے
وہاں کی سوندھی سوندھی مٹی
کوثر اور تسنیم کے چشمے
جنت کے محلوں کے اندر
ریشم اور کمخواب کے بستر
یہ سب کیا ہیں
مجھ کو ان سے غرض نہیں ہے
میں کیا جانوں
جنت کیا ہے
مجھ کو تو معلوم ہے اتنا
میری جنت
میری ماں کے پاؤں تلے ہے

سجاد بخاری

○

گر وہ صورت شناس ہے یارو
آئینہ کیوں اداس ہے یارو
دھوپ نکلی تو چھاؤں دیکھوں گا
یہ بھی میرا قیاس ہے یارو
آؤ چل کر کسی سے مل آئیں
دل بہت ہی اداس ہے یارو
اولیں نقش میری الفت کا
میرا اک ہم کلاس ہے یارو
میرے دل کے اداس کمرے گا
اس کی قربت کی باس ہے یارو
چار قطروں سے بجھ نہیں گی
وہ جو صحرا کی پیاس ہے یارو
اس لئے شاد کام ہے سجاد
اس کے آنے کی آس ہے یارو

○

محمد یامین ساحر

جشنِ آزادی

تیری آزادیوں کو سلام اے وطن تیری آبادیوں کو سلام اے وطن

لٹ اکائیں گئیں جل حویلی گئی
خون سے جن کے ہولی بھی کھیلی گئی
حادثہ ہو چکا بن کھیلی گئی
دل میں محسوس ہوتی ہے اب بھی چبھن

تیری آزادیوں کو سلام اے وطن تیری آبادیوں کو سلام اے وطن

مال و زر اور مویشی چلے چھوڑ کر
نقد جاں کو لئے گھر سے منہ موڑ کر
پاک دھرتی سے فکر و نظر جوڑ کر
چھوڑ کر اپنے آباء کی ارضِ کُہن

تیری آزادیوں کو سلام اے وطن تیری آبادیوں کو سلام اے وطن

لب پہ مسکان دل میں لیے ولولے
تری جانب چلے تو لٹے قافلے
سخت مشکل تھے وہ زیست کے مرحلے
نورِ ایمان تھا اُس وقت سایہ فگن

تیری آزادیوں کو سلام اے وطن تیری آبادیوں کو سلام اے وطن

جاں بہ لب تھے کئی اور بیمار تھے
کچھ تو چلنے سے بھی سخت لاچار تھے
مرد و زن سارے حق کے طلب گار تھے
اُن کے دل میں تھی بیدار سچی لگن

تیری آزادیوں کو سلام اے وطن تیری آبادیوں کو سلام اے وطن

ہندوؤں بلوائیوں نے ایسی یلغار کی
برچھیوں اور بھالوں کی بھرمار کی
سختیاں بڑھ گئیں ہر ستم گار کی
سکھ مسلمانوں پر پھر ہوئے تیغ زن

تیری آزادیوں کو سلام اے وطن تیری آبادیوں کو سلام اے وطن

تیرے نعرے پہ مُسلم مچلنے لگے
اُن کو ہندو جو تھے قتل کرنے لگے
اور لاشوں سے کنوؤں کو بھرنے لگے
تیری خاطر ہوئے اُن کے چھلنی بدن

تیری آزادیوں کو سلام اے وطن تیری آبادیوں کو سلام اے وطن

جن کے سر انیوں پہ چڑھائے گئے
جن کے مظلوم بچے ستائے گئے
جن کے بستے گھروندے جلائے گئے
اُن کے لوٹے گئے ہنستے بستے چمن

تیری آزادیوں کو سلام اے وطن تیری آبادیوں کو سلام اے وطن

تری خاطر ہوئے جو شہید وفا
کر دیئے سر اُن کے تن سے جُدا
نام تھا لب پہ احمدؐ کا دِل میں خدا
اُن کی روح میں سمائی تھی بُوئے ختن

تیری آزادیوں کو سلام اے وطن تیری آبادیوں کو سلام اے وطن

سمت لاہور کی قافلہ جو بڑھا
نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھی فضا
کیسی پُرکیف تھی داخلے کی ادا
تیرے جیسے ہوئے، سارے کوہ و دمن

تیری آزادیوں کو سلام اے وطن تیری آبادیوں کو سلام اے وطن

اے وطن تیری خاطر ہے سب ستم
تیری جانب ہی بڑھتے رہے دم بدم
خون کی ندیاں پار کر آئے ہم
سیل ظلم تھا رواں اور کٹے تھے گھن
تیری آزادیوں کو سلام اے وطن تیری آبادیوں کو سلام اے وطن
تیرے بڑھ کر اٹھائے جنہوں نے علم
اُن کے دل میں قدر تیری ہو گی نہ کم
پھر چھلکنے لگا اُن کی آنکھوں میں نم
جشنِ آزادی میں وہ ہیں سارے مگن
تجھ کو کہتے ہیں سارے سلام اے وطن تیری آزادیوں کو سلام اے وطن
تیری آبادیوں کو سلام اے وطن

---------o---------

ڈپریشن کے تدارک کے لیے پیس میکر

آ ویں ورلڈ بائیولاجیکل سائیکیٹری کانفرنس میں یہ بات بتائی گئی کہ ڈپریشن کو کم کرنے کے لیے ایک ایسی ڈیوائس تیار کی گئی ہے جو بے حد مفید ثابت ہوگی۔ یہ ایک پیس میکر ہے۔ جس کو پلس ٹرانسمیٹر کہا جاتا ہے۔ یہ ساپ واچ کی طرح ہوتا ہے۔ دلیس کے سینے میں فٹ کر دیا جاتا ہے۔ پھر اسے ایک اعصابی تار سے جوڑ دیا جاتا ہے۔ جو گردن کی جانب جاتی ہے۔ اور دماغی تار کو دل، پھیپھڑوں اور معدہ سے ملایا جاتا ہے۔ یہ پیس میکر ہر 5 منٹ بعد 3 سیکنڈ پر محیط ایک کمزور سی الیکٹرک کرنٹ اس تار میں پہنچاتا ہے۔ یہ صدمہ زدہ مریض کے بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔ اس پر مزید تجربات کیے جا رہے ہیں اور آئندہ سال تک اس کا عام استعمال شروع ہو جائے گا۔

ریاض ناصر

o

کام اتنا تو سرِ شہر ہنر کر لیں
جو بھی چہروں پہ لکھا ہے اُسے ازبر کر لیں

زخم مرجھانے لگے ہیں تو یہ سوچا دل نے
تجھ کو مہمان کبھی موجۂ صرصر کر لیں

گر ترا ساتھ میسر ہو سفر میں ہم کو
ایک ساعت میں خلاؤں کو مسخر کر لیں

کشتیٔ عمر رواں ہے اے مرے ربِ جلیل
پار ہم بھی کبھی لمحوں کا سمندر کر لیں

دھوپ کا دشت نظر آئے مثالِ فردوس
تیری یادوں کی ردا جب کبھی سر پہ کر لیں

اس تگ و دو میں کٹی عمر ہماری ناصر
خود کو ہم قلزمِ ہستی کا شناور کر لیں

---------o---------

خالد محمود خالد

○

فرشتہ موت کا جس جا پہ ہم آغوش ہوتا ہے
اسی جا پہ یہ ساز زندگی خاموش ہوتا ہے

جو دم بھر دیکھ لیتا ہے تیری مستی بھری آنکھیں
قسم اللہ کی وہ بن پیے مدہوش ہوتا ہے

بھنور سے جب بھی کشتی جانب ساحل نکلتی ہے
یہ طوفان بلا اس وقت ہی پُرجوش ہوتا ہے

خیال یار تنہائی میں جب کرتا ہے سرگوشی
سکوتِ شام تنہائی ہمہ تن گوش ہوتا ہے

عجب دستورِ دنیا ہے یہ خالدؔ اس کو کیا کہیے
سزا اس کو نہیں ملتی ہے جس کا دوش ہوتا ہے

---------o---------

اختر عباس خان ایڈووکیٹ

○

آج ہے پھر مجھ کو چیرا دھیان سا
روح گھائل جسم ہے بے جان سا

میری تھی جس سے شناسائی بہت
جانے کیوں لگتا ہے وہ انجان سا

گیروا ملبوس ہے زیب بدن
اور چہرہ ہو بہو بھگوان سا

سادگی بھی ہے طبیعت میں بڑی
گفتگو میں بھی ہے وہ نادان سا

ہے بجز امجد کوئی ایسا کہاں
جس کا ہر اک شعر ہو دیوان سا

زندگانی کو جو اختر لے دیا
ہے کہاں عنوان اس عنوان سا

---------o---------

ثمر تاج بخاری

جنگ اور محبت

جنگ اور محبت میں
نام کا تصرف ہے
جنگ اور محبت کی
بے شمار شکلیں ہیں
جنگ بھی محبت کی
دکھ بھری کہانی ہے
جب انا کے پنچھی کو
راستہ نہیں ملتا
محتشم اُڑانوں کا
معتبر مکانوں کا
پانیوں کا دانوں کا
چوگ چگ نہیں سکتا
بھوک مر نہیں سکتا
پیار کر نہیں سکتا
تب وہ جنگ کرتا ہے
لمحہ لمحہ مرتا ہے

-----------0----------

مہرین عباس

دِیدہ ور

نذر: حضرت قائداعظمؒ

وہ عزم بھی
وہ یقین بھی
وہ معیار بھی
وہ فرد تھا
مگر انجمن
بلکہ فروغِ انجمن
وفاؤں کا وہ اسیر تھا
جُہدِ مُسلسل کا بھرم
محنت بطورِ اِک کرم
اُس پر رہا
چلتا رہا
منزل کی جانب گامزن
نہ ہی رُک سکا
نہ وہ جھک سکا
حق کی وہ شمشیر تھا
دانش کی وہ تصویر تھا
مومن کی وہ تطہیر تھا
خوابوں کی وہ تعبیر تھا
اے میرے قائدِ عظیم
میں کہ اک بے بس سی جاں
کہ یہ حرف میرے قلیل ہیں

میرے جذبوں میں وہ لو نہیں
کہاں کر سکوں تیری نذر
کہ میں بے عمل اور بے گہر
تُو گر بچائے قوم
تُو کہ ہے اک دیدہ ور
تیری رُوح سے شرمندہ ہیں
کہنے کو تو ہم زندہ ہیں
زندہ ہیں پائندہ ہیں
یہ وہ تو پاکستان نہیں
یہ وہ تو مسلماں نہیں
پروانہ وار جو کٹ گئے
دیوانہ وار جو لُٹ گئے
میرے قائد تم سے یہ وعدہ ہے
اک دن ایسا آئے گا
نیا سورج جب کہ اُبھرے گا
دے گا سحر کی وہ نوید
تاریک رات کٹ جائے گی
ظلم پھر مٹ جائے گا
ظلم پھر مٹ جائے گا

عامر عبداللہ

O

درونِ ذات کیوں بکھرا ہوا تھا
اگر میں مرکزِ ارض و سما تھا

نہیں تھا گامزن میں قوس میں بھی
کہاں میں دائرہ در دائرہ تھا

کہیں بکھرا ہوا تھا جزو بن کر
کہیں اک لہر میں سمٹا ہوا تھا

اُتارا تھا مجھے اُس نے فلک سے
کہ میں خود ہی زمیں سے کھل اُٹھا تھا

بھلا کیوں ثابت و سیار رُکتے
مرا ان سے کہاں کا واسطہ تھا

یہی ادراک عامرؔ پر اذیت
مرا ہونا فقط اک واہمہ تھا

طارق اقبال

O

جب روانہ میں ہوا طاقت کے سات
ٹوٹ کر گرنے لگے طوفان کے ہات

کیا بتاؤں کچھ سمجھ آتا نہیں
وہ نظر تھی زہر یا آب حیات

گردشیں جینے نہ دیں گی اب مجھے
پھر سے یہ دُہرا رہی ہیں واقعات

خود سے ڈر کر میں سمٹتا ہی رہا
جاگزیں تھا خوف یوں آنکھوں میں رات

علم میں آتے رموز زندگی
آپ سُنتے گر کسی پاگل کی بات

درد کا ساغر ہمیں وہ دے گئے
جن سے کی تھی تشنگی کی ہم نے بات

کیوں نہ سوچوں گا بھنور لیتا ہمیں
ہر طرف بکھرے پڑے تھے حادثات

سوچتا رہتا ہے طارق ہر گھڑی
اس زمانے میں ہے کیوں غم کو ثبات

---------O---------

انتخاب از عاصمہ یوسف

دُختران وطن کے نام

دُخترانِ وطن تم ہو جانِ وطن
اپنے خُوں سے لکھو داستانِ وطن
تُم تو لکھی ہو ملت کی تقدیر میں
تم بھی شامل ہو ہر ایک تعمیر میں
رنگ بھرنے ہیں تم کو بھی تصویر میں
تم نگاہِ وطن تم زبانِ وطن
دخترانِ وطن تم ہو جانِ وطن
اپنے خُوں سے لکھو داستانِ وطن

چادریں اوڑھ کر غازیانہ چلو
تیر کی طرح سوئے نشانہ چلو
قابلِ دید ہو کاروانِ وطن
اپنے خُوں سے لکھو داستانِ وطن
دھڑکنوں سے ہوائے وطن باندھ لو
دِین سے رشتہ جان و تن باندھ لو
تم پہ نازاں ہُوں زندہ دِلانِ وطن
اپنے خوں سے لکھو داستانِ وطن
دخترانِ وطن تم ہو جانِ وطن
اپنے خوں سے لکھو داستانِ وطن

---------O---------

شاہ محمد عاطف

○

شہر میں گام گام پر دیکھے
خوں میں ڈوبے ہوئے بشر دیکھے

کتنے لوگوں نے سچ کہا ہے یہاں
کتنے منصور دار پر دیکھے

سر اُٹھا کر یہاں جو چلتے تھے
سُولیوں پر اُنہی کے سر دیکھے

دُھوپ کے ظلم یاد آتے ہیں
جب جھلستے ہوئے شجر دیکھے

شام ہوتے ہی بجھ سا جاتا ہے
میرے دل کا کوئی نگر دیکھے

اس توقع پر جی رہا ہوں میں
میری جانب وہ اک نظر دیکھے

حادثے ہر مقام پر عاطف
دیکھے جاتے نہ تھے مگر دیکھے

خوشخبری

جھنگ میں ''امریکہ سے تعلیم یافتہ'' ماہر امراض بچگان و نوزائیدگان

ڈاکٹر محمد طارق ممتاز
ایم-بی بی ایس، ایم سی پی ایس
ایف سی پی ایس-ایف اے سی پی (امریکہ)

Res: 0471-621431, Clinic: 610906, Hospital: 610599

اوقاتِ کار
سول ہسپتال جھنگ-صبح 8 تا دوپہر 2 بجے
کلینک-موسم سرما-شام 4 بجے تا رات 8:30 بجے
موسم گرما-شام 5 بجے تا رات 9.00 بجے

ایمرجنسی سروس 24 گھنٹے-داخلے کی سہولت کے ساتھ

دمے کے مریضوں کے لیے جدید ترین علاج کی سہولت-NEBULIZATION
نوزائیدہ بچوں کے یرقان کے لیے جدید ترین علاج کی سہولت-PHOTOTHERAPY

کلینک-حمزہ کلینک گوجرہ روڈ نزد گرلز کالج چوک جھنگ صدر

الشفاء آئی کلینک

الحاج ڈاکٹر محمد نسیم انصاری (حق باھُو گولڈ میڈلسٹ)

ماہر امراضِ چشم

ایم بی بی ایس-ایم سی پی سی-ڈی او ایم ایس (1)

اوقاتِ کار
سول ہسپتال جھنگ-صبح 8 تا دوپہر 2 بجے
کلینک-موسم سرما-شام 4 بجے تا رات 9:00 بجے
موسم گرما-شام 5 بجے تا رات 10.00 بجے

ایمرجنسی 24 گھنٹے

نوٹ-ہر اتوار کو الشفاء آئی کلینک پر ڈاکٹر محمد رمضان پروفیسر آف امراض چشم مریضوں کو دیکھتے ہیں-

کلینک-احسن سٹریٹ نزد سول ہسپتال گوجرہ روڈ جھنگ صدر-فون-623110

ہیپاٹائٹس بی (Hepatites B) کالا یرقان

ڈاکٹر محمد طارق ممتاز (ماہر امراضِ بچگان و نوزائیدگان)

ہیپاٹائٹس (بی) کیا ہے

ہیپاٹائٹس بی (Hepatitis B) ایک مہلک مرض ہے۔ جو ایک خطرناک وائرس (HBV) کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے۔ پاکستان اور جنوب مشرقی ایشیا کے بہت سے دوسرے ممالک میں یہ وائرس یرقان اور جگر کی دیگر بیماریوں کا اہم سبب ہے۔ یہ وائرس جب ایک دفعہ جسم میں پہنچ جائے تو پھر دس فیصد افراد میں سال ہا سال تک وہاں موجود رہنے کا امکان ہوتا ہے۔ اور اگر ایسا ہو تو یہ وائرس اندر ہی اندر جگر کو اس قدر نقصان پہنچا دیتا ہے کہ جگر سکڑنا شروع کر دیتا ہے۔ جسے (Cirrhosis) کہتے ہیں جو کہ بعض اوقات جگر کے سرطان میں بھی تبدیل ہو سکتا ہے اور بالآخر یہ موت کا سبب بن جاتا ہے۔

وائرس بی (HBV) کے پھیلاؤ کے اسباب

یہ وائرس انسانوں سے ہی انسانوں تک پھیلتا ہے۔ دنیا بھر میں ایک اندازے کے مطابق تقریباً 30 کروڑ سے زیادہ لوگوں کے جسم میں یہ وائرس موجود ہے اور یہ تمام لوگ اس کے مزید پھیلاؤ کا سبب بن سکتے ہیں۔ دنیا بھر میں سالانہ 10 سے 20 لاکھ افراد اس وائرس کی بدولت موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ لہٰذا اس کے مزید پھیلاؤ کو روکنے کیلئے اس کے پھیلنے کے طریقوں کو سمجھنا از حد ضروری ہے جس کے اسباب حسب ذیل ہیں۔

1۔ انتقال خون:

اس وائرس کے پھیلنے کا اہم ترین ذریعہ انتقال خون ہے لہٰذا انتقال خون سے پہلے اس وائرس کیلئے ٹیسٹ کرنا بہت ضروری ہے۔

2۔ جسمانی قرب:

انسانوں کا آپس میں جسمانی قرب بھی اس وائرس کے پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ کیونکہ یہ وائرس انسانی جسم کی رطوبتوں مثلاً (لعاب دہن، مادہ منویہ، پیشاب اور رحم سے نکلنے والے پانی) میں خارج ہوتا ہے۔ اس طرح جنسی اختلاط بھی اس وائرس کے پھیلنے کا سبب بن سکتا ہے۔

3۔ بار بار کے انجکشن:

اگر ایک ہی سوئی سے بار بار انجکشن لگائے جائیں تو یہ بھی وائرس کو ایک مریض سے دوسرے مریض تک پہنچانے کی وجہ ہو سکتی ہے۔

4۔ حجام اور حمام:

اگر حجاموں کے استرے اور دیگر اوزار بھی صحیح طرح سے صاف نہ ہوں تو وائرس کو پھیلانے میں ممد ثابت ہو سکتے ہیں۔ حمام میں نہانے سے ایک ہی تولیہ کا استعمال اس مرض کے پھیلاؤ میں خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

5۔ چھید کاری:

لڑکیوں کے کان اور ناک چھیدنے والی جراثیم آلودہ سوئیاں اور جسم پر نام کندہ کروانا یا گودکاری کروانا بھی اس وائرس کے پھیلاؤ کا ایک اور ذریعہ ہے۔

6۔ نومولود بچے:

جس حاملہ عورت کے جسم میں یہ وائرس موجود ہو یعنی اگر خاتون (Carrier) ہو تو بوقت ولادت یہ وائرس نومولود بچے پر بھی حملہ آور ہو جاتا ہے اور اس کے جگر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ایک دفعہ یہ وائرس کسی بھی انسان کے جسم تک پہنچ جائے تو پھر یہ جگر کے خاص خلیوں میں سوزش پیدا کرنے کے بعد انہیں توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔ وائرس کو جسم میں پہنچنے کے بعد تقریباً 2 ماہ کا عرصہ لگتا ہے جس میں وہ جسم کے اندر پروان چڑھتا رہتا ہے اور بالآخر آہستہ آہستہ مرض کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں۔

(Hepatitis B) کالے یرقان کی ابتدائی علامات:

جب ایک دفعہ (HBV) وائرس جسم پر حملہ آور ہو جائے تو اوسطاً تقریباً 4 سے 16 ہفتے کے بعد بیماری کی علامات ظاہر ہونے لگتی ہیں۔

پہلے پہل صرف ہلکا بخار، تھکاوٹ اور سر درد کی شکایات جنم لیتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی بھوک لگنا بند ہو جاتی ہے۔ متلی رہتی ہے اور بعض اوقات قے اور دستوں کی شکایات بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ یرقان کی ابتدائی علامات میں ایک اہم علامت سگریٹ پینے والوں کیلئے ذائقہ میں بدمزدگی کا پیدا ہونا ہے۔ علاوہ ازیں پیٹ کے اوپر والے حصے میں بعض اوقات ہلکا ہلکا درد بھی رہتا ہے۔ ان علامات کے پیدا ہونے کے تقریباً ہفتہ عشرہ اور آنکھوں اور پیشاب کی رنگت زرد ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ جگر اور تلی دونوں بڑھ جاتے ہیں اور بعض مریضوں کے گلے کے غدود بھی بڑھ جاتے ہیں۔ زیادہ تر مریضوں میں یہ علامات آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور مریض تندرست ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ مگر کچھ مریضوں میں یہ

وائرس جسم میں موجود رہتے ہیں اور اس طرح یہ بیماری کو مزید پھیلانے کا سبب (Carrier) بن جاتے ہیں۔

طریقہ تشخیص:

مندرجہ بالا علامات کی موجودگی میں مریض کیلئے ضروری ہے کہ فوراً اپنے معالج سے رابطہ کرے اور اس کے مشورہ سے لیبارٹری سے خون ٹیسٹ کرائے۔

حفاظتی تدابیر:

حفظانِ صحت کے بنیادی اصول جن میں ہاتھوں کا صابن سے دھونا، جسم کی مناسب صفائی کا خیال رکھنا، تولیہ، صابن اور شیونگ کا سامان الگ الگ استعمال کرنا۔ انسانی فضلہ کو مناسب طریقے سے ٹھکانے لگانا وغیرہ شامل ہیں کی مکمل پابندی اس مہلک ترین بیماری کے پھیلاؤ کو روکنے کا اہم ترین ذریعہ ثابت ہو سکتی ہیں۔

دوسری اہم تدبیر انتقال خون کے اداروں میں خون کا مکمل معائنہ اور وائرس کی موجودگی کیلئے ٹیسٹوں کا ہونا بہت ضروری ہے۔ تاکہ جس خون میں اس وائرس کے اثرات موجود ہوں وہ خون کسی بھی مریض کو نہ دیا جائے۔

یرقان کے مریض کے اہل خانہ کیلئے ہدایات:

1- یرقان زدہ مریض کو دیگر اہل خانہ سے مکمل الگ تھلگ کرنے کی عموماً ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ یرقان ہونے سے کافی پہلے ہی وائرس اس مریض کی جسمانی رطوبتوں میں خارج ہو رہا ہوتا ہے۔

2- زیادہ اہم یہ ہے کہ مریض کی جملہ رطوبتوں کو جن میں پیشاب، لعاب دہن وغیرہ شامل ہیں۔ صحیح طریقے سے ٹھکانے لگایا جائے۔ اگر تو گھر میں سیوریج سسٹم موجود ہو تو وہ کافی ہے۔ بصورت دیگر فضلہ وغیرہ کو مٹی میں دبا دینا چاہیے۔

3- مریض اور اس کی زیر استعمال اشیاء کو چھونے سے ہاتھوں کو اچھی طرح صابن سے دھونا چاہیے۔

4- مریض کے ذاتی استعمال کی اشیاء مثلاً صابن، تولیہ، تھرمامیٹر اور شیونگ کا سامان کوئی دوسرا افراد استعمال نہ کرے۔

5- مریض کے استعمال شدہ برتنوں کو فوراً اچھی طرح دھولیا جائے ان کا دھوپ میں خشک کرنا نہایت اہم ہے۔

6- مریض کو جنسی اختلاط سے پرہیز کرنا چاہیے۔

طریقہ علاج

1- آرام:

مریض کا اندرون خانہ رہنا اور زیادہ تھکانے والی تمام کیفیات سے بچنا کافی ہے۔ مریض کو گھر کے اندر مناسب حد تک چلنے پھرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔

2- غذا:

قدرتی طور پر ہی یرقان کے مریض کی بھوک تقریباً ختم ہو جاتی ہے اور مرغن اور چکنائی والی اشیاء کھانے کو اس کا جی نہیں چاہتا۔ لہذا ان مریضوں کو ایسی خوراک دینی چاہیے جو ان کیلئے خوش ذائقہ ہو۔ عموماً نشاستہ دار غذائیں ہی ان مریضوں کیلئے تجویز کی جاتی ہیں۔ غذائی اشیاء میں سے کوئی بھی شئے یرقان کے مریضوں کیلئے مضر نہیں ہے۔

3- ادویات:

یرقان کے مریضوں کو ادویات کم سے کم استعمال کرنی چاہییں۔ تاہم متلی، الٹی، بخار، سر درد اور بے خوابی وغیرہ کی صورت میں معالج کی تجویز کردہ ادویات استعمال کی جاتی ہیں۔

ہسپتال میں داخلہ کی ترجیحات:

یرقان کے ہر مریض کیلئے ہسپتال میں داخل ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ تاہم مندرجہ ذیل صورتوں میں مریض کو ہسپتال میں داخل کروانا بہتر ہوگا۔

(1)- مریض پر غنودگی طاری ہو رہی ہو۔ (2)- یرقان بہت گہرا ہو رہا ہے۔۔ یعنی مریض کی رنگت بہت زرد ہو رہی ہے۔ (3)- مریض کا پیٹ پھول رہا ہو۔ (4)- اگر مریض کی تشخیص مکمل نہ ہو۔

یرقان کیلئے حفاظتی ٹیکے:

سائنس کی ترقی کی بدولت اب یہ ممکن ہے کہ اس مرض سے بچاؤ کے حفاظتی ٹیکے موجود ہیں۔ جن کے بروقت لگانے سے مریض اس مہلک مرض سے بچ سکتا ہے۔

حفاظتی ٹیکوں کا شیڈول:

پچھلے دس سال سے اس مہلک مرض سے بچاؤ کیلئے نہایت ہی بااثر ویکسین (Engerix B) موجود ہے۔ اس کا استعمال تقریباً 95 - 98 فیصد حفاظت فراہم کرتا ہے۔ یہ ویکسین انتہائی محفوظ ہے۔ اور اس کے استعمال سے کسی بھی قسم کے نقصان کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ ویکسین تین ٹیکوں کی صورت میں دی جاتی ہے۔ جو پہلے ٹیکے کے ایک ماہ اور چھ ماہ کے بعد دینا ضروری ہوتا ہے۔

-----------0-----------

ٹیڑھی آنکھیں- والدین کے لیے لمحہءِ فکریہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد رمضان (ماہر امراض چشم)

SQUINT یا بھینگا پن آنکھوں کی چند اہم بیماریوں میں شمار کیا جاتا ہے- یوں تو یہ تکلیف عمر کے کسی حصہ میں بھی ہو سکتی ہے- تاہم اوائل عمری میں زیادہ ہوتی ہے- اور اسی عمر میں اس کا مکمل اور موثر علاج بہت ضروری ہے- خالق کائنات نے انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ عطا کرنے کیلئے بے شمار انعامات اور نعمتوں سے نوازا ہے- بصارت بھی قدرتِ خداوندی کا انمول تحفہ ہے اور ایک کی بجائے دو آنکھیں عطا کر کے اللہ تعالی نے انسان پر دوگنا احسان فرمایا ہے- تا کہ وہ بیک وقت جتنا زیادہ ہو سکے ارد گرد کی دُنیا کو دیکھ کر اُس کاریگر کی صناعی کا نہ صرف نظارہ کرے بلکہ ہر دم اُس کی حکمت و عظمت کا دل و جان سے معترف رہے اور اُس کی یاد اور حمد و شکر انسان کا روزمرہ کا معمول بنا رہے-

اِس وسیع و عریض دُنیا کی مثال ایک سمندر کی سی ہے-- جس کو ہم بیک وقت نہیں دیکھ سکتے- ایک وقت میں دونوں آنکھوں سے ہم جتنا کچھ دیکھ سکتے ہیں وہ "تاریکی" کے اس وسیع و عریض سمندر میں روشنی یا نظر کا ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے- جب ہم اس جزیرے کا نظارہ کر رہے ہوتے ہیں تو باقی دُنیا ہمارے لئے تاریک ہوتی ہے- کیونکہ اس کو ہم دیکھ نہیں سکتے- غالباً اسی لئے کہا گیا ہے "آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل"

جب ہم دوسری جانب کی اشیاء کو دیکھنا چاہیں تو ہم اپنا سر یا آنکھیں یا دونوں کو گھما کر اپنی توجہ اُس طرف مرکوز کرتے ہیں تو پہلا جزیرہ "تاریکی کے سمندر" کا جُزو بن جاتا ہے- بنانے والے عظیم الشان اور بے مثل کاریگر یعنی خالق کائنات کا یہی کمال ہے کہ کسی چیز کو دیکھنے کیلئے ہماری دونوں آنکھیں بالکل ایک ہی سیدھ اور لائن میں حرکت کرتی ہیں- جب اس چیز یا ٹارگٹ کو ہم اپنی توجہ کا مرکز بناتے ہیں تو آنکھیں بالکل ایک سیدھ میں ہو کر اس ٹارگٹ کو دیکھتی ہیں- دونوں آنکھوں کے انتہائی حساس پردوں پر اس چیز یا منظر کی علیحدہ علیحدہ مگر ہو بہو ایک جیسی تصویر بنتی ہے- پھر دونوں تصویریں ہمارے دماغ کے پچھلے حصے میں موجود "مرکزِ بصارت" میں ایک ساتھ پہنچتی ہیں- وہاں یہ باہم مدغم ہوتی ہیں- یوں ہمیں ایک واضح اور ہر لحاظ سے مکمل (Three Dimensional) تصویر نظر آتی ہے جیسا کہ قدرت نے اس چیز کو تخلیق کیا ہے- اور یوں ہم اپنے ٹارگٹ یا دلچسپی کے مرکز کا کما حقہٗ ادراک یا نظارہ کر سکتے ہیں- ہر ایک کو ایک آنکھ سے دیکھنا تو بعض ایک محاورہ ہی ہے- اصل مزہ تو دونوں آنکھوں سے دیکھنے کا ہے- قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ "ہم نے انسان کو دو آنکھیں عطا کی ہیں تا کہ وہ دیکھ بھال سکے اور حق و باطل یا سیدھے اور غلط راستے میں تمیز کر سکے اور صحیح راستہ اختیار کرے"

(SQUINT) یا بھینگا پن اس بیماری کا نام ہے جب بیک وقت دونوں آنکھیں ایک سیدھ میں نہ دیکھ رہی ہوں- جب ہم اپنے سامنے کسی چیز پر نگاہ مرکوز کریں تو ایک آنکھ اس کی سیدھ میں دیکھ رہی ہو جبکہ دوسری آنکھ کسی اور طرف متوجہ ہو- دائیں یا بائیں یا کبھی کبھار اوپر یا نیچے کی طرف- ایسی صورت میں متاثرہ شخص کی بجائے دوسرے لوگ اس علامت کو فوراً دیکھ کر اسے بیان کر دیتے ہیں- چونکہ مریض کو بذات خود کوئی درد یا تکلیف نہیں ہوتی اس لئے اس مرض کے علاج کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی جاتی-

بھینگا پن زیادہ تر بچوں کی بیماری ہے- والدین بچپن میں اس کے علاج کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتے- ایک غلط تصوّر یہ پایا جاتا ہے کہ عمر میں اضافہ کے ساتھ یہ تکلیف خود ٹھیک ہو جائی گی- حالانکہ یہ بالکل خام خیالی ہے- بلکہ بچپن میں تو شاید بغیر آپریشن کے بھی بعض صورتوں میں علاج ممکن ہو اور صرف عینک لگانے سے بھینگا پن اور نظر کی کمزوری درست ہو جائیں- لیکن بڑی عمر میں ایک تو اکثر و بیشتر آپریشن ہی تجویز کیا جاتا ہے دوسرے کمزور نظر بھی عینک لگانے کے باوجود ٹھیک نہیں ہوتی- اس لئے بڑی عمر میں یہ تکلیف زیادہ "بدصورتی" پیدا کرتی ہے- خاص طور پر بچیوں کے معاملے میں تو اور بھی زیادہ پریشان کن صورت حال پیدا ہو جاتی ہے- اس عمر میں علاج صرف "ظاہری خوبصورتی" کو ہی بحال کرنے کیلئے کیا جاتا ہے-

بھینگے پن کی ایک اور قسم میں دونوں آنکھیں یکے بعد دیگرے ٹیڑھی ہوتی رہتی ہیں- دونوں کی نظر برابر یا صحیح ہوتی ہے- بیک وقت کسی چیز کو مرکوز نہیں کر سکتیں- اُن میں "باہمی تعاون کا فقدان" ہوتا ہے- اس ناچاقی یا عدم تعاون کے نتیجے میں انسان دونوں آنکھوں سے بیک وقت دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہوتا ہے-

یہ تو تھا مختصر احوال ایسی اقسام کا جن سے مریض کو بظاہر کوئی تکلیف نہیں ہوتی- لیکن ایک انتہائی تکلیف دہ بھینگا پن بھی ہے جس میں اچانک چیزیں ایک کی بجائے دو دو نظر آنے لگتی ہیں- یہ ایک نہایت تکلیف دہ صورت حال ہوتی ہے- ایسے مریض کیلئے چلنا پھرنا اور روزمرہ کے معمولات کی ادائیگی بڑی دشوار ہو جاتی ہے- اور پھر ایک آنکھ کو بند کرنا پڑتا ہے- اس کی وجوہات میں ذیابیطس، ہائی بلڈ پریشر، دماغ کی چوٹ، رسولی یا کینسر وغیرہ شامل ہیں- عموماً بنیادی بیماری کے شافی علاج سے یہ تکلیف ٹھیک ہو جاتی ہے-

اور آخر میں ایک بار پھر یہ گذارش ہے کہ بچوں میں بھینگے پن کے علاج میں تاخیر ہرگز نہیں کرنی چاہیے- جونہی اس تکلیف کا پتہ چلے فوری اور موثر علاج میں غفلت، لاپرواہی یا تاخیر ناقابل تلافی نقصان کا باعث بن سکتی ہے اور اگر خاندان میں پہلے کسی بچے کو بھینگا پن ہے تو پھر تمام بچوں کا معائنہ کروانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ بعض صورتوں میں یہ مرض موروثی بھی ہو سکتا ہے- شفا تو اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے- انسان کے ذمہ بروقت اور موثر علاج ہے-

----------o----------

شاہ ولی اللہ کا اصطلاحی تصوبی طریقہ علاج

پروفیسر حاجی محمد حیات (حق باھُو گولڈ میڈلسٹ)

مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے نفسیاتی امراض دراصل حقیقت سے فرار ہے۔ یہ ذہنی فرار جسمانی اعمال پر بھی اپنے اثرات ڈالتا ہے اور فرد قوت عقلیہ' غضبیہ اور شہویہ کی افراط وتفریط کا شکار ہو جاتا ہے۔ تجاذب کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ نفس امارہ یا سوسہ کا غلام ہو جاتا ہے۔ نتیجہ کے طور پر اسے دوسرے افراد اور کائنات کی پرواہ نہیں رہتی۔ وہ دوسروں کو دھوکا دیتا ہے۔ اور اس طرح مکر وفریب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ بحکم خداوندی **يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ** ○ وہ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں اور ایمان والوں کو مگر وہ تو اپنے نفسوں کو دھوکا دے رہے ہوتے ہیں مگر شعور نہیں رکھتے۔

انسانی زندگی میں جذبات کا شدید عمل دخل ہے اور جذبات کو اگر تہذیب نہ سکھائی جائے تو بے قابو ہو کر تخریب کا عمل شروع کر دیتے ہیں۔ جذبات بے قابو ہو جائیں تو علم کمزور پڑ جاتا ہے۔ اور فرد بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس طرح نفسیاتی بیماری کا بڑا سبب جہالت ہے۔ خود شناسی اور خود آگہی کی کمی اور اپنی ذات سے ناآشنائی ہے اور فرد جب اپنی حقیقت اور اپنی ذات سے ناآشنا ہو جاتا ہے تو اس میں طبعی اور غیر طبعی' اختیاری اور غیر اختیاری' ارادی اور غیر ارادی اعمال کو اختیاری سمجھ کر ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور جب اس میں اسے کامیابی نہیں ہوتی تو نتیجہ کے طور پر مایوسی' ناامیدی' الجھن' کشمکش' اضطراب' بے یقینی' بے راہ روی اور بے بسی کا شکار ہو جاتا ہے۔

اس بے یقینی' بے بسی اور مایوسی سے بچنے کے لئے وہ مختلف بہانے ڈھونڈتا ہے جہاں سکون ملتا ہے وہاں بیٹھ جاتا ہے اور یہ عمل بار بار دہراتا ہے۔ اس طرح یہ عمل علامت بن جاتا ہے۔ نفسیاتی مرض کی نفسیاتی امراض میں ہیجانات کو بڑا دخل حاصل ہے۔ یہ جب بے لگام ہو جائیں تو تباہی مچا دیتے ہیں۔ جذبات کو بے قابو کرنے کا باعث منفی سوچ یعنی بے سوچ سے ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ انسانی سوچ اور ہیجان دو الگ الگ شعبہ جات نہیں ہیں۔ بلکہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ وقوف ہیج اور ردعمل کے درمیان رابطہ کا کام کرتا ہے۔ ہم جس چیز کو کردار اور ہیجان کہتے ہیں وہ صرف ماحول کے ردعمل کے طور پر ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس میں فرد کی سوچ کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ فرد کی سوچ پر اس عقیدے اور رویے کا جو وہ اپنے ماحول کے بارے میں' کائنات کے بارے میں اور دوسرے افراد کے بارے میں رکھتا ہے اہم اثر ہوتا ہے۔

...نفسیاتی امراض کی بنیاد زیادہ تر سوچ پر ہوتی ہے۔ افکار ہی سے اعمال کا صدور ہوتا ہے۔ ...تکرار کو عادت کہتے ہیں اور عادت کی تنظیم وتربیت سے سیرت تشکیل پاتی ہے جب سوچ اور عمل ...عقیدہ اور سوچ کا ٹکراؤ ہو تو مرض کی بنیاد پڑتی ہے۔ یہ کیفیت فرد کے لئے تکلیف دہ ہوتی ہے ...معاشرے کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے علم وعمل میں ہم آہنگی پیدا کرنے' مطابقت اور اعتدال کی راہ ...کے لئے راہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ نفسیاتی اصطلاحی طریقہ علاج کی بنیاد مذہب پر رکھی جاتی ...راہنمائی فراہم کرنے کے لئے کسی مرشد کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

اس طریقہ علاج کا بنیادی نکتہ نظر یہ ہے کہ فرد میں اپنے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت ہوتی ...کیونکہ یہ مسائل زیادہ تر خود اس کے اپنے پیدا کردہ ہوتے ہیں اور ان میں اس کی منفی سوچ کو بڑا دخل ...ہے۔ مگر فرد کو ان مسائل سے شعوری آگاہی نہیں ہوتی۔ اس لئے خود شناسی یا خود آگاہی کیلئے وہ کسی ...شخص پر انحصار کرنا چاہتا ہے جسے مرشد بھی کہا جا سکتا ہے اور سائیکوتھراپسٹ بھی۔

پہلے دو تین سیشن میں مریض کے حالات معلوم کئے جاتے ہیں اُس کے ماحول کا جائزہ لیا ...جاتا ہے اور گفت وشنید کے دوران یہ پتہ چلایا جاتا ہے کہ سوچ اور عمل میں کہاں تضاد ہے یا ماحول اور فرد کی ...شخصیت کا کہاں ٹکراؤ ہے۔ فرد میں ایسی سوچ اور فکر پیدا کی جاتی ہے کہ وہ خود اپنے مرض کی نوعیت کے ...بارے میں جان کر راستہ تلاش کر سکے۔ فرد کو احساس دلایا جاتا ہے کہ ماضی کے گناہوں میں کھوئے رہنے ...سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے آئندہ کے لئے بہتر منصوبہ بندی کی جائے۔ توبہ کی ...انجام بتا کر اس سے توبہ کرنے کی عملی مشق کرائی جاتی ہے اور مریض سے کہا جاتا ہے کہ وہ ماضی کے واقعات کو بار بار نہ دہرائے۔ کیونکہ اس طرح ان واقعات کو اور تقویت ملتی ہے جس سے خرابی میں اضافہ ہوگا۔ چونکہ معالج اور مریض میں باہمی یگانگت مذہب کے مقام پر پائی جاتی ہے۔ لہٰذا دونوں ایک ہی عقیدہ رکھتے ہیں اور مریض کو یقین دلایا جاتا ہے کہ ماضی کی سیاہ کاریوں پر شرمسار ہونے کے بعد وہ ان گناہوں سے قطعی پاک صاف ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب اسے آج کے دن سے نئی زندگی کا آغاز کرنا ہے جس میں وہ احتیاط برتے کہ کوئی غلط کام نہیں کرے گا اور اپنی سوچ کو سیدھا رکھے گا۔

مختلف واقعات سنا کر اور کتب پڑھنے کو دے کر مریض میں ایک مخصوص ذہنی سوچ پیدا کی جاتی ہے۔ پھر اس سوچ کو عمل سے دوچار کیا جاتا ہے یعنی اب اس کی عملی تربیت کا آغاز ہوتا ہے مثلاً اسے کہا جاتا ہے کہ صرف کاموں کے بارے میں سوچتا ہی نہ رہے بلکہ اپنے عمل سے بھی ان کا اظہار کرے۔ نماز ہماری عملی پاکیزہ زندگی کی بہترین مثال ہے لہٰذا اس طریقہ کار سے مریض کے عقیدہ اور عمل میں ہم آہنگی

ادا کی جاتی ہے۔ اس طریقہ علاج کی کامیابی اس بات پر منحصر ہے کہ معالج خود اس پر عمل درآمد کرنے میں کس حد تک یقین ظاہر کرتا ہے۔ ایسا جذبہ مریض میں یقین، امید اور بھروسہ پیدا کرتا ہے۔ اصطلاحی طریقہ علاج میں معالج اور مریض دونوں خدا پر یقین رکھتے ہیں اور اس یقین کا اظہار زبان اور عمل سے بار بار کیا جاتا ہے۔ اس طریقہ علاج میں کسی ایک تکنیک اور جامد اصولوں پر بھروسہ کرنے کی بجائے مریض کی استعداد اور مرض کی نوعیت کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف تکنیکس اختیار کی جاتی ہیں۔ شریعت و طریقت، تزکیہ نفس سے لے کر مراقبہ تک نفسیاتی اصلاحی طریقہ علاج خدا اور بندے کے درمیان آنے والے بے لگام جذبات کو تہذیب سکھانے کے لئے سوچ کی تصحیح کرتا ہے۔ معالج تصحیح کے عمل میں چار مدارج سے گزرتا ہے۔

1۔ دوستانہ باہمی اعتماد اور عقیدت و احترام کے ساتھ مقاصد کی مشترکہ عمارت کی تعمیر کرنا۔

2۔ تجزیہ اور تزکیہ کے ذریعے فرد میں ذاتی اور سماجی روابط کا شعور پیدا کرنا۔

3۔ بصیرت اور ذات کی پہچان کا عمل۔

4۔ کرداری عمل کے ذریعے سوچ اور عمل کی تشکیل۔

یہ طریقہ علاج موجودہ دور کے (Cognitive Behaviour Therapy) سے کسی حد تک ملتا جلتا ہے۔ ایک تجربہ ہے جو ابھی ابتدائی دور سے گزر رہا ہے۔ مگر مشکلات کے حل کے سلسلے میں کافی مفید، موثر اور دیرپا ثابت ہو رہا ہے۔ اس طریقہ علاج سے قوت ارادی میں اضافہ ہوتا ہے، مقصد سے وابستگی پیدا ہوتی ہے اور بے لگام جذبات کو کنٹرول ملتا ہے۔

----------0----------

صحرائوں میں جنگلات

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ عالمی درجہ حرارت شجر کاری کی وجہ سے کم کیا جا سکتا ہے۔ مگر اس قدر وسیع پیمانے پر جنگلات کی کاشت بہت مشکل ہے۔ امریکہ میں اس کا طریق دریافت کر لیا گیا ہے۔ اب ایک سالہ پودے ہوائی جہازوں کے ذریعے ویرانوں میں گرائے جائیں گے۔ یہ پودے ایروڈائنامک تھیلوں میں بند ہوں گے۔ ان تھیلوں کے اندر پودوں کی افزائش کے لیے نمی اور خوراک بھی موجود ہوگی۔ ایک چھوٹے سے جہاز کے ذریعے پودوں کی 8 لاکھ تھیلیاں گرائی جا سکتی ہیں۔ اس طرح بڑے بڑے صحرائوں میں جنگلات اگائے جا سکتے ہیں۔

کُنجِ لَب: ایک جائزہ

پروفیسر کوثر سلطانہ (حق باھُو گولڈ میڈلسٹ)

کنج لب پروفیسر سمیع اللہ قریشی کا خوبصورت نظموں پر مشتمل شعری مجموعہ ہے۔ اُنہوں نے نثر میں مختلف موضوعات پر بڑی پُرمغز اور تحقیقی شہ پارے کتابی صورت میں قارئین کی نذر کیے ہیں۔ ان کاوشوں کے اعتراف میں "سرزمین جھنگ آثار و ثقافت" پر گورنمنٹ آف پنجاب نے بہت بڑے اعزاز سے نوازا ہے۔ وہ ایک ادیب، محقق، تنقید نگار اور اردو پنجابی شاعر کی حیثیت سے ادبی حلقوں میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ اور ان تمام حوالوں سے بڑھ کر ان کی پہچان اور شان کہ وہ ایک عظیم استاد جنہوں نے اپنے علمی و تدریسی تجربات سے اپنے شاگردوں کی علمی تشنگی کو نہ صرف بجھایا بلکہ بڑھایا اور بحیثیت ڈائریکٹر ایجوکیشن بھی اُن کی خدمات سے استفادہ کیا گیا اور اسلامیہ کالج لاہور کے سابق پرنسپل ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اُنہوں نے پنجابی زبان و ادب پر بھی طبع آزمائی کی۔ پروفیسر موصوف کی شاعری "کنج لب" کے الاپ میں قارئین اور مداحوں کیلئے اس فرسودہ رسموں میں جکڑے معاشرے، متعفن ماحول، نفرت اور گھٹن آلود فضا میں پیامِ شفا ہے۔ انسان جو خود فطرت کا شہکار ہے۔ اُس سے جو کچھ مشاہدہ کے انداز میں محسوسات کی دُنیا سے جو معطر ہوائیں آتی ہیں جو پیام بادِ بہاری بن کر اس پر جب چھا جاتی ہیں تو حرفوں کی موسیقی میں غنائیت بڑھ جاتی ہے۔ جلترنگ بج اٹھتے ہیں۔ خیالات کو پر و بال حیات مل جاتے ہیں۔ اور پھر یہ پرواز کوہ و دمن کو چیرتی ہوئی کہیں بلند سے بلند تر چوٹیوں پر بھی سکون نہیں پاتی۔ بلکہ اور وسعت کی متلاشی ہوتی ہے۔ یہ سب بلندی عروج، سکون اور آسودگی اس کائنات میں کیسے اور کہاں سے حاصل ہوتی ہے۔ وہ کونسی دائمی اور ازلی حقیقت ہے جو کہ ابدیت کی حدوں کو چیرتی نظر آتی ہے۔ جس سے دنیا سکون پاتی ہے۔ وہ چار حرفوں پر محیط لفظ محبت ہے۔ جو ہر دکھ کا تریاق ہے۔ ہر سکھ کا نشان اور محبت ہی تخلیق کائنات کا محور و مرکز ہے۔ اور اس کا نام کنج لب ہے۔ موصوف نے محبت کے موضوع پر اس شعری مجموعے میں کسی مستند شاعر کی داد و تحسین کا سہارا لئے بغیر بُردہ شریف کی تشبیب سے کیا ہے۔ اور پوری کتاب اس تشبیب سے انتہا کو پہنچتی نظر آتی ہے۔ کسی "مقدمہ" کی پیش بھگتے بغیر نعیم بشیر احمد کی تحریر کے پس منظر میں محبت کے تمام نشیب و فراز کو آساں بنا دیتا ہے۔ ان کی یہ سہل پسندی اُن کی شاعرانہ عظمت کی منہ بولتی تصویر ہے۔ اس کاوش میں قدیم و جدید رنگ کی آمیزش، آزاد نظموں کے حوالے سے قارئین کے قلب و ذہن میں سما جاتی ہے۔ اور ابتدائی تعارفی تحریر میں آخری سطر کہ "ضروری تو نہیں کہ محبت میں کوئی لالچ بھی موجود ہو" کنج لب کی شرح ہے۔ شاعر نے زندگی کے خوبصورت پہلو کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔

زندگی بار بار نہیں ملتی اور انسان نراد؟ کیوں ہے - وہ تو اشرف المخلوقات ہے - اس زندگی کو خزاں کی نذر کرنے کی بجائے دُنیا کے حسن سے مالا مال ہونے کی ترغیب ملتی ہے - چار دانگ عالم میں محبت کے بکھرے بکھرے اور گزرتے نظر آتے ہیں - جذبوں کو ایمان ملتا ہے - وسوسوں کو یقین اور اس محبت کے پیام سے افسردگی کی بجائے طمانیت حاصل ہوتی ہے - اس میں مختلف موضوعات ہیں - مگر مرکز و محور ایک ہی ہے - محبوب نظر بھی انکار میں آباد ہے - کسی عنوان میں خوابوں کی تعبیر کی صورت میں ہے - کہیں منزل کا نشاں ہے اور ہر جا محبت بے گماں ہے - نہاں ہے عیاں ہے - بس ایسے میں زندگی کہیں باہمی اعتماد ہے - جو خستہ تنوں میں جان ڈال دیتی ہے - "عمر گریزاں کی دہلیز سے "محبت کا سفر شروع ہو کر آخری نظم پر اختتام پذیر ہوتا ہے - نظموں میں شاعرانہ رچاؤ' مختصر بحروں میں اظہار کی وسعت' تخلیق کار کی ذہنی اپج کا تعین کرتی نظر آتی ہے -

کنج لب فطرتی رنگ آمیزی کا نادر نمونہ ہے - کائنات کے ذرے ذرے سے محبت کی روشنی حاصل کی ہے - کوئی شے اس کائنات کی محبت کے لافانی جذبوں سے عاری نظر نہیں آتی ہے - وہ گل و بلبل' پھول کلیوں' سلجھے کی جھاڑیوں' مہکے گوشوں' لباس میں رچی محبت' عنبریں زلفوں' نیم خوابیدہ آنکھوں' وجود کی ملائمت' ریشمی سرسراتے لبادے' سرو قد' چال کا بانکپن' رس گھولتے کلام' شیریں لب' متبسم چہرہ' ستواں ناک' نازک کلائیاں' کمر کا خم' تراشیدہ لب اور اُس پہ کنج لب شاعر کے دل کی دُنیا کو آباد و شاد کیے ہیں اور کوئی بھی آہ و بکا جو قدیم شعراء کی قسمت میں لکھ دی گئی تھی محبت کی اس تراوش میں جگہ نہیں پا سکتی -

جدید قدیم شاعرانہ رنگ کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں - وہ محبوب تک رسائی کیلئے کسی کبوتر کا انتظار نہیں کرتے کہ تو جا اور پھر آ - بلکہ بڑے وثوق اور یقین کے ساتھ (صفحہ 30)

اُس کی آواز سنگی چٹانوں سے گرتے ہوئے پانیوں کی سی آواز ہے -

جیسے تاروں سے نغمے برستے ہیں

ابر سے جھرنے اُترتے ہیں

پرندے!

وہاں اتنی لمبی مسافت پر

اس جیسا پیکر کوئی دوسرا تو نہیں ہے

وہ آپ اپنی پہچان ہے

میرے آنسوؤں کے یہ موتی اٹھا اپنی منقار سے

تو وہاں اس کے آنگن میں جا پہنچا

دیکھو جب وہ حسیں اپنی زلف گھنی کو کھولے

تو یہ میرے تابندہ موتی اُسے دے

اور آ جا!

کنج لب کی شاعری بادی النظر میں محبت کے عام موضوع پر لکھی گئی شعری کاوش ہے - مگر محبت تو اپنے اندر ایک آفاقیت لئے ہوئے ہے - محبت اولاً تو عام موضوع نہیں - یہ کوئی ارزاں جنس نہیں کہ جا کر بازار سے خرید لائے - یہ تو وہ کومل جذبے ہیں - جس میں سمندروں کی گہرائی' آسمانوں کی وسعتیں' ستاروں کی روشنی' شبنم کی پاکیزگی' سورج کی تمازت' بہتے چشموں کی روانی اور فطرت کا طلوتی حسن اپنے اندر سموئے ہوئے ہے - محبت کے سحر کو اس انداز میں بیان کیا ہے جو سر چڑھ کر بول رہا ہے -

کنج لب میں روایتی ہجر و وصال کے اشارے' نارسائی کا کرب' چاندنی راتوں کی خنک' تصورات کی دُنیا کی آبادی' محبوب کے حسن کو خوش رنگ وادیوں پر منعکس ہوتے دیکھنا' وقار محبت کو قائم رکھنا' دوری پر تڑپنا محرومی نہیں - بلکہ آنسوؤں کی بارش میں سرسراتے سایوں میں' کسی کھنڈر کے پیچھے رات کی رانی کے جھنڈ میں' لیروں کی باڑوں میں' رنگ رنگ پھولوں میں - (صفحہ 93)

یہ تمہارا پیکر ہے

یہ تمہارا چہرہ ہے

جس کو دیکھتا جاؤں

جس میں ڈوبتا جاؤں

ایک شب ہوا ایسی بھی

خوبصورت تشبیہات و استعارات' مشاہدہ کائنات' تخلص' الفاظ' سراپا نگاری اور خوبصورت قافیہ ردیف کی عمدہ مثالیں جو عام شعراء کے ہاں ناپید ہیں (صفحہ 86) اے ہوا اُسے چوم' پابند نظموں میں سے ایک نادر نمونہ ہے -

حریم حُسن کے اپنے بھی ہیں بہت آداب
تو خامشی سے اُسے دیکھ بے صدا اسے چوم
یہی ہے شوقِ فراواں کے سلسلوں کا عروج
یہی ہے آج محبت کی انتہا اسے چوم
ابھی ابھی ترے کوچے سے جو بھی گزرا ہے
تو یہ نہ دیکھ کہ ہے کس کا نقش پا اسے چوم

محبت سے حسین عنوان پر لکھی گئی کتاب میں قاری کو سنگلاخ چٹانوں سے نہیں گزرنا پڑتا - بلکہ زندگی ہی سے عنوانات لے کر اس عنوان کی تزئین و آرائش کی گئی ہے - پیامِ محبت کو چہار سو پھیلانے کی کوشش کی گئی ہے - سحر کی سپیدی اور نمکینی شام سے استفادہ کیا ہے - نہ اپنی ذات کو گرایا ہے اور نہ محبوب کو نایافت قرار دیا ہے - بلکہ رگِ جاں سے قریب اور دل میں جاگزیں ہے - اُسے کائنات کا ہر وقار بخشا ہے اور یہی محبت کی معراج ہے اور انسان کی عظمت ہے - (صفحہ 33 نظم پیاس)

میرا وقار بھی تو میرا احترام بھی تو
میرے لئے تو سویرا بھی تو ہے شام بھی تو
میرے لئے مے تند و لالہ فام بھی تو
میرے لئے تو صراحی بھی تو ہے جام بھی تو
ترے فروغ سے ہے یا میری نمود سے ہے
میرے وجود میں رونق ترے وجود سے ہے
جواز اس کا ترے غیب اور شہود سے ہے
یہ سلسلہ تو اسی ایک ہست بود سے ہے

شاعر ادراک کی اُس منزل پر ہے کہ بہت کچھ پالیا ہے مگر محبت کی انتہا چاہتا ہے - (صفحہ 37)

تیرے وجود کے آنگن میں بس رہا ہوں میں
عجب بات ہے پھر بھی ترس رہا ہوں میں

خوبصورت تراکیب کا استعمال 'لفظی بندشیں' اظہارِ خیال میں بے باکی 'حقیقتوں کی امین' کنجِ لب خوبصورت عنوانات کا مرقع ہے - جہاں شعر نہ صرف خود آہوں اور آنسوؤں سے نکلتے دکھائی دیتے ہیں - بلکہ قاری کے اپنے من میں محبت کا اک جہاں آباد ہوتا نظر آتا ہے - اور یہی جناب سمیع اللہ قریشی کی خوبصورت شاعری کی کامیابی کی دلیل ہے - (صفحہ 46)

گلاب چہرے کو چھوتی ہے جونہی پہلی کرن
تو زر نگار سویرا اُترنے لگتا ہے
جمالِ نیم نگاہی کی برق پاشی سے
بجھا بجھا رخِ گیتی سنورنے لگتا ہے
تمہارا نام بھی آ جائے میرے ہونٹوں پر
تو جیسے سبز رتیں ہمکلام ہوتی ہیں
تمہارا ذکر کسی دوسرے سے سن لوں میں
تو میری شامیں فقط تیرے نام ہوتی ہیں

---o---

ہر لحظہ نیا طور نئی برقِ تجلی

جنرل سیکرٹری حق باھُوؒ ویلفیئر سوسائٹی

حق باھُوؒ ویلفیئر سوسائٹی کا قیام اور سرگرمیاں:

عوامی فلاح و بہبود کے فروغ کے لئے ایک سماجی تنظیم کا قیام عمل میں لانا ضروری سمجھا گیا - جو باقاعدہ طور پر سماجی ترقیاتی و معاشرتی سرگرمیوں کا اجراء کیا جا سکے - اس لئے یہ تنظیم معرضِ وجود میں آئی - جو بفضل تعالیٰ ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے آج پورے ملک میں پھیل چکی ہے - سرزمین بھی حضرت سلطان باھُوؒ کی دھرتی ہے - اس لیے سوسائٹی کا نام بھی اسی نسبت سے حق باھُوؒ ویلفیئر سوسائٹی رکھا گیا -

اسمائے گرامی جنرل باڈی:

صدر - صاحبزادہ سلطان غلام میراں
نائب صدر اول - صاحبزادہ خالد سلطان
نائب صدر دوم - سید غلام مہدی شاہ
جنرل سیکرٹری - ناصر سلطان خان دُرانی
جوائنٹ سیکرٹری - ذوالفقار خان
فنانس سیکرٹری - مرید حسین
سیکرٹری نشر و اشاعت - مہر منیر خان نول -

ممبران مجلس عاملہ:

صاحبزادہ سکندر سلطان - صاحبزادہ ڈاکٹر عابد سلطان - ساجد حسین قریشی ایڈووکیٹ - مسز شمیم اختر سپرا - صاحبزادہ طارق سلطان -

سوسائٹی کا صدر دفتر حق باھُوؒ کالونی خوشاب روڈ سب تحصیل 18 ہزاری ضلع جھنگ ہے

تنظیم کے زیر اہتمام مندرجہ ذیل امور پر باقاعدہ کام ہو رہا ہے - یاد رہے کہ سوسائٹی کی ساری سرگرمیاں اپنی مدد آپ کے تحت جاری و ساری ہیں - کسی سرکاری و غیر سرکاری ادارے سے مدد نہیں لی جاتی -

فروغِ تعلیم: حق باھُوؒ ہائی اسکول اوستا محمد بلوچستان اپنی مثال ہے - جس میں اب تقریباً دو ہزار طلباء زیر تعلیم ہیں - ادارہ کے لیے جگہ سوسائٹی نے فراہم کی تھی - اور سٹاف گورنمنٹ کا ہے -

حق باھُوؒ مدارس: پورے سندھ بلوچستان میں مشہورِ زمانہ ہیں - جن میں طلباء کو دینی تعلیم کیساتھ

ساتھ دنیاوی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ مدارس سے فارغ التحصیل حفاظ علماء ہر محاذ پر اسلامی و دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور تعلیمات باھوؒ سے عوام الناس کو روشناس کرا رہے ہیں۔

حق باھوؒ کانفرنسز کا انعقاد: پورے ملک میں حق باھوؒ کانفرنسز اور اسلامی اجتماعات کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ تاکہ عوام الناس کے دلوں میں تعلیمات اسلامیہ کی رُوح پھونکی جائے اور وہ تعلیمات اسلامیہ کے مطابق اپنی زندگی گزار سکیں۔

پاک کتب حق باھوؒ کالونی: پاک کتب بھی اسی امر کی ایک کڑی ہے۔ جس کے لئے بلڈنگ' جگہ سوسائٹی نے دی ہے۔ جبکہ تمام طلباء وطالبات کو ہر سال کتب' یونیفارم اور باقاعدہ وظائف سوسائٹی عطا کرتی ہے۔

پاک کتب سوشل ویلفیئر: پاک کتب سوشل ویلفیئر جھنگ میں طلباء وطالبات کی فلاح و بہبود کے لیے بھی حق باھوؒ ویلفیئر سوسائٹی باقاعدہ ڈونیشن دیتی ہے۔ اور ہر سال منعقد ہونے والے پروگرام "بچوں کا میلہ" کو بھی سپانسر کرتی ہے۔ جس میں طلبا اور باہر سے آئے ہوئے طلباء وطالبات مع سٹاف کو اسناد و اعزاز' ایوارڈز و نقد انعامات سے نوازا جاتا ہے۔

روحانی تعلیم و تربیت: یکم محرم الحرام سے گیارہ محرم الحرام تک پوری دنیا سے آئے ہوئے زائرین حضرت سلطان باھوؒ کی روحانی غذا کے لیے ملک بھر سے جید علمائے کرام' اسلامی سکالرز' نعت خوان اور قراء حضرات کو دعوت دی جاتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ زائرین حضرت سلطان باھوؒ کے قیام و طعام کا بھی خاطر خواہ بندوبست کیا جاتا ہے۔

بہبود خواتین: اس سلسلے میں سوسائٹی نے دستکاری سکول کے لیے مرکزی صدر سوسائٹی ہذا نے حق باھوؒ کالونی پر ایک کنال کا پلاٹ اور عمارت دی ہے۔ بہت جلد علاقے کی لڑکیوں کی فنی تربیت کا باقاعدہ آغاز کر دیا جائے گا۔ جہاں پر لڑکیاں کڑھائی' سلائی وغیرہ سیکھ کر اپنے پیروں پر کھڑی ہو سکیں گی۔ لڑکیوں کو مذکورہ سینٹر میں مفت تعلیم دی جائے گی۔

فروغ ادب: حق باھوؒ ویلفیئر سوسائٹی کے ذیلی ادارے حق باھوؒ ڈائجسٹ نے سرزمین جھنگ میں روشنیوں کے سفر کو جانب منزل رواں دواں رکھنے کے لئے نشانِ سپاس اور قرطاسِ اعزاز کے سلسلے میں گولڈ میڈلز اور ایوارڈز کی جو روایت سال ہا سال سے قائم کی ہوئی ہے۔ اس کا محرک یہی ہے کہ تعمیرِ وطن کے کاموں میں مختلف شعبہ ہائے زندگی میں نمایاں خدمات سرانجام دینے والے اس دھرتی کے مایہ ناز

ہستیاں اہل علم سے متعارف ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ادارہ ہذا نے جہاں خلوص کی فراوانی کو ہمیشہ مطمح نظر قرار دیا ہے وہاں گولڈ میڈلز کے سلسلے میں بطور خاص اس امر کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے کہ یہ ہر حال میں زر خالص (خالص سونے) سے تیار ہوں اور جس طرح ایوارڈ یافتگان ہر آزمائش میں کُندن بن کر سامنے آئے ہیں۔ اسی طرح یہ ایوارڈز بھی ہر کسوٹی پر پُورے اُتریں۔ بقول شاعر

ہم نے تو دل جلا کے سرِ عام رکھ دیا
اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی

یاد رہے کہ ایوارڈ کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوتا ہے اور ایوارڈ یافتگان کمیٹی کے ممبر نہیں ہوتے۔ جن شخصیات کی خدمت میں گولڈ میڈلز و حق باھوؒ ایوارڈز پیش کیے جا چکے ہیں۔ انکے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

1۔ سید محمد سراج گیلانی	(حق باھوؒ ایوارڈ)	بسلسلہ فروغ تعلیمات اسلامیہ و سماجی خدمات
2۔ محترمہ سیدہ عابدہ حسین	"	بسلسلہ سماجی و سیاسی خدمات
3۔ پروفیسر فرخ گیلانی	(حق باھوؒ گولڈ میڈل)	بسلسلہ شاعری و ماہر تعلیم
4۔ ڈاکٹر محسن مگھیانہ	"	بسلسلہ مایہ ناز ادیب و ماہر سرجن
5۔ ڈاکٹر محمد نسیم انصاری	"	بسلسلہ ماہر امراض چشم
6۔ معین تابش	"	بسلسلہ شاعری
7۔ ظفر سعید	"	بسلسلہ شاعری' کمپیئرنگ و فروغ تعلیم
8۔ پروفیسر حاجی محمد حیات	"	بسلسلہ ماہر سائیکالوجسٹ و سماجی خدمات و ماہر تعلیم
9۔ پروفیسر مسز کوثر سلطانہ	"	بسلسلہ ماہر تعلیم و مایہ ناز ادیب
10- بیدل پانی پتی	"	بسلسلہ شاعری
11- مہر محمد ریاض سیال	(حق باھوؒ ایوارڈ)	بسلسلہ شاعری و فروغ تعلیم
12- سید علی کوثر جعفری	"	بسلسلہ شاعری و فروغ تعلیم
13- پروفیسر صفدر علی شاہ	"	بسلسلہ فروغ تعلیم' کمپیئرنگ
14- مولانا شیر محمد سلطانی	"	بسلسلہ ماہر تعلیم و فروغ تعلیمات اسلامیہ و افکار باھوؒ
15- حاجی فضل کریم	"	بسلسلہ صحافت و سماجی خدمات
16- محترمہ شمیم اختر سپرا	"	بسلسلہ ماہر تعلیم

17- سید عامر حسن گیلانی " بسلسلہ فروغ تعلیم
18- سید قمر عباس زیدی " بسلسلہ فروغ صحافت وسماجی خدمات
19- محمد اسلم سیٹھی " بسلسلہ پریس فوٹوگرافی

ادارہ ہذا نے میڈلز و ایوارڈز کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے ہونہار طلباء و طالبات کو بھی آئندہ کے لئے شامل کیا ہے۔ سال 2002ء اور 2003ء کے لیے کمیٹی نے جن مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی شخصیات کو گولڈ میڈلز و ایوارڈز عطا کرنے کا اعلان کیا ہے۔ ان کے نام درج ذیل ہیں۔

☆ ڈاکٹر محمد طارق ممتاز (حق باھُو گولڈ میڈل) بسلسلہ ماہر امراض بچگان و نوزائیدگان
☆ پروفیسر غلام شبیر رانا " بسلسلہ تحقیق، شاعری، ماہر تعلیم و مضمون نویسی
☆ مہر محمد ریاض سیال " بسلسلہ شاعری و تحریر معراج شریف
☆ حاجی منظور انور " بسلسلہ صحافت وسماجی خدمات
☆ چوہدری محمد ارشد گجر (حق باھُو ایوارڈ) بسلسلہ صحافت وسماجی خدمات
☆ پروفیسر قمر سلطانہ " بسلسلہ ماہر تعلیم و مضمون نویس
☆ پروفیسر ناصر عباس نیر " بسلسلہ نقاد و ماہر تعلیم
☆ پروفیسر شفیع ہمدم " بسلسلہ ماہر تعلیم
☆ محمد انیس انصاری " بسلسلہ شاعری
☆ عبدالحمید قریشی " بسلسلہ فروغ تعلیم وسماجی خدمات
☆ سید اظہار حسین بخاری " بسلسلہ صحافت وسماجی سرگرمیاں
☆ مسز کوثر نسیم " بسلسلہ سماجی خدمات و فروغ سپیشل ایجوکیشن
☆ مہرین عباس (طالبہ) " بسلسلہ نظم قائد اعظم
☆ ملک مسعود اعوان " بسلسلہ منقبت حضرت سلطان باھُو و شاعری
☆ چوہدری مقبول حسین سہو " بسلسلہ صحافت

تقسیم اسناد اعزاز" گولڈ میڈلز و حق باھُو ایوارڈز کی تقریبات میں وطنِ عزیز کی مایہ ناز سیاسی، روحانی وسماجی شخصیات کو مدعو کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں پہلی تقریب کی صدارت خانوادۂ حضرت سلطان باھُو کی معروف روحانی و سیاسی شخصیت حضرت صاحبزادہ حاجی سلطان عبدالمجید سجادہ نشین دربار "مائی باپ" حضرت سلطان باھُو و سابق ممبر پاکستان سینٹ نے کی تھی۔ جبکہ مہمانانِ خصوصی میں سابق وفاقی

وزیر خارجہ، جگر گوشہ حضرت سلطان باھُو صاحبزادہ محمد نذیر سلطان، سابق ایم-این-اے و نائب سجادہ نشین
دربار سلطان باھُو صاحبزادہ محمد طاہر سلطان، سجادہ نشین آستانہ عالیہ غوثیہ قادریہ پیر کوٹ شریف و مرشدِ
پیر صاحب پگارہ آف سندھ پیر سید محمد سراج گیلانی کے علاوہ ایڈیشنل ایس-پی ڈاکٹر محمد مجیب الرحمٰن،
ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر جنرل محسن مشتاق چاندنہ اور بے شمار ادبی و سیاسی شخصیات نے بطورِ خاص شرکت کی۔
بعد میں ہونے والی تقریب کی صدارت صوبائی وزیر برائے سوشل ویلفیئر و بیت المال پنجاب
محترمہ مس شاہین عتیق الرحمٰن نے کی جبکہ ڈائریکٹر جنرل سوشل ویلفیئر پنجاب ڈپٹی ڈائریکٹر سوشل ویلفیئر
فیصل آباد زون چوہدری محمد اسلام ڈسٹرکٹ آفیسر سوشل ویلفیئر جھنگ کوثر علی گل، ڈپٹی کمشنر جھنگ عبید
ربانی قریشی ایس-ایس-پی جھنگ محمد اسلم ترین اور پیر سید محمد سراج گیلانی مہمانِ خصوصی تھے۔
فروغِ زراعت: زراعت کے فروغ کے لئے حق باھُو ویلفیئر سوسائٹی نے زراعت آفس کے لیے جگہ
دی ہے۔ جبکہ عملہ اور بلڈنگ سرکاری ہے۔ جہاں پر کاشتکاروں کو نت نئے اور جدید زرعی طریقوں سے
آگاہ کیا جاتا ہے۔ غلہ کی خرید و فروخت کے لئے فوڈ پرچیزنگ سینٹر بھی حق باھُو ویلفیئر سوسائٹی نے حق باھُو
کالونی میں بنوایا ہے۔
نادار اور بے سہارا لوگوں کی بہبود: نام نہاد سیاست دانوں اور وڈیروں کے ستائے ہوئے غریب
اور مفلوک الحال عوام کے لیے حق باھُو ویلفیئر سوسائٹی نے برلب روڈ حق باھُو کالونی میں چھ ایکڑ اراضی
خریدی جہاں پر نادار اور بے سہارا لوگوں کو مفت میں دس دس مرلے کے پلاٹ اور بجلی مفت میں لگوا کر دی
ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہاں کے عوام کی محنت مزدوری کے لیے وہیں پر حق باھُو رائس ملز حق باھُو بھٹہ خشت
بنوایا ہے تاکہ غریبوں کو محنت مزدوری کے لیے باہر نہ جانا پڑے۔ وہاں کے عوام کے بچوں کی تعلیم کے لیے
پاک مکتب منظور کروایا ہے۔ سکول ہذا کے لیے جگہ اور بلڈنگ سوسائٹی ہذا نے دی ہے۔
صحت: صحت کے حوالے سے فری ڈسپنسری کے لیے جگہ اور بلڈنگ سوسائٹی نے دے دی ہے۔ بہت
جلد کام شروع ہو جائے گا۔ جبکہ بہبود خواتین کے حوالے سے زچہ بچہ ہسپتال کے لیے 4 کنال اراضی محکمہ
سوشل ویلفیئر کے نام انتقال کر کے دے دی گئی ہے۔ امید ہے محکمہ بہت جلد اس کو قابلِ عمل بنائے گا۔
مواصلاتی سہولت: علاقہ حق باھُو کالونی و گرد و نواح کی عوام کی مواصلاتی سہولت کے لئے حق باھُو
کالونی نے اپنی شبانہ روز محنت سے حکومت پاکستان سے ڈاک خانہ منظور کروایا ہے۔
مختلف ذرائع سے ملنے والی خبریں: وطنِ عزیز کے مایہ ناز ماہر امراض چشم و حق باھُو گولڈ میڈلسٹ

ڈاکٹر محمد ارشد انصاری نے دوسری بار حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی ہے۔حق باہو ویلفیئر سوسائٹی اس سلسلہ میں ان کو دلی طور پر مبارکباد پیش کرتی ہے۔

☆ پچھلے دنوں ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن کونسل برائے رفاہی ادارہ جات جھنگ کی ... صاحبزادہ سلطان غلام میراں چیئرمین ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن کونسل برائے رفاہی ادارہ جات جھنگ کی ... فارم حق باہو کا دورہ کیا۔ تشریف لائے۔ فارم وزٹ کیا۔ ... کے بعد چلے گئے۔

☆ سابق ممبر پاکستان بیت المال کمیٹی و ڈسٹرکٹ جھنگ صاحبزادہ سلطان غلام میراں نے ... کے لیے وفاقی وزیر صحت ڈاکٹر عبدالمالک کانسی سے 26 لیڈی ہیلتھ ورکرز کا ... منظور کروا کر انہیں سب تحصیل 18 ہزاری میں تعینات کروایا ہے۔

☆ پروفیسر غلام شبیر رانا گورنمنٹ کالج جھنگ کو کالج ہذا کی کالج کونسل کا ممبر نامزد کیا گیا ہے۔اس ادارہ حق باہو ویلفیئر سوسائٹی ان کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے امید کرتی ہے کہ موصوف حسب سابق ... کا خیال رکھیں گے۔

☆ گورنمنٹ کالج جھنگ میں آل پاکستان بین الکلیاتی تقریبات کے کامیاب انتظام و انصرام کے سلسلہ میں پرنسپل گورنمنٹ کالج جھنگ ملک ظہور احمد نے پروفیسر صفدر علی شاہ (شعبہ اردو) کو حسن کارکردگی ... ادارہ حق باہو ڈائجسٹ ان کو یہ تحریک پیش کرتا ہے۔

☆ 23 مارچ کے حوالے سے ... سسٹم منڈی شاہ جیونہ ضلع جھنگ میں تقریب ہوئی۔ جس کی صدارت صدر حق باہو ویلفیئر سوسائٹی و چیئرمین ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن کونسل برائے رجسٹرڈ این۔ جی۔ اوز نے کی۔ ادارہ حق باہو ویلفیئر سوسائٹی کی طرف سے طلباء کو حق باہو میڈلز اور سٹاف کو نقد انعامات سے نوازا گیا۔ پرنسپل ادارہ عبدالحمید قریشی نے صاحبزادہ سلطان غلام میراں کی خدمت میں قرآن پاک کا تحفہ پیش کیا۔ تقریب میں جنرل سیکرٹری حق باہو ویلفیئر سوسائٹی ناصر سلطان خان درانی کے علاوہ اظہر ... (S.W.O) ملک ... (S.W.O) کے علاوہ احباب فکر و دانش نے شرکت کی۔ بعد میں صاحب صدر نے ... سکول منڈی شاہ جیونہ کا وزٹ کیا۔ پرنسپل ادارہ ہذا صوفی اعجاز ... نے معزز مہمانوں کو ادارہ کی طرف سے تعریفی اسناد پیش کیں۔اس کے بعد صاحبزادہ سلطان غلام میراں نے ... ڈسپنسری اسٹاف کی سکول کا افتتاح بھی کیا۔

☆ تمام رجسٹرڈ ضلعی این۔ جی۔ اوز نے صدر حق باہو ویلفیئر سوسائٹی صاحبزادہ سلطان غلام میراں کو اپنا چیئرمین برائے ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن منتخب کیا ہے۔ہم اس سلسلے میں تمام این۔جی۔اوز کے ممبران کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

☆ تمام مکاتب فکر کے عوام نے صاحبزادہ سلطان غلام میراں سابق ایم۔پی۔اے بلوچستان کو بیت المال کمیٹی جھنگ نامزد ہونے پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے امید ظاہر کی ہے کہ موصوف بطور ضلعی بیت المال ... امین بیت المال ہونے کے ناطے اپنی ذمہ داریاں مثبت انداز میں نبھائیں گے۔

☆ پروفیسر غلام شبیر رانا (ایم۔فل اردو) نے اپنا پی۔ایچ۔ڈی کا تحقیقی مقالہ بعنوان کرنل محمد خان (A.I.O.U) میں جمع کروا دیا ہے۔ادارہ حق باہو ویلفیئر سوسائٹی ان کی اس تحقیقی کاوش پر ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہے۔

☆ صدر حق باہو ویلفیئر سوسائٹی و سابق ممبر شاہی جرگہ بلوچستان صاحبزادہ سلطان غلام میراں نے آل پنجاب N.G.O5 کی تین روزہ ورکشاپ بمقام P.C ہوٹل لاہور میں شمولیت کی۔جس میں امین صوبائی بیت المال کمیٹی پنجاب ایئر مارشل ریٹائرڈ محمد یونس خان نے انہیں سند امتیاز سے نوازا۔

اٹھارہ ہزاری پر ایک ڈائری: (سید اظہار حسین بخاری)

ضلعی صدر مقام جھنگ سے ستائیس کلومیٹر دور واقع قصبہ اٹھارہ ہزاری کثیر آبادی پر مشتمل ہے۔اس کا شمار ضلع جھنگ کے اہم اور حساس قصبوں میں ہوتا ہے۔ماضی گواہ ہے کہ یہ قصبہ جھنگ کے حلقہ این اے 69 اور پی پی 68 کی سیاسی سرگرمیوں کا مرکز رہا۔اٹھارہ ہزاری کی تاریخی سیاسی سماجی مذہبی اقتصادی و معاشی اہمیت کے پیش نظر حکومت اسے "سب تحصیل" کا درجہ دے چکی ہے۔یہاں کی عوام اس جدید سائنسی دور میں بھی زندگی کی کئی بنیادی سہولتوں سے محروم ہے چونکہ اٹھارہ ہزاری اور داموآستانہ میں نکاسی آب کا مسئلہ مقامی لوگوں کے لیے مستقل دردسر بنا ہوا ہے۔آبادی کی گلیاں سڑکیں اور بازار جوہڑ کا نمونہ پیش کر رہے ہیں۔گندگی غلاظت اور بدبو سے لوگوں پر عرصہ حیات تنگ ہو چکا ہے۔متعلقہ سرکاری محکمے کے بااختیار حکام اس اہم ترین مسئلے سے مسلسل چشم پوشی کر رہے ہیں۔طبی سہولیات کا فقدان بھی اٹھارہ ہزاری اور داموآستانہ کے عوام کا دیرینہ مسئلہ ہے۔یہاں موجود سول ڈسپنسری جس کی عمارت "بھوت بنگلہ" بن چکی ہے اور وہاں ادویات دس سال سے دستیاب نہ ہیں عوامی طبی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہے۔مقامی لوگ پرائیویٹ ڈاکٹروں سے علاج معالجہ کرانے پر مجبور ہیں۔جن کی بھاری فیسیں ادا کرنا غریبوں کی رسائی سے باہر ہے۔لہٰذا اٹھارہ ہزاری کی عوام کا جائز حق ہے کہ یہاں جدید طبی سہولیات سے آراستہ سرکاری ہسپتال جلد از جلد بنایا جائے۔سابق حکومت کے دور اقتدار میں

نحمدہ' ونصلی علی رسولہِ الکریم

Haji Abdul Hameed Qureshi

(M.A. Urdu, Islamiat Retired Head Master)

ناظم: الحنا کریم ماڈل سکول منڈی شاہ جیونہ

تقریب اسلامی جمہوریہء پاکستان

23 مارچ 2002ء

بازو تیرا توحید کی قوت سے قوی ہے — اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے

Worthy president respectable teachers and students

السلام علیکم ورحمتہ اللّٰہ وبرکاتہ'

To day is 23rd of March. 62 years ago Pakistan resulation was passed on the basis of ideology of Islam rejecting the other like scrulism, Capatalism and Patriotism. We rejected these ISMS because

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے — جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے — ارشادِ نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے

My Topic is Idology of Pakistan

Worthy President the ideology of a nation always reflects the state of peoples mind, Emotion, Ideals or objectives and a Subsiting will.

There is one and only one country which claims itself to be ideological state as it is founded on the principles of Islam. It came into being because Muslims of Indopak developed an attitude which was determined by a conscousness of certain Principles or objectives which they felt.

Worthy President

اس سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے — کیا ہے اپنے بخت خفتہ کو بیدار قوموں نے

In this subcontinent their exist numerous groups of people such as Sindhis, Punjabies, Balock and Pathan. They are different in language, georaphical territory, but they adhere to a common spirtual aspiration and that is....

اٹھارہ ہزاری میں طلباء کیلئے ڈگری کالج کے قیام کی منظوری ہوئی۔ جس کی عمارت کے لیے محکمہ تعلیم نے موضع واصوا [illegible] میں "[illegible]" کے قریب 17 کنال اراضی (پلاٹ) بھی حاصل کر لی۔ منصوبے پر کام شروع ہونے والا تھا کہ نواز شریف حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور عوامی فلاح کا یہ عظیم منصوبہ سرد خانے کی نذر ہو گیا۔ یہاں کی آبادی کی تعلیمی ضروریات کے پیش نظر اٹھارہ ہزاری میں طلباء و طالبات کے لیے جلد از جلد الگ الگ ڈگری کالجوں کا قیام ناگزیر ہے۔ یہاں نوجوانوں کے لیے کھیل کا میدان اور لائبریری کا قیام بھی انتہائی ضروری ہے۔ سب تحصیل اٹھارہ ہزاری دریائے جہلم اور چناب کے سنگم تریموں ہیڈ ورکس سے صرف تین کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ مذکورہ دریاؤں میں آنے والی طغیانی اس علاقے کے لیے تباہی و بربادی کا پیغام لے کر آتی ہے۔ سیلابوں کی تباہ کاریوں نے اٹھارہ ہزاری کے عوام کو معاشی و اقتصادی بدحالی کی دلدل میں دھکیل دیا ہے۔ تریموں ہیڈ ورکس کے قریب پانی کی نکاسی کا گند رکھ دیا گیا ہے جس سے یہ مسئلہ حل کیا جا سکتا ہے۔ جھنگ سے [illegible] روڈ کا [illegible] حصہ بالکل ٹوٹ پھوٹ چکا ہے۔ سڑک کے کنارے [illegible] گاڑیوں کی آمد و رفت محال ہو چکی ہے۔ سڑک کی خستہ حالی کے باعث ٹریفک حادثات روز کا معمول بن چکا ہے۔ یہ سڑک ہر لحاظ سے بے حد اہم ہے مگر پچھلے تین سال سے محکمہ ہائی وے کی غفلت اور عدم توجہی کا شکار ہے۔ اس روڈ کی فوری توسیع اور از سر نو تعمیر ضروری ہے۔ اٹھارہ ہزاری میں [illegible] محکمہ مال کے نائب تحصیلدار اور ناظم یونین کونسل کے دفاتر کے لیے عمارات موجود نہیں۔ جس کی وجہ سے نہ صرف مذکورہ سرکاری افسروں بلکہ عوام الناس کو بھی شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ مقامی ڈاکخانہ میں گاڑیوں کے ٹوکن ٹیکس کی ادائیگی کی سہولت دستیاب نہیں۔ جس کی وجہ سے گاڑیوں کے مالکوں کو ٹیکس ادا کرنے کے لیے جھنگ جانا پڑتا ہے۔ اٹھارہ ہزاری میں قائم واحد ڈاکخانے میں سٹاف کی کمی لوگوں کے لیے دشواریوں کا سبب بن رہی ہے۔ ڈاکخانے میں عملے کی تعیناتی اور [illegible] کی جلد فراہمی ناگزیر ہے۔ صحافیوں کے لیے پریس کلب کی عمارت موجود نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے انہیں اپنے فرائض کی ادائیگی میں مشکلات درپیش ہیں۔ اٹھارہ ہزاری میں پریس کلب کی عمارت جلد از جلد تعمیر کر کے صحافیوں کا دیرینہ مطالبہ پورا کیا جائے۔ اٹھارہ ہزاری کے نواحی قصبہ [illegible] میں محکمہ ٹیلی فون نے 1995ء میں [illegible] ایکسچینج قائم کی تقریباً 6 سال گزر جانے کے باوجود ابھی تک اسے ڈیجیٹل نہیں کیا گیا۔ مذکورہ قصبہ میں پرانی فرسودہ ایکسچینج کو ہٹا کر ڈیجیٹل ایکسچینج کی جلد تنصیب ضروری ہے۔ تا کہ لوگ ڈائریکٹ فون کی سہولت سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

---o---

Faith in Islam.

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر　　خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار　　قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری

Worthy President

Islam is a complete code of life. It is the source of our spiritual Moral, as well as temporal values and only the same slogon we demanded and achieved Pakistan:

پاکستان کا مطلب کیا　　لا الٰہ الا اللہ

So the idalogy of Pakistan is only Islam. Islam should be our guide we should follow and addopt Islamism and not any otherism like scrullism, capitalism or patriotism.

شجر ہے فرقہ آرائی تعصب ہے ثمر اس کا　　یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدم کو

Let us make ourselve united on the way of Islam so that our country may be prosperious.

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے　　نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

پاکستان زندہ باد　　اسلامی اتحاد پائندہ باد

-----------0-----------

الحناء کریم ویلفیئر سوسائٹی رجسٹرڈ منڈی شاہ جیونہ
گرلز پرائمری سکول کے زیر اہتمام رجسٹرڈ بوائز مڈل سکول
صاف ستھرا ماحول　　تعلیم یافتہ سٹاف
زیر نگرانی
عبدالحمید قریشی
ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر-ایم-اے اردو اسلامیات
فون- 0471-640015-640248

صاحبزادہ خالد سلطان القادری صوبائی امیر جماعت اہل سنت بلوچستان